

الحمد لله  
والصلاة والسلام  
على رسول الله



واصف علی واصف

# گفتگو 26

کاشفِ سبلی کبیر

۱۳۰۱ء، جوہر ٹاؤن - لاہور



جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	گفتگو-26
مصنف	واصف علی واصف
ناشر	صاحبزادہ کاشف محمود
سال اشاعت	2010ء
قیمت	روپے 300

﴿ناشر﴾

کاشف پبلی کیشنز

301-A، جوہر ٹاؤن

لاہور

خزینہ علم و ادب

الکریم مارکیٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

طلوعِ صبح کے چہرے پہ روشنی کیسی  
 سیاہ شب میں درخشندہ آفتاب ہوں میں  
 (واصف علی واصف)





## عرض ناشر

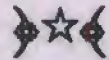
”گفتگو کے“ عنوان سے گزشتہ ڈیڑھ دہائیوں سے لگاتار چھپنے والی کتابوں کے سلسلے کی یہ ۲۶ ویں جلد پیش خدمت ہے۔ اس سلسلے کی کتابوں کی اشاعت میں مسلسل اضافہ اس امر کی دلیل ہے کہ دورِ حاضر میں طالبین حق کی جستجو کو سیراب کرنے میں یہ کس قدر عمدہ و معاون ثابت ہو رہی ہیں۔

خوش قسمتی سے آخری دس سالوں کی محافل ریکارڈ کر لی گئیں اور اس طرح حضرت واصف علی واصفؒ کی گفتگو تحریری شکل میں ”گفتگو“ ہی کے عنوان سے محفوظ ہوتی جا رہی ہے۔ آپؒ کی محافل میں ایک عام آدمی سے لے کر مختلف شعبہ ہائے زندگی کے سربراہان و درجہ لوگ بیٹھے اور عصر حاضر میں پیش آنے والے فکری اشکالات رفع کرتے رہے۔ گذرتے ہوئے وقت نے ثابت کیا کہ ”سوال و جواب“ کی نشست کا یہ سلسلہ فکری اور نظری الجھنوں کو سلجھانے میں بہت کارگر رہا۔ انتہائی سہل اور آسان پیرائے میں کی جانے والی گفتگو اہل فکر و نظر کے قلوب کی گرہیں کھولتی چلی گئی۔ آپؒ نے تصوف کی بھاری بھر کم اصطلاحات استعمال کئے بغیر آسان انداز میں عام تعلیم یافتہ طبقے کو روح دین سے شناسائی دی۔ آپؒ کی گفتگو ”آز دل خیزد، بردل ریزد“ کے مصداق ہر طبقے کے لوگوں کے دلوں میں گھر



کرتی رہی۔ آج ضرورت اسی امر کی ہے کہ فردعی مسائل سے صرف نظر کرتے ہوئے دین کی مبادیات کو اذہان و قلوب میں راسخ کیا جائے۔ عقل و دل اور فکر و نظر کو تنخیر کرتی چلی جانے والی وہ محافل گفتگو بلاشبہ دورِ حاضر کیلئے ایک قیمتی علمی اور روحانی ورثے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ تمام ”گفتگو“ جس سلسلے کی کڑی ہے وہ عشقِ احمدِ مرسل سے جڑا ہوا ہے۔

”گفتگو“ پڑھتے ہوئے ”سنائی“ بھی دیتی ہے۔ اسے پڑھنے والا ایک ایسی گونج محسوس کرتا ہے جو واضح طور پر اس کتاب کے تحریری ہونے کی بجائے تقریری ہونے کا ثبوت ہے۔ ”گفتگو“ کے اس سلسلہ ہائے کتب کی پیشکش کو مزید بہتر بنانے میں قارئین کی آراء اور تجاویز ہمیشہ ہماری اولین ترجیح رہی ہے۔



## فہرست

﴿1﴾

- | نمبر شمار | سوالات  | صفحہ نمبر |
|-----------|---|-----------|
| 1         | انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔ | 21        |
| 2         | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔  | 31        |
| 3         | ابھی اللہ کے ذکر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا   |           |



- 4 قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ
- 39 پڑھنا چاہیے؟
- 5 آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے اور دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو دیتے جائیں تو انسان کا گزر بسر کیسے ہوگا؟
- 47
- 6 حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔
- 51
- 7 آپ نے لکھا ہے کہ ”جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے“ اس کا کیا مطلب ہے؟
- 53

## ﴿2﴾

- 1 عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ بدلنا نہیں چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔
- 61
- 2 تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟
- 66

- 3 یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس  
74 میں بھی ہے۔
- 4 آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں، مثلاً طاقت  
میں بڑے لوگ گزر گئے، غزل میں غالب گزر گیا،  
77 تو ہمارے کرنے کا کام کیا رہ گیا؟
- 5 آپ کا ”صبر“ کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے  
83 فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں کسی اور کا ارادہ  
بھی شامل ہے۔
- 6 ایک بات سمجھ آ جاتی ہے لیکن پھر خیال آ جاتا ہے کہ  
86 شاید یہ غلطی ہو۔ یہ اضطراب کیوں ہے؟
- 7 اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر  
90
- 8 ”اللہ کی ہر روز نئی شان ہے“ اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے  
91 کہ اللہ کو ہر روز کوئی نیا کام ہوتا ہے۔
- 9 لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے  
93 ہوں تو انہیں اٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے  
رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔



- 1 نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھاتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ 99  
کے۔ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟
- 2 سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟ 111
- 3 آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں  
کہ یہاں پر جو لوگ بد عملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سونی  
صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی امید رکھتے ہیں کہ قیامت  
کے دن رحمت الہی کے سہارے بخشے جائیں گے۔ 114
- 4 کیا دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے؟ 116
- 5 صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے  
لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق  
نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے۔ 121
- 6 وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو ”اللہ ہو“ پہ لگا  
دیا ہے تاکہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے  
رہیں اور فتح کرتے رہیں۔ 123

- 7 یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی  
 129 بھی یہی ہے
- 8 اسلام میں طرز حکومت کا کیا تصور ہے؟  
 132
- 9 کہتے ہیں کہ مجذوب با اختیار ہوتا ہے وہ جو کہتا ہے بات  
 138 بن جاتی ہے۔
- 10 جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ  
 145 ہوتا گیا۔

#### ﴿ 4 ﴾

- 1 میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ  
 157 ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔
- 2 یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ  
 دے تو زندگی کے بہت سے شعبے ہیں ان میں کوشش  
 172 کیسے چھوڑ دیں؟



- 3 جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہو سکتا ہے؟  
176
- 4 سرا جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟  
178
- 5 جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے۔  
211 اور جب ہم دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے  
181
- 6 یہ جو چپ کار روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟  
185
- 7 انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماضی کی یاد کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں اب ان کی اصلاح کیسے کریں؟  
192
- 8 خطا تو معاف ہو جاتی ہے لیکن انسان کے اندر خیال آ سکتا ہے کہ اگر خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر وہ ہی نہیں گئی تو تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا

196 تو نصیب نہیں ہوا۔

9 سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں

200 کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا۔

10 سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے

ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں، گھربار ہے

رشتہ داریاں ہیں، دوسرے لوگ ہیں۔ ہم یہاں سے بے

شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔ اور ان پر حتیٰ

الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ ہم

چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی

میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو

201 کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔ اس کا سدباب کیسے کریں؟

11 ابھی آپ Thoughtlessness اور

Sightlessness کے متعلق کچھ بتا رہے تھے تو

204 Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیں۔

12 دل تو جسم کا قائد اعظم ہے اس کے بارے میں ضرور کچھ

204 فرمائیں۔

- 13 سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں، جب گھر جاتے ہیں تو  
بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں، گھر والوں کے کچھ  
اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں۔ 205
- 14 سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم  
آپ کے ساتھ جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی  
نہیں بولتے۔ 208

### ﴿ 5 ﴾

- 1 داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟ 213
- 2 وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے؟ 222
- 3 داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟ 223
- 4 سر! یہ جو مجذب ہوتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں اور ان کا  
کیا مقام ہے؟ 238
- 5 اللہ اور اللہ کے حبیبؑ کے زیادہ قریب ہونے کے لیے  
کیا عمل زیادہ کریں؟ 239



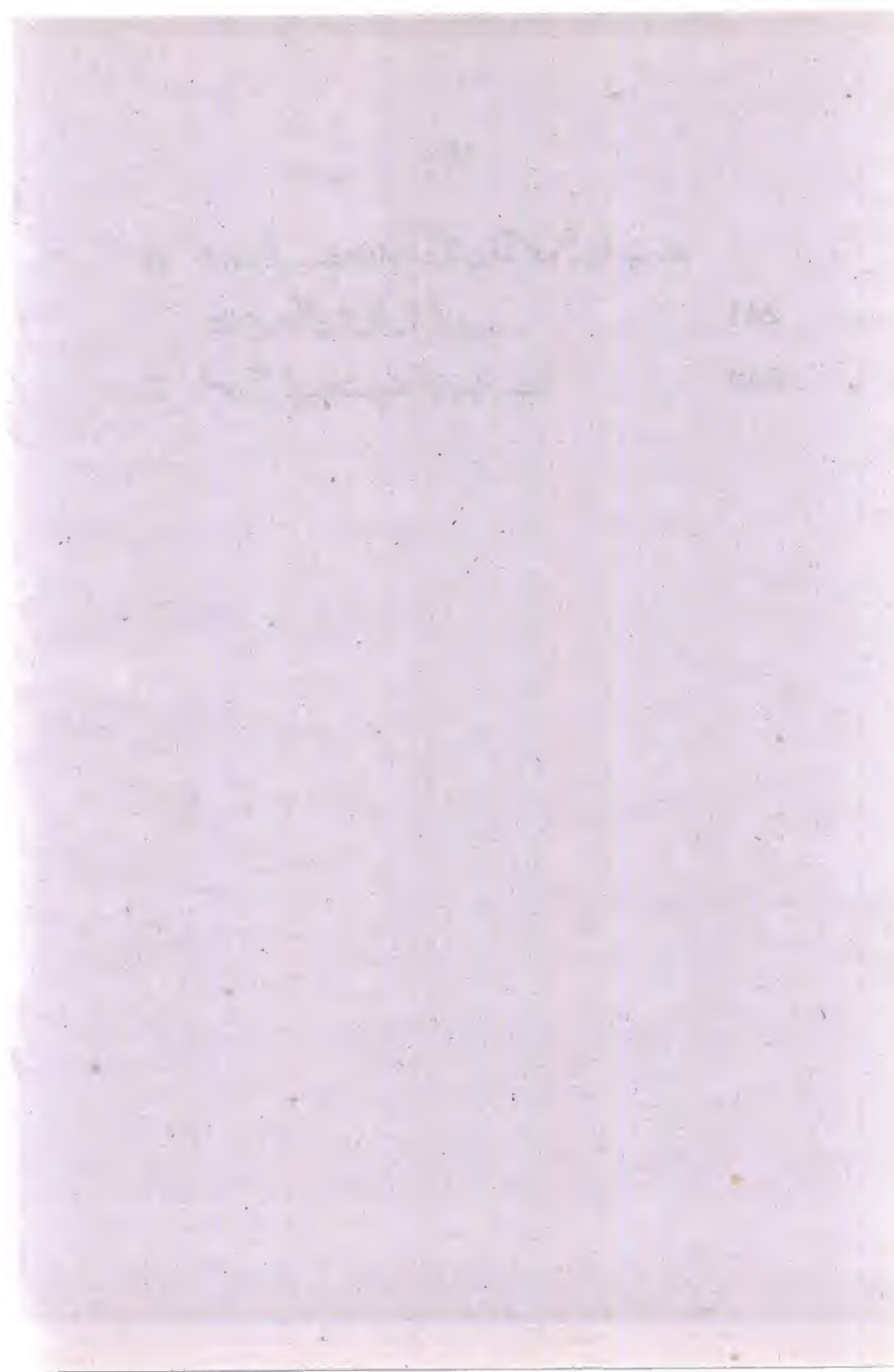
6 جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا، جو باتیں آپ سے

241

سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں —

244

7 تصور شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟



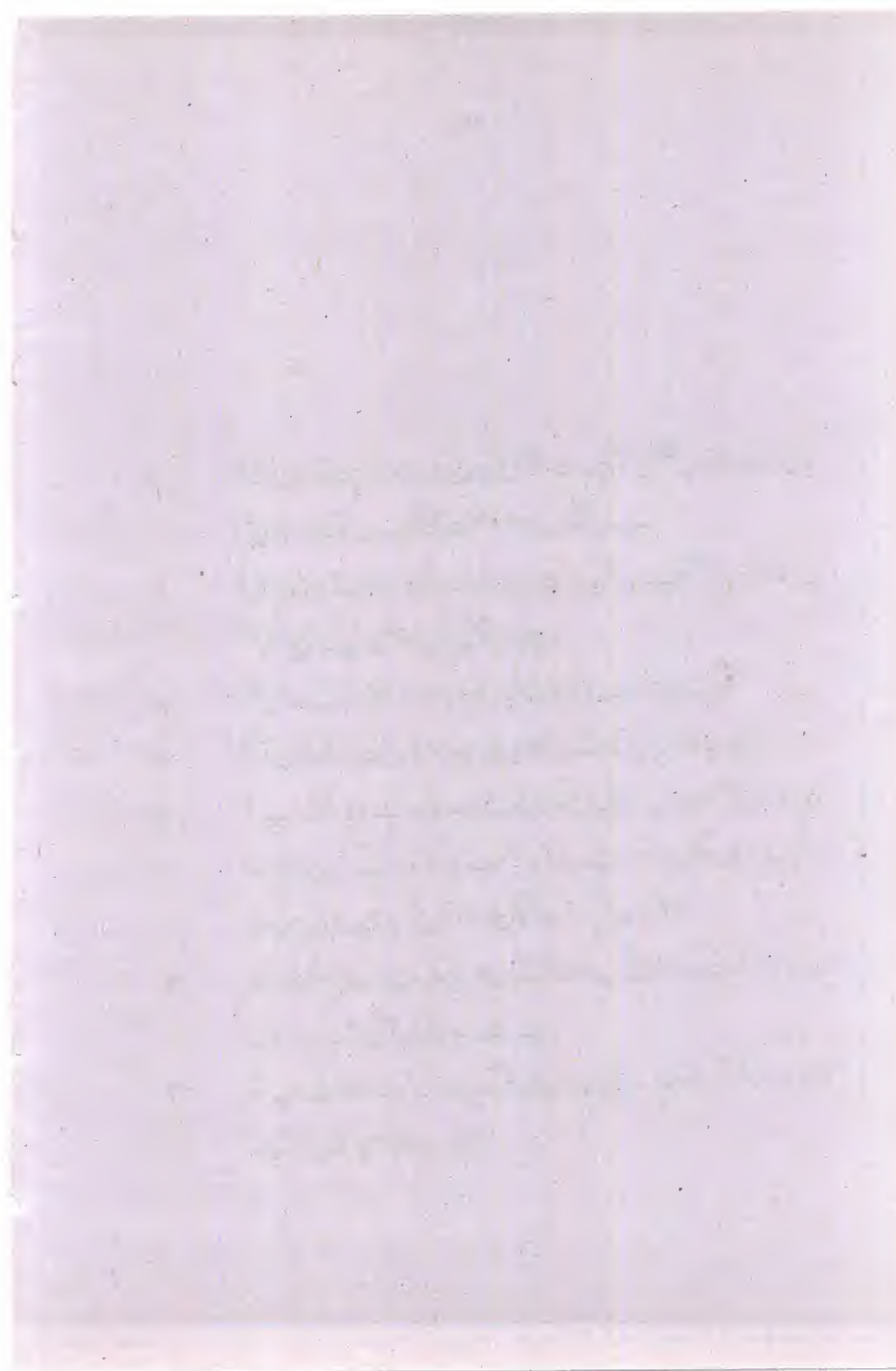


1





- 1 انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔
- 2 قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔
- 3 ابھی اللہ کے ذکر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے؟
- 4 قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟
- 5 آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے اور دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو دیتے جائیں تو انسان کا گذر بسر کیسے ہوگا؟
- 6 حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔
- 7 آپ نے لکھا ہے کہ ”جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے“ اس کا کیا مطلب ہے؟





سوال:

انسان جانتا ہے کہ عبادت کی بڑی عظمت ہے لیکن بعض اوقات اس کو اپنی عبادت بڑی بے حقیقت معلوم ہونے لگتی ہے۔

جواب:

کیا آپ یہ کہہ رہے ہیں کہ آدمی کو عمل کرنے کے باوجود کبھی مایوسی ہوتی ہے۔

سوال:

مایوسی کی بات نہیں ہے بلکہ آدمی کو یوں لگتا ہے کہ اس کو عبادت کی کوئی خاص کیفیت سمجھ نہیں آتی یا یہ خیال ہوتا ہے کہ سب کچھ تو فضل ہے، کرم ہے، پھر ہماری عبادت کی کیا حقیقت ہے۔

جواب:

مطلب یہ ہے کہ یہ جو آپ کہہ رہے ہیں کہ انسان کو عبادت کی حقیقت کی بات سمجھ نہیں آتی ہے تو یہ آپ آج کے انسان کی بات کہہ رہے ہیں۔

سوال:

حضور! میں تو اپنی بات کر رہا ہوں۔

جواب:

اب سوال بدل گیا اور ذاتی بات ہو گئی۔ یا سب کی ہو گئی؟ اب ذاتی ہو گئی۔ آج آپ نے جو سوال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کو ٹریننگ یہ ہو گئی ہے کہ آپ اپنے اعمال کو نتیجے کے حوالے سے پہچانتے ہیں اور اپنے اعمال کو فوری منفعت کے حوالے سے پہچانتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ یہ جو کاروبار کیا ہے اس سے کتنا نفع ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ نفع تو کوئی نہیں ہوا۔ تو وہ کہے گا کہ پھر تو تمھاری زندگی برباد ہو گئی۔ لیکن اس دوران جو خیر و عافیت سے وقت گزرتا گیا وہ آپ کو سمجھ نہیں آیا۔ اگر آپ اپنی زندگی کو منفعت طلبی سے نکال لیں تو پھر یہ سمجھ آئے گی کہ عبادت جو ہے وہ آپ کا عمل ہے اور آپ کی منفعت کے لیے تو ہے ہی سہی لیکن یہ عمل اللہ کی رضا کے لیے ہے۔ اگر تو یہ اللہ کی رضا کے لیے ہے تو پھر تو آپ کو پتہ ہی نہیں کہ اس کی منفعت کتنی ہے۔ اس لیے یہ بات سمجھنے سے پہلے بڑا دور جانا پڑے گا۔ پہلے یہ دیکھو کہ زندگی کی بعض اوقات زندگی ہونے کے باوجود حقیقت سمجھ نہیں آتی کہ یہ ہے کیا۔ زندگی تو ایسے ہی ہے سرسری ہے اس میں ہوا کیا اور کیا نہ ہوا۔ اب یہ جس کا عمل ہے یہ رضا اس کی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے کبھی غور کیا کہ ہم نے تمہیں کس پانی سے بنایا اور پھر ہم قادر ہیں تمہیں واپس لوٹانے میں **انہ لرجعہ لقادر**۔ پہلے یہ غور سے دیکھ لو کہ جس نے انسان کو پانی سے تخلیق فرمایا انسان بنایا اس پر ادوار آرہے ہیں۔ بچہ یہ نہیں سمجھ

سکتا کہ وہ بڑا بھی ہوگا۔ بچہ یہ سمجھتا ہے کہ وہ بچہ ہی رہے گا۔ اب بنانے والے نے اس کے اندر ایسا سٹم رکھا ہے کہ بچہ جو ہے وہ بچہ نہیں رہے گا، وہ بڑا ہو جائے گا اور اُسے پتہ نہیں چلے گا کہ وہ بڑا ہو رہا ہے یا بڑا ہو گیا۔ یہ پتہ بھی نہیں چلے گا کہ یہ ہمارے پرانے زمانے کے واقعات ہیں ابھی آپ کا پرانا زمانہ آگیا، یادوں کا زمانہ ابھی آپ کو ماں باپ کی یاد آ رہی ہوگی کہ وہ کیا زمانے تھے اور وہ کیا دور تھا۔ اور اس طرح چلتے چلتے آپ کہاں پر آ گئے۔ بنانے والے نے سٹم ایسا بنایا ہے کہ انسان پہلے بچہ ہوگا، پھر بڑا ہوگا، جوان ہوگا، بوڑھا ہوگا، زوال پذیر ہو جائے گا اور رخصت ہوگا اور اگر رخصت نہیں ہوگا تو ہونا چاہیے گا۔ اللہ تعالیٰ اس وقت سے بچائے جب انسان کو خدا نخواستہ زندگی میں کوئی الجھن ہو، وہ کسی پر اہلم میں ہو، صحت کا معاملہ ہو سکتا ہے، حالات کا معاملہ ہو سکتا ہے، تلخی زمانہ کا معاملہ ہو سکتا ہے اور وہ انسان زندگی کی افادیت سے محروم ہو جائے۔ وہ کہے گا کہ اب زندگی کس کے لیے ہے؟ زندگی تو الجھ گئی ہے اور پھر وہ رخصت ہونے کی تمنا کرے۔ وہ جو زندہ رہنے کی دعائیں کرتا تھا اس کو کہیں نہ کہیں سے رخصت ہونے کی آرزو پیدا ہو گئی۔ وہ وقت ایک ایسا وقت ہوتا ہے کہ اس وقت یہ دیکھنا چاہیے کہ بنانے والے نے ایسا سٹم بنایا ہے کہ ان باتوں کے باوجود اُسے جانا ہی پڑے گا۔ اس میں افادیت کی بات نہیں ہے، آپ کی منفعت کی بات نہیں ہے، آپ کے فوری نتیجے کی بات نہیں ہے۔ چونکہ آپ دنیا میں رہتے ہیں اس لیے یہ بات جانتے ہیں کہ یہ لو پیسے اور سودا دے دو یعنی آپ نے یہ عمل کیا اور اُسے کہا کہ اس کا نتیجہ دے دو۔ عبادت ایک ایسی چیز ہے کہ اس کے لیے آپ کو غور کرنا



پڑے گا، پھر غور کرنا پڑے گا۔ ایک حاضر زندگی ہے، موجود زندگی ہے، تو موجود زندگی میں آپ جو عمل کرتے ہیں اس کا موجود نتیجہ پاتے ہیں۔ چاہے وہ اچھا ہو یا بُرا۔ اب ایک سسٹم اور ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک اور زندگی ہے اور اُسے کہتے ہیں مابعد، یعنی آنے والا دن۔ جب تک آپ کو اس کا شعور نہ ملے آپ اپنے وہ اعمال جنہیں آپ نیکی کہتے ہیں ان کا نتیجہ آپ نہیں سمجھ سکتے کہ آپ کا عمل آپ کے رب کے ہاں کیا ہے۔ کامیابی یہ ہے کہ پیسہ آپ کے پاس ہو اور نیکی یہ ہے کہ کسی اور کو دے دیں۔ اب یہ نیکی آپ کو سمجھ نہیں آ سکتی۔ انسان کہتا ہے کہ یہ تو نقصان ہے۔ یہ نقصان تو ہے لیکن آخرت کے لیے بہتر ہے۔ آج حرام کا مال مل جانا منفعت ہے لیکن یہ نقصان ہے، یتیم کا مال قابو آ گیا لیکن یہ تمہارے پیٹ میں آگ لگا دے گا۔ ہر گنہگار کامیاب ہوتا ہے، وہ گنہگار توبہ بناتا ہے جب گناہ میں کامیاب ہو جائے ورنہ نیت کا گناہ ویسے ہی معاف ہو جاتا ہے۔ گناہ کا مطلب ہے کسی برے عمل میں کامیاب ہو جانا۔ کہتا ہے کہ آج تو برے عمل میں کامیاب ہو گیا، گناہ میں کامیاب ہو گیا، تیرے گھر میں چراغ جل گیا لیکن تیری قبر میں اندھیرا ہو گیا۔ یہ سفر جب تک سمجھ نہ آئے جسے آپ بھول جاتے ہیں یعنی قبر کا سفر نہ سمجھ آئے، قبر کے بعد کے زمانے سمجھ نہ آئیں تو وہ اعمال جنہیں آپ عبادت کہہ رہے ہیں یا تسلیم و رضا کہہ رہے ہیں وہ اعمال آپ کو افادیت کے درجے میں سمجھ نہیں آ سکتے۔ کہتا ہے کہ میں اللہ کی راہ میں پیسے دے آیا دوسرا اُسے کہتا ہے کہ اس سے کیا حاصل، تو بے وقوف آدمی ہے، پیسہ ضائع کر رہا ہے، یہ تو بڑی غلطی کی ہے تو نے \_\_\_\_\_ کیونکہ اس کو اس زمانے کا پتہ نہیں۔ جب تک آپ کا یقین اللہ

اور اللہ کے بنائے ہوئے دین پر نہ ہو، بھیجے ہوئے دین پر نہ ہو، جب تک آپ آخرت پر ایمان یا یقین کامل نہ رکھیں تو آپ کو عبادت کی منفعت کچھ سمجھ نہیں آئے گی۔ میں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ آپ لوگ سماج کی عبادت کرتے ہیں، مثلاً ابا جان، چچا جان مسجد میں جا رہے ہیں تو چلو ہم بھی چلیں، عید کا دن ہے، کپڑے پہن لو اور سب کو مبارک دیتے ہیں۔ روزہ رکھا نہیں اور عید کی مبارک ہو رہی ہے۔ جس نے روزہ نہ رکھا ہو اس کو عید کی خوشی کیا ہوگی۔ لوگ روزے کے بغیر روزے کی افطاریاں کرتے رہتے ہیں۔ تو عبادت کی منفعت یا اس کا نتیجہ ایسی چیز ہے جو ظاہری نہیں ہے۔ جب اس کا یقین نہ ہو تو آپ کو لگے گا کہ یہ میں کیا عبادت کر رہا ہوں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ میں پچیس سال سے عبادت کر رہا ہوں اور کاروبار کا یہ عالم ہے کہ بس۔ کاروبار کی بات کیا ہوتی ہے؟ ظاہری نتیجہ۔ اب کہتا ہے کہ کاروبار خراب ہو گیا۔ کیا پیغمبروں پر فاقہ آیا؟ کیا وہ نامزد تھے؟ وہ نامزد بھی ہیں، مقرب بھی ہیں، Appointed بھی ہیں اور پھر غریبی ہے۔ یہ عجب بات ہے۔ اللہ کے ہاں وہ بہت پسندیدہ لوگ ہیں اور پھر شہادت ہو رہی ہے شہادت کا بظاہر معنی تو ہلاکت ہے لیکن یہ انعامات کے درجے ہیں۔ آپ اللہ کے بہت مقبول پیغمبر ہیں، ان پر درود بھی آرہے ہیں اور زمانے کے حالات ذرا اور ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب تک آپ اپنی ظاہری زندگی کو باطنی زندگی یا عاقبت کی زندگی پر متاثر نہ کر سکیں تو آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا رجوع جو ہے وہ ظاہر پر زیادہ ہے اور یہ وہ اعمال ہیں جو ظاہر کے نہیں ہیں۔ عبادت عمل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ عبادت آخرت پر یقین کا نام



ہے۔ عمل تو آپ کرتے رہتے ہیں۔ میں نے آپ کو پہلے بھی بتایا تھا کہ اگر طوطے کو ”اللہ ہو“ کا ذکر سکھا دیا جائے تو وہ سارا دن کرتا رہے گا۔ تو یہ اللہ کا ذکر تو نہ ہوا بلکہ طوطا ہوا۔ اس لیے جب تک آپ یہ محسوس نہ کریں کہ یہ وہ عمل ہے جو میرے اللہ کے حکم پر اللہ کی رضا کے لیے میں کر رہا ہوں تو نتیجہ نہیں آئے گا اور جب وہ راضی ہو جائے تو سارا عمل مکمل ہو گیا۔ اس کے لیے میں وارننگ دے رہا ہوں کہ کبھی اپنے عبادت کے عمل کو نیکی کے عمل کو نتیجہ کی شکل میں مت دیکھنا۔ اس کا فوری طور پر نتیجہ نہیں نکلے گا۔ عام طور پر اچھے آدمیوں کے ساتھ دنیاوی طور پر کچھ سخت نتیجہ نکلتا ہے۔ کہتا ہے تو فیل کیوں ہو گیا؟ کہتا ہے میں Honest جو تھا۔ مارکیٹ میں میں نے ہی فیل ہونا تھا کیونکہ میں دیانت دار تھا۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب اس سے پوچھو تو کہنے گا کہ اسلام ہی زوال کا سبب ہے کیونکہ مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں اور حرام کھا نہیں سکتے۔ ایک آدمی کہہ رہا تھا کہ ہے کوئی بندہ جو مجھے حرام کا مال کھانے کا راستہ بتائے۔ کہتا ہے کہ یہ کیا بات ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ حلال کا تو پورا نہیں ہوا اور اب حرام کا بھی پورا نہیں ہوتا۔ کیونکہ حالاتِ زمانہ برداشت نہیں ہیں، سکونِ قلب نہیں ہے، توکل نہیں ہے، اعتماد نہیں ہے، آخرت کا بھروسہ نہیں ہے اور یہ ظاہری زندگی کے ظاہری لحاظ پر اعتماد کر رہا ہے۔ کہتا ہے کہ دیکھو وہ بے وقوف آدمی ہے، عبادت میں لگا ہوا ہے، یہ نہیں دیکھتا کہ حالاتِ زمانہ کیا ہیں۔ اکثر لوگ یہ کہتے ہیں کہ حالاتِ زمانہ کا خیال رکھو۔ حالاتِ زمانہ کا ظاہری نتیجہ نکلتا ہے اور حالاتِ عبادت کا باطنی نتیجہ نکلتا ہے۔ جب تک آپ سکونِ قلب سے آشنانہ ہوں، آخرت پر بھروسہ نہ ہو، خدا کے سامنے نہ



جھکتے ہوں تو آپ کو بات سمجھ نہیں آئے گی۔ اب جو میں نے آپ کو بات بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بنانے والا ہے، اس نے بچہ بنایا اور پھر بڑا بنایا، وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں واپس لے جاؤں گا۔ دیکھتے تو آپ ہر روز ہیں کہ اس سسٹم میں ایسی بات ہے کہ لوگ مر گئے۔ پھر آپ سمجھتے ہیں کہ شاید ہم اس چیز سے باہر ہیں، مرجانے سے باہر ہیں لیکن کبھی آپ اپنے آپ پہ غور کریں تو آپ کا بچپن مر گیا، بچپن کے کھلونے مر گئے، جوانی کے زمانے بھی گزر گئے، غائب ہو گئے، وابستگی کے دور بھی چلے گئے، دوستوں کے ایام بھی گئے، خوشیوں کے زمانے بھی گئے، نظاروں کے رنگ کم ہو گئے، گلاب کا رنگ کم ہو گیا کیونکہ آپ کی نظر خراب ہو گئی، چہروں کے چراغ مدھم ہو گئے ہیں کیونکہ آپ کی آنکھ میں کمی آ گئی۔ کہتا ہے کہ کبھی ایک وقت تھا جب ذائقے بڑے اچھے تھے۔ تو آپ کی زبان ہی اچھی تھی کیونکہ ذائقہ زبان کا ہوتا ہے، کھانے میں تو ہوتا ہی نہیں ہے۔ تو یہ آہستہ آہستہ زوال ہوتا جا رہا ہے اور موت آتی جا رہی ہے۔ پھر بھی اس کے باوجود آپ سمجھتے ہیں کہ میں نے جانا نہیں ہے حالانکہ آپ جا رہے ہیں بلکہ تقریباً جا چکے ہیں۔ اب عبادت جو ہے وہ آنے والے وقت کو بچانے کے لیے ہے اور آپ جانے والے وقت کی فکر نہ کریں۔ جانے والا وقت تو جا ہی رہا ہے۔ تو عبادت کو فوری نفع کے مطابق مت Judge کرو۔ اگر عبادت کی توفیق مل رہی ہے تو اللہ کا شکر ادا کرو یا رب العالمین! میں عبادت کا معاوضہ نہیں مانگتا بلکہ عبادت کرنے کی توفیق ہی مانگتا ہوں، مجھے عبادت کرنے کی توفیق دیتا رہ۔ اب عبادت کرنے کی جو توفیق ہے یہی نتیجہ ہے۔ عبادت کا انعام عبادت ہی ہے۔ اب اس میں اور انعام کیا چاہیے؟

میں نے آپ کو ایک کہانی سنائی تھی۔ ایک بادشاہ کے پاس ہیرے جواہرات کے خزانے تھے وہ ذرا جوش میں آگیا اور درباریوں کو کہا کہ جو مرضی ہیرے جواہر لے جاؤ جو جس کو اٹھائے گا اس کو دے دیا جائے گا جس ہیرے پہ ہاتھ رکھو وہ تمہیں دے دیا جائے گا۔ تو سارے درباری لوگ لوٹ مار میں لگ گئے کہ یہ دے دو وہ دے دو۔ ایک غلام کھڑا ہوا تھا اس سے بادشاہ نے کہا کہ تو خاموش کھڑا ہے اور سارے لوگ لے رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ بادشاہ سلامت آپ پھر سوچ لو۔ بادشاہ نے کہا کہ سوچ لیا ہے تمہیں کیا چاہیے؟ اس نے بادشاہ پہ ہی ہاتھ رکھ دیا۔ کہتا ہے میرے پاس تو ہی آجا۔ تو یا تو آپ خزانے کو یا پھر بادشاہ لو۔

کچھ اور مانگنا میرے مشرب میں کفر ہے

لا اپنا ہاتھ دے میرے دست سوال میں

تو اور کیا مانگنا ہے

تیرے سوا کروں پسند کیا تیری کائنات میں

دونوں جہاں کی نعمتیں قیمت بندگی نہیں

اگر آپ بندگی کو قیمت میں لینا چاہیں گے تو آپ کو کبھی بھی سکون نہیں ملے گا۔

بندگی برائے بندگی ہو اور اطاعت برائے اطاعت ہو۔ نماز سے دنیا کی تمنا اور

آرزو کو نکال دو۔ کون سی آرزو رکھو؟ یا اللہ میرے ماں باپ پر فضل فرما اور میری

اولاد کو نمازی بنا۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے خود نماز میں بتادی ہے۔ باقی یہ کہنا کہ یہ

کاروبار ہو جائے یہ ٹینڈر نکل آئے تو اس سے نماز کو آزاد کر دو۔ نماز کو اگر ان



باتوں سے آزاد کر دو گے تو پھر آپ کو سکون مل جائے گا۔ تو مسجد کے اندر عبادت کرنے والا جیب میں پرچی نہ رکھے۔ پرچی کیا ہوتی ہے؟ مثلاً چیزیں مانگتا کہ یا اللہ آج تو دو چار چیزیں اور دے دو۔ اگر آپ داتا صاحبؒ کے عرس پہ جاؤ اور ان سے پوچھو کہ اس دفعہ آپ کا عرس کیسا رہا تو وہ کہیں گے کہ اپنی اپنی دنیا کی چیزیں مانگنے والے آئے تھے اور ہم تو دین کے لیے آئے تھے۔ تو دین والوں سے کسی نے دین مانگا نہیں ہے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ تو گنج بخش ہے اتنے ہزار روپے دے دے۔ آج کل تو لوگ ہزاروں کی بجائے لاکھوں اور ملین کی بات کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دین والوں سے اور دل والوں سے بھی دنیا کا سوال ہو رہا ہے مشائخ کرام سے بھی یہی سوال ہو رہا ہے اللہ سے بھی یہی مانگا جا رہا ہے کہ یا اللہ کوئی خزانہ ہی دے۔ تو آج کا انسان عبادت کو ذریعہ حصول زر بنانا چاہتا ہے۔ لہذا وہ نہ عبادت کر سکتا ہے اور نہ مال بنا سکتا ہے۔ اگر مال بنانا ہے تو عبادت کو چھوڑ دو اور جس طرح کافر کر رہے ہیں تم بھی کام کرو۔ کافر کو مال ملتا ہے تو تم بھی کافر کی طرح مال لو اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ حرام راستے پر کامیابی چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ حلال طریقے سے ملے۔ حرام سے حلال کیسے ملے گا؟ ناممکنات میں سے ہے۔ اس لیے ان لوگوں کا جو طریقہ ہے وہ دین سے آزاد ہے مذہب سے آزاد ہے۔ خشیت اللہ جو ہے یعنی اللہ کا خوف، یہ تمہیں حرام نہیں کرنے دے گا۔ اور حلال سے تمہاری وہ روٹی نہیں بنتی جو تم چاہتے ہو۔ تو عام طور پر ایسے واقعات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ لوگ تشویش میں آگئے، تذبذب میں آگئے اور کہتے ہیں کہ عبادت سے کچھ بات بنی نہیں ہے۔ عبادت سے تو بات بنانی نہیں تھی آپ



نے۔ تو آپ عبادت میں لگے رہے اور دنیا آگے نکل گئی۔ کہاں نکل گئی؟ یہاں ہی غرق ہو گئی۔ تو عبادت والا آگے نکل گیا کیونکہ یہ وہ فاصلہ ہے جس کی Measurement یہاں پر نہیں ہے اس کی پیمائش یہاں نہیں ہے اس کی یہ پیمائش نہیں ہے کہ آپ نے کتنی عبادت کی ہے۔ کہتا ہے کہ عبادت سے کیا ملا؟ کہتا ہے کہ اس سے بہت کچھ ملا۔ کب پتہ چلے گا؟ کہتا ہے کہ جب یہ سانس بند ہوگی تب پتہ چلے گا۔ لہذا عبادت جاری رکھو اور اللہ پہ اعتماد کرو۔ اعتماد کیا ہے؟ کہ صرف یہی زندگی نہیں ہے۔ یہ تو ویسے ہی ختم ہو رہی ہے بلکہ ہوئی پڑی ہے۔ تو زندگی اس کے علاوہ بھی ہے۔ اس ”علاوہ“ کے لیے عبادت کی جاتی ہے تاکہ آپ پر فضل ہو اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہو۔ اس لیے کبھی یہ نہ کہنا کہ چار نمازیں پڑھ لی ہیں مگر کام نہیں ہوا۔ کہتا ہے کہ چلو چار نمازیں اور پڑھ لیتے ہیں۔ کہتا ہے کہ ایک دن میں چھتیس نمازیں پڑھ لی ہیں مگر کام نہیں ہوا۔ تو چھتیس نمازوں سے تمہارا کیا کام ہونا ہے؟ تو نماز پڑھ نہیں رہا بلکہ تو وہ کام کر رہا ہے۔ عبادت جو ہے وہ عبادت کے مطابق کرتا چلا جا اور جیسے اللہ کی مہربانی ہوگی وہ کرتا جائے گا۔ پہلے اللہ کو مالک تسلیم کرو اور عاقبت پر بھروسہ رکھو اور کسی صاحب یقین سے ملو اس سے تعلق بناؤ اپنی سنگت بناؤ اور پھر آپ چلتے جاؤ۔ جس طرح کوئی کہتا ہے کہ میں لندن جا رہا ہوں انگلینڈ جا رہا ہوں تو دوسرا کہتا ہے کہ میں بھی ادھر جا رہا ہوں۔ اگر ایسی بات ہو تو آپ کا سفر بہتر ہو جائے گا۔ کیونکہ آپ دونوں ادھر جا رہے ہیں۔ اور اگر عاقبت کا مسافر مل جائے تو تمہاری عاقبت کا سفر بہتر ہو جائے گا۔ تم لوگوں نے دوستی یہاں کے بندوں سے رکھی ہے اور جانا ہے تم نے

وہاں۔ یہی وجہ ہے تمہاری ناکامی کی۔ تو یہاں کے دوستوں سے وہاں کا سفر کیسے ہوگا۔ اس لیے بہتر ہے کہ وہاں کے مسافروں کے ساتھ دوستی کی جائے و منکم من یرید الدنیا و منکم یرید الاخرة تم میں سے لوگ ہیں جو دنیا کے طلب گار ہیں اور تمہیں میں سے لوگ ہیں جو آخرت کے طلب گار ہیں۔ تو آخرت کے طلب گاروں کے ساتھ دوستی کرو اور یہاں گزارہ کرتے جاؤ۔ پھر عبادت سے کبھی بھی تمہارا اعتماد نہیں اٹھے گا۔ یہ بہت ضروری بات ہے۔ اس بات کا خیال رکھو۔

اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ بولو \_\_\_\_\_ سعید صاحب بولیں \_\_\_\_\_  
سوال:

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ معجزہ ہے تو آپ روشناس کرائیں کہ یہ کن معنوں میں معجزہ ہے۔  
جواب:

نہیں یہ ایسے نہیں ہے۔ اگر ایسی کوئی آیت ہو تو بتائیں۔  
سوال:

ہدی للعالمین

جواب:

اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہدایت ہے عالمین کے لیے آنے والے زمانوں کے لیے۔

سوال:

ہدی للمتقین

جواب:

یہ متقی لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ انا سمعنا قرآنا عجبا: ہم نے عجب قرآن سنا۔ یہ عجب بات ہے۔ یہ اللہ کا کلام ہے۔ معجزہ ہوتا ہے کسی پیغمبر کا ایسا عمل جو بظاہر فطری عوامل میں ممکن نہ ہو۔ تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ کرامت اُسے کہتے ہیں کہ کسی اہل اللہ سے کوئی ایسا واقعہ سرزد ہو جائے جو عام فطرت میں نہ ہو۔ اور اگر کسی قوتِ ارادی سے یہ واقعہ سرزد ہو جائے تو اسے کہتے ہیں استدراج۔ قرآن کریم میں اللہ نے جو کہا ہے اور آپ نے جو پڑھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ قرآن کریم کا سب سے بڑا اعجاز یہ ہے کہ اتنا بڑا کلام ہے اور کئی ان پڑھ لوگ یا جو زیادہ پڑھے ہوئے نہیں ان کو وہ لفظ بہ لفظ زبر زیر تک محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہ واحد کلام ہے اور آج تک کوئی کلام ایسا نہیں ہے کہ اس قدر محفوظ ہو کہ زیر کافرق نہ لگے اور زیر کافرق نہ لگے۔ یہ بڑا اعجاز ہے۔ اعجاز قرآن کے اور بڑے واقعات ہیں۔ اب تو سائنس نے کمپیوٹر میں بھی نکال لیا ہے کہ اس کے اندر ”الف“ کا لفظ اتنے لاکھ مرتبہ آیا ہے ”ب“ اتنی مرتبہ ہے اور ”ج“ اتنی مرتبہ ہے اور ان سب کو جمع کریں تو یہ اُنٹیس پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ تو لوگ حیران ہو گئے کہ اعجاز القرآن کیا ہے کہ یہ 29 پہ تقسیم ہو جاتے ہیں ”اللہ“ کا اسم جتنی مرتبہ آیا اور وہ بھی 29 پہ تقسیم ہو جاتا ہے۔ لوگ بڑے بڑے آریکل لکھتے ہیں کہ قرآن کے اندر اتنے حیران کن واقعات ہیں۔ کمپیوٹر اب بتا رہا ہے کہ اس میں کیا



کیا ہے، مثلاً ایک جگہ پر یہ لفظ آنا چاہیے تھا مگر اس کی جگہ اللہ نے اس لفظ کی بجائے اور لفظ استعمال کیا۔ اب وہ لفظ 29 پر تقسیم نہیں ہوتا تھا اور یہ لفظ تقسیم ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس کا متبادل لفظ یہاں پہ لگایا۔ تو آج سائنس حیران کر رہی ہے کہ یہ واحد کتاب ہے جسے انہوں نے Mathematically ثابت کیا کہ یہ اس کا اعجاز ہے اور یہ کوئی انسان نہیں کر سکتا۔ تو یہ انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ بات کو پورا کرنا، وزن کو پورا کرنا کہ وہ 29 پر تقسیم ہو جائے۔ انسان کو سمجھ نہیں آرہی ہے کہ یہ جو مقطعات ہیں ان کے اندر کیا راز ہے۔ تو قرآن کا اعجاز ابھی جاری ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آنے والے زمانوں تک اگر کتاب کی شکل میں نہ لکھا جائے تو بھی یہ سینہ بہ سینہ محفوظ رہے گا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انا لہ لحفظون کہ ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ تو حفاظت ہو رہی ہے قاری اور حافظ بنتے جا رہے ہیں۔ اگر کتابیں ختم ہو جائیں دنیا میں سے لائبریریاں غائب ہو جائیں پھر بھی کلام پاک محفوظ رہے گا۔ دو چیزیں ہمیشہ محفوظ رہیں گی۔ کلام پاک محفوظ رہے گا اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہمیشہ محفوظ رہے گی۔ یہ دو چیزیں قائم رہتی ہیں۔ آج بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کوئی واقعہ ہو جائے تو آپ سارے کے سارے زندہ ہو جائیں گے۔ یہ محبت بھی اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہے۔ ورفعنالک ذکرک کہ آپ کا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا۔ تو یہ ذکر بھی قائم رہے گا اور قرآن پاک بھی قائم رہے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے قائم ہونے کی بات ہے کہ اس کی کتاب بھی قائم رہی اس کے پیغمبر بھی قائم رہے۔ اور وہ آپ بھی قائم ہے۔ کل من

علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلل والاکرام تو ہر چیز فنا ہو جائے مگر  
 تیرے رب کا چہرہ باقی رہے گا جو جلال اور اکرام والا ہے۔ تو وہ قائم رہے گا  
 قرآن اس کی کتاب ہے اور یہ اعجاز ہے۔ اگر آپ اس کو غور سے پڑھیں تو عربی  
 دان نہ ہونے کے باوجود کچھ عرصہ بعد یہ آپ کو سمجھ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ اس  
 کا اعجاز ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کہ اس کا مصنف موجود ہے اور وہ جب چاہے  
 بات کو ظاہر کر دے۔ تو یہ عربی زبان کی بات نہیں ہے بلکہ اس کے فضل کی بات  
 ہے کہ وہ جب چاہے آپ کو اس کی تعلیم دے دے۔ قرآن اگر شوق سے پڑھا  
 جائے تو ایسے لگے گا کہ جیسے حال ہی میں بات نازل ہو رہی ہے۔ آپ اس کو اس  
 طرح پڑھا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات فرمائی ہے اور یہ اللہ کے حبیب صلی اللہ  
 علیہ وسلم کی زبان سے نکلی ہے۔ تو یہ کتاب پڑھنے سے دو واقعات ہوئے کہ میں  
 جو یہ کتاب پڑھا ہوں یہ اللہ کے الفاظ ہیں اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں۔ تو برکت ہی برکت ہے سلامتی ہی سلامتی  
 ہے۔ تو یہ اعجاز ہے کہ اس میں سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی ملتی  
 ہے اللہ کی محبت بھی ملتی ہے اور زندگی کا راستہ بھی ملتا ہے۔ قرآن پاک کی باتیں  
 سادہ سادہ ہیں لیکن آپ کو زندگی کے اندھیروں میں روشنیاں ملتی جائیں گی۔ تو یہ  
 بڑی بات ہے۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ اللہ کریم نے بندوں سے بندوں کی  
 زبان میں بات کی ہے۔ قرآن میں زمین کی بات ہے آسمان کی بات ہے  
 انسانوں کی بات ہے انسان کیسے پیدا ہوا وہ کیسے رہتا ہے پرانی قوموں کے  
 ساتھ کیا ہوا ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے \_\_\_\_\_ تو یہ سادہ سادہ بات



ہے۔ مگر جب آپ پڑھنے لگ جائیں تو قرآن کے اندر آپ کو ایک اور قرآن کا پتہ چل جائے گا کہ اس کا ایک باطن ہے اور اس باطن کا ایک اور باطن ہے۔ اس کے اندر پھر بے شمار عوالم ہیں۔ ایسی چیز ہوگی کہ اُسے سات مرتبہ پڑھیں تو ایک نتیجہ نکل آئے گا، دس مرتبہ پڑھو تو اور نتیجہ نکل آئے گا۔ پھر اس آیت کو پڑھتے جاؤ تو کچھ اور سمجھ آ جاتی ہے۔ تو اس کے اندر یہ سارے انکشافات ہیں اور پوری کائنات کی زندگی اس کے اندر موجود ہے، زندگی کی حرکت موجود ہے اور زندگی کا نتیجہ موجود ہے۔ یہ پڑھنے والے پر منحصر ہے۔ اس کو وہ آدمی نہیں چھو سکتا جو پاکیزہ نہ ہو۔ اسے مظہر لوگ چھوئیں گے اور وہی پڑھیں گے۔ آپ اس کو یوں سمجھو کہ اللہ کریم نے یہ جو کہا ہے کہ میں نے رُوحوں سے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب ہوں کہ نہیں ہوں تو انہوں نے کہا کہ ہاں آپ ہمارے رب ہیں۔ تو اب بتانے والی کیا بات ہے؟ یہ ہمیں کیوں بتا رہے ہیں؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ بتانے کی کوئی وجہ ہے اور آپ کو یہ بات سمجھ آ سکتی ہے کہ ایسا واقعہ ہوا۔ انسان کو اس لیے بتایا جا رہا ہے کہ ایسا ہو سکتا ہے، جنت کی اور دوزخ کی خبر یہاں مل رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہیں سے یہ بات شروع ہو جاتی ہے۔ آپ اگر قرآن پاک کو غور سے پڑھتے جائیں تو آپ کو یہیں سے بات سمجھ آ جائے گی۔ ایک بزرگ نے اللہ کے حکم سے بہشتی دروازہ کھول دیا اور فرمایا کہ یہ بہشتی گیٹ ہے اور جو یہاں سے گزرا وہ بہشتی ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بہشتی دروازہ کیسے کھول دیا، بہشت تو وہاں آگے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس کو یہاں پہ بہشت نہیں ملی ہے اس کو آگے کیا ملے گی۔ اس کی سند کیا دی؟ من کان اعمیٰ



فی ہذہ فہو اعمیٰ فی الآخرۃ جو یہاں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ مطلب یہ کہ آپ نے حقیقت کو یہاں سے دیکھ کے جانا ہے ورنہ آگے کیا سمجھ آئے گی۔ بس قرآن پاک کو ایسا سمجھ کے پڑھو کہ آپ کو یقین آجائے کہ اللہ کا ہی کلام ہو سکتا ہے۔ پھر آپ کو بات سمجھ آجائے گی۔ قرآن پاک تو اللہ سے گفتگو کا موقع ہے، ٹیلیفون ہے اس میں اللہ تعالیٰ بول رہے ہیں اور آپ پڑھتے جاؤ۔ تو یہ اللہ فرما رہے ہیں اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کچھ فرما رہے ہیں۔ یہ دونوں کی متفقہ بات ہے آپ کی زبان ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور آپ لوگوں تک پیغام آگیا۔ اس سے بڑا اور کیا پیغام چاہیے آپ لوگوں کو۔ بزرگوں سے ہوتے ہوئے آپ تک بات آگئی۔ اب آپ کو اور کیا چاہیے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے براہ راست پیغام آگیا اور اتنا مستند ہے کہ یہ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہوا ہے اور جبریل امین کے ذریعے آیا ہے۔ اب یہ آپ تک آگیا ہے اس کو پڑھ کے دیکھو یہ اعجاز ہی اعجاز ہے اس میں واقعات ہی واقعات ہیں، نور علی نور ہے۔ اصل میں یہ قرآن اس قرآن کا عکس ہے اور قرآن وہی تھا جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا تھا اور یہ اس کی Echo ہے جو آپ تک چلی آرہی ہے، گونج چلی آرہی ہے۔ مطلب یہ کہ جو اللہ کا ارشاد تھا اور اللہ کے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس وقت نکل رہا تھا وہ قرآن تھا اور اب یہ اس کا ریکارڈ ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پھر اگر آپ غور اور شوق سے پڑھیں تو ایسا ممکن ہے کہ آپ اسی زمانے میں جا پہنچیں جس زمانے میں قرآن پڑھا جا رہا تھا۔ لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا

متصد عاً من خشیت اللہ یعنی اگر یہ قرآن ہم پہاڑ پر نازل کرتے تو وہ اس کی خشیت سے کانپ جاتا، لرز جاتا۔ خشیت اللہ یعنی اللہ کے خوف سے اور اللہ کے ڈر سے۔ تو یہ اتنا بڑا کلام ہے۔ آپ کو سمجھ اس لیے نہیں آرہی کہ ابھی آپ کے باطن میں صداقت نہیں آئی ہے۔ لوگ عدالتوں میں اور محفلوں میں جھوٹا قرآن اٹھا لیتے ہیں اور قرآن کی قسم کھا لیتے ہیں۔ یہ لوگوں کی عادت سی بن گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اثر نہیں رہا ورنہ تو یہ بڑا اثر والا ہے آج سے پہلے یہ بات تھی۔ پرانے زمانے میں اگر مسجد میں کوئی جھوٹی قسم کھاتا تو زندہ واپس نہیں آتا تھا۔ آج کل کے واقعات اور ہو گئے ہیں۔ بہر حال یہ اللہ کا کلام ہے اور اعجاز ہی اعجاز ہے معجزہ ہی معجزہ ہے۔ اور سلامتی ہے۔ اس کو پڑھنے کی توفیق مانگا کرو

اور کوئی بات پوچھو \_\_\_\_\_ چغتائی صاحب پوچھیں \_\_\_\_\_ حافظ صاحب آپ بولیں \_\_\_\_\_ حافظ خوشی محمد بولے!

سوال:

ابھی اللہ کے ذکر کا ذکر ہوا ہے تو کیا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے؟

جواب:

ڈرنے کی بات نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس جگہ رکھے اس جگہ رہنا چاہیے۔ وہ مہربانی فرمادے تو وہ منزل مل جاتی ہے کہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون تو نہ خوف ہو اور نہ ملال ہو۔ ورنہ تو خوف کا ایک Element رہے گا اور خوف کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شان ہے بے نیازی اور وہ اگر چاہے تو کیا ہو جائے۔ کبھی کبھی وہ بخشش بھی فرمادیتا ہے معافی بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن سنا یہ گیا



ہے کہ سجدے کے انکار سے پہلے شیطان مقرب تھا، وہ فرشتہ تھا یا جن تھا، بہر حال بہت قریب تھا اور جب اُس نے سجدے سے انکار کیا تو کہا کہ ابی واستکبرا وکان من الکافرین تو وہ نکال دیا گیا۔ اور آج کا انسان کئی دفعہ انکار کرتا رہتا ہے، سجدہ نہیں کرتا اور عبادت سے معذوری ظاہر کرتا رہتا ہے لیکن اس کو نکالا نہیں جاتا کیونکہ اب رحمت کا مضمون آگیا۔ اس لیے یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ چاہے جس کو پکڑ لے، یہ اس کے کام ہیں۔ ڈرنا اس بات سے چاہیے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ شان بے نیازی دکھا دے۔ آپ اُسے شانِ رحیمی سے پکارا کرو۔ ڈرنا اس لیے ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جو زیادہ مقرب ہوتے ہیں وہ زیادہ ڈرتے ہیں۔ جو سب سے زیادہ قریب تھے وہ بڑی شب بیداری فرماتے تھے۔ تو اللہ نے کہا کہ یا ایہا المزمّل قم الیل کہ اے جاگنے والے اور عبادت کرنے والے، کچھ حصہ سو بھی جایا کرو۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ تو پیغمبر اسلام ہیں، آپؐ تو ایسی ذات ہیں کہ اللہ آپؐ پر درود شریف پڑھتا تو آپؐ اتنی عبادت کیوں کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اس کا شکر ادا کرنے کے لیے ضروری ہے۔ تو شکر میں بھی تھوڑا سا خوف ہے۔ آپؐ استغفار بھی پڑھتے تھے حالانکہ آپؐ معصوم عن الخطاء ہیں۔ اس استغفار کا مطلب ہے کہ یہ نئی منزل کے لیے الحمد کا راستہ ہے، شکر ہے۔ اللہ نے کہا ہے کہ ڈرتے رہو تو ڈرتے رہو استغفار کرتے رہو تو استغفار کرتے رہو اگر گناہ نہیں ہیں تب بھی معافی مانگتے جاؤ۔ ڈرنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم نفس سے آزاد نہیں ہوئے من ضرور انفسنا کل کو نفس جو ہے وہ عبادت کا غرور بھی پیدا کر سکتا ہے۔ بس سمجھو کہ یہ ڈر



کی بات ہے۔ عابد کے لیے عبادت بعض اوقات غرور بن جاتی ہے۔ کہ ہم بہت عابد ہیں۔ تو یہیں سے تو گمراہی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے اپنی غلطیوں سے ڈرنا چاہیے کہ یا اللہ تعالیٰ کسی ناگہانی میں پکڑ نہ ہو جائے اور وہ مہربانی فرماتا رہے۔ نقلی ڈر نہ ہو کہ نماز پڑھتے وقت ایسے منہ بنا لو کہ جیسے ابھی رو رہے ہیں۔ جو Genuine کیفیت ہے وہی کرو جو آپ کی حالت ہے وہی بیان کرو۔ تو نہ نقلی ڈرنا ہے اور نہ نقلی بے دھڑک ہونا ہے۔ بلکہ آپ کی جو حالت ہے اسی انداز سے چلو۔ تو ڈر کا راستہ بھی بعض اوقات قرب کا راستہ ہے۔ اگر اللہ محبوب ہو جائے تو محبت سے ڈر کس بات کا۔ لیکن بعض اوقات محبوب کے خفا ہونے کا بھی ڈر ہوتا ہے۔ بعض اوقات اگر اللہ آزمائے اور قرب میں فرق آجائے تو یہ بھی ڈرنے کی بات ہے۔ آپ کہو کہ یا اللہ ہم آزمائش کے قابل نہیں ہیں۔ اس میں اپنی طرف سے ڈرنا نہیں چاہیے بلکہ جیسے اس نے عطا فرمائی ہے ویسی زندگی گزار دے

اور کوئی سوال

سوال:

قرآن مجید کو ایسے ہی پڑھنا چاہیے یا معانی کے ساتھ پڑھنا چاہیے؟

جواب:

یعنی کہ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کو عربی جاننے سے پہلے پڑھنا چاہیے

یا بعد میں پڑھنا چاہیے۔

سوال:

دونوں میں کیا بہتر ہے؟

جواب:

آپ یہ دیکھیں کہ عربی زبان کی گرامر اور اس کا مفہوم سمجھنے کے لیے ایک عجمی کو کتنا عرصہ چاہیے؟ اگر یہ بات سمجھ آ جائے کہ جو عرب میں پیدا نہیں ہوا وہ اسے کیسے سمجھے گا کیونکہ اسے عرب والے بھی نہیں سمجھ سکتے اور جو اس کی لغت سے پوری طرح آشنا نہیں ہے اس کو عربی زبان جاننے کے لیے کتنا ہی عرصہ چاہیے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ زبان ہی جانتے رہیں اور قرآن کو سمجھ نہ سکیں۔ قرآن کا جو افہام ہے قرآن کی جو تفہیم ہے قرآن کا جو علم ہے یہ عربی کے علم سے نہیں آئے گا بلکہ اللہ کے فضل سے آئے گا۔ عربی زبان کے اندر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بول رہے ہیں اور عربی جاننے والے کچھ لوگ کفر بھی کر رہے ہیں اور مقابلے میں کھڑے ہیں۔ تو یہ اس کے فضل کی بات ہے۔ آپ جس زمانے میں یا علاقے میں پیدا ہوئے ہیں آپ کو اس علاقے کی زبان میں عرفان مل سکتا ہے۔ اور جس کو عرفان مل گیا اس پر قرآن آسان ہو گیا۔ یہ اللہ کے تقرب کی راہ ہے۔ تو یہاں کے رہنے والے آپ بغیر عربی کے عالم فاضل ہونے کے آپ قرآن فہمی میں آگئے۔ تو قرآن جو ہے یہ اللہ کی زبان ہے اور عربی زبان نہیں ہے۔ یہ تیرے مالک کی زبان ہے وہ جب چاہے تجھے آشنا کرادے۔ تو یہ وہ زبان ہے۔ ہے یہ عربی زبان ہی لیکن عربی زبان نہیں ہے بلکہ یہ اللہ کی زبان ہے۔ قرآن بظاہر عربی زبان میں نازل ہوا لیکن ہے اللہ کی زبان۔ اور اللہ جو ہے وہ ہر زبان کو

بولتا ہے ہر زبان سے آشنا ہے یہ سب اس نے خود ہی پیدا کی ہیں تمہارے دل کی  
 زبان پہ نہ نہیں کون سی ہے اور یہ اللہ کی زبان ہو سکتی ہے۔ اس لیے اللہ اپنی زبان  
 میں آپ کے دل پر پوری کی پوری بات نازل فرمادے۔ تو پھر قرآن آشنائی ہوتی  
 جائے گی۔ لیکن لوگوں کو کیا بتایا جاتا ہے؟ کہ قرآن پڑھو زبر زیر کے ساتھ پڑھو  
 غور و فکر کے ساتھ پڑھو تا کہ ایسا نہ ہو کہ لوگ پڑھنا چھوڑ دیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ  
 مسجد میں قائم کرو مدر سے قائم کرو عربی کی یونیورسٹیاں قائم کرو وہاں پر پورے  
 کے پورے جلسے کرو چندے بھی اکٹھے کرو مال بھی اکٹھے کرو رونق لگاؤ اور میلہ لگتا  
 چلا جائے مذہبی امور کی عدالتیں بن جائیں اور اس طرح کے سارے واقعات  
 ہوں۔ لیکن قرآن فہمی کیا ہے؟ قرآن فہمی اللہ کا فضل ہے۔ آپ اس کی طرف  
 رجوع کرو تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے فضل سے نوازے۔ تو یہ پکی خبر ہے کہ قرآن  
 جو ہے عربی زبان نہ جاننے والے کو اس کی سمجھ آ سکتی ہے کیونکہ یہ اللہ کی زبان ہے  
 اور اس کی سمجھ آ سکتی ہے اللہ کے بندوں کو اس کی سمجھ آ سکتی ہے۔ آپ اللہ کے  
 بندے بن جائیں تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یہی تو اس کا اعجاز ہے کہ ایک  
 آدمی جو بظاہر عربی نہیں جانتا وہ قرآن کو سمجھتا ہے۔ ہمیں ایسے لوگ ملے ہیں جو یہ  
 کہتے ہیں کہ اب فلاں آیت میں یہ لکھا ہوگا تو وہ لکھا ہوتا ہے۔ وہ پھر کہتے ہیں کہ  
 تیرے سوال کا جواب اس میں یہاں ہوگا تو وہ جواب وہاں ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ  
 عربی نہیں جانتا۔ تو وہ جب چاہے تمہارے ساتھ اپنی کائنات کا تعارف  
 کرادے۔ جب تم اس کے ہو گئے تو اس کی ساری کائنات سے تمہارا تعارف  
 ہو گیا۔ اسی طرح پھر اللہ کے فضل سے فارمولے کے بغیر تعارف ہوتا جاتا ہے۔



اب سوال کا جواب کیا ہے؟ کہ فارمولا اس کے لیے ہوگا جو اللہ کے ساتھ فارمولے کے ذریعے بات کرے گا۔ اگر وہ کہے گا کہ یا اللہ تو نے سو روپیہ دیا اور ہم نے ڈھائی واپس کر دیے ہم نے فارمولا پورا کر دیا تو اللہ کہے گا کہ تو بھی فارمولا پورا کر اور اتنی نمازیں پڑھ کے آ، اگر تلفظ غلط کیا تو پھر دوبارہ پڑھ۔ تو یہ ہے فارمولے کی بات۔ اور اگر تم نے اس کے ساتھ حساب نہ کیا تو وہ کہتا ہے کہ وترزق من تشاء بغير حساب جسے ہم چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں۔ اب کیا فارمولا لگانا ہے۔ ایک کو وہ کہتا ہے کہ جو تم کماؤ گے اس میں تمہیں رائی کارائی اور پائی کا پائی ملے گا۔ لیس للانسان الا ما سعى جو کوشش تم کرو گے وہی تمہیں ملے گا۔ اور دوسرے کو کہتا ہے کہ جس کو ہم چاہتے ہیں بے حساب دیتے ہیں تو گھبرایا نہ کر، فکر نہ کر۔ تو اسے اور سرفراز کر دیتا ہے اور حلال کے ساتھ کرتا ہے۔ اس کے کام نرالے ہیں۔ اس نے کسی سے پوچھ کے تو نہیں دینا۔ لِّلّٰہِ خِزَانُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خِزَانِہٖ اس کے اپنے ہیں۔ وہ جب چاہے دے دے۔ اسی طرح وہ عزت عطا فرما دیتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں تاثیر آ جاتی ہے۔ کیونکہ فلاں شخص کی عزت کا دور شروع ہو گیا اور پھر لوگوں میں اس کا احترام پیدا ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتے نہیں ہیں مگر کہتے ہیں کہ بابا جی آئیں بیٹھیں۔ اور جب خدا نخواستہ کوئی معزول ہو جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ چلو بابا ہم نہیں جانتے کہ تو کون ہے۔ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے کام۔ ورنہ تو کسی کی مجال نہیں ہے کہ کسی جھوٹے پیغمبر کو معزول کرے کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ تو بات پوری کر رہا ہے دین کی بات کر رہا ہے۔ جھوٹا وہ اس لیے ہے کہ اسے اللہ نے

نامزد نہیں کیا حالانکہ اس کے پاس سارا علم ہے، ساری عبادتیں اس کے پاس ہیں، ساری اچھائیاں اس کے پاس ہیں لیکن صرف ایک چیز نہیں ہے کہ اللہ نے اس کو پیغمبر نہیں بنایا اور وہ کہتا ہے کہ میں پیغمبر ہوں۔ اب یہ بات بڑے غور والی ہے کہ اس کا علم صحیح ہے، واقعات صحیح ہے، بندہ بھی صحیح ہے، اُسے پیغمبر تو ہونا چاہیے کیونکہ وہ لوگوں کے ساتھ نیکی بھی کرتا ہے، آنے جانے والوں کو کھانا بھی کھلاتا ہے، پھر وہ کیسے معزول ہو سکتا ہے؟ سچا پیغمبر بھیجے والا جھوٹے کو اس طرح سے معزول کرتا ہے کہ لوگوں میں اس کے خلاف خود بخود نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر وہ کہتا ہے کہ میری غلطی بتاؤ کہ کیا ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں غلطی کا تو پتہ نہیں ہے لیکن دل نہیں مانتا۔ یہ دل والی جو بات ہے یہ اللہ کے کام ہیں، اس میں فتویٰ نہیں چاہیے کسی کو کافر کہنے کا فتویٰ نہیں چاہیے بلکہ یہ دل کی بات ہے۔ اللہ جب چاہے دلوں پر سکون نازل فرما دے، جب چاہے علم سے سرفراز فرما دے، جب چاہے آپ کو عبادت کا راز بتا دے، جب چاہے آپ کو اپنے راستے پر چلا دے، جب چاہے اندھیرے سے روشنی میں داخل کر دے، جب چاہے گناہ معاف کر دے اور جب چاہے تو گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ اُسے کون روک سکتا ہے۔ تو یہ ہیں اس کے اپنے کام۔ اس لیے تم اللہ کی عبادت کرو، اللہ سے محبت کرو۔ ایک تو لوگ سماج کی عبادت کرتے ہیں، پھر شریعت کی عبادت کرتے ہیں، کچھ لوگ دوستوں کے ساتھ مل کے عبادت کرتے ہیں، کچھ لوگ بزرگوں سے ڈر کے کرتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں عبادت کرتے ہیں۔ اب یہ جو ہے دین کی عبادت ہے، شریعت کی عبادت ہے لیکن یہ اللہ کی محبت میں ہے۔ اب جو



محبت میں بات ہو رہی ہے اس کا اور ہی مقام ہے اور جو دین کے حوالے سے ہو رہی ہے شریعت کے حوالے سے ہو رہی ہے وہ اور ہے وہ فارمولے کی عبادت ہے۔ دین کی بات تو بڑی آسان ہے کہ اللہ کی راہ میں نثار ہو جانا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ اللہ کی راہ کے شوق والے دو بندے چاہیں جنہیں ذبح کرنا ہے تو لوگ کہیں گے کہ یہ تو جاہلوں والی بات کرتے ہیں اللہ کی راہ میں کیا بکرے ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن شوق والے کو پتہ چلے گا تو وہ کہے گا کہ ہم حاضر ہیں۔ اب یہ جو شوق والے آدمی ہیں ان کا راستہ جدا ہے اور جو قول کے چلنے والے ہیں وزن کے ساتھ چلنے والے ہیں ان کا راستہ جدا ہے۔ تو وہ وزن کے ساتھ ہیں اور فارمولے کے ساتھ ہیں۔ اور شوق والے وزن سے باہر ہیں اور فارمولے سے باہر ہیں۔ تو یہ شوق والے ہیں۔ اقبالؒ نے کہا تھا کہ

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشا ئے لبِ بامِ ابھی

تو عقل والے سوچتے ہی رہ گئے۔ ایک آدمی نے کہا کہ جب خیرات کا وقت آتا ہے تو میرا ایک دوست ایسا ہے جو سب سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو وہ لوگ اللہ کی راہ میں دینے کا موقع تلاش کرتے ہیں۔ اور دوسرے کہتے ہیں کہ بابا تم جمعرات کو آنا، تمہیں چار آنے مل جائیں گے۔ اور پھر وہ سائل کے ساتھ تلخی بھی کرتے ہیں سائل کو جھڑکی بھی دیتے ہیں۔ ایسی خیرات مت کیا کرو جو جمعراتوں کے حساب سے ہو یہ تو بندے کے حساب سے ہونی چاہیے آپ کے اپنے اعمال کے مطابق ہونی چاہیے آپ کے خیال کے مطابق ہونی چاہیے مگر



آپ نے تو اس کا بھی فارمولا بنا دیا کہ جمعرات کو چار بجے آجانا ساڑھے چار بجے سے پہلے آنا۔ توبہ توبہ اگر کسی بڑے آدمی کا کوئی فوت ہو جائے تو صبح خبریں آجاتی ہیں کہ اس کے جنازے میں فلاں فلاں آدمی شریک تھا۔ کیا اس وقت اس کو ہوش ہوتا ہے کہ دیکھے کہ کون کون شریک ہے کیونکہ اس کا توباب فوت ہوا ہوتا ہے۔ اب وہاں رجسٹر رکھا ہوتا ہے ایک بندہ بیٹھا ہوتا ہے جو لکھتا جاتا ہے کہ کون کون آیا۔ تو لوگ بھی نام لکھواتے ہیں۔ جس کا باپ مر جائے اُسے کہاں ہوش ہوتا ہے۔ مگر لوگ اپنا نام لکھوا آتے ہیں کہ میں آیا تھا۔ تو ایسے جنازے میں مت جایا کرو بہتر ہے کہ ایسی تعزیت نہ کیا کرو۔ کبھی آپ دیکھو کہ ایسا کوئی واقعہ ہو اور ٹیلی ویژن کا کیمرہ نظر آجائے تو مکھیوں کی طرح سب اس کی طرف شوٹ کر جاتے ہیں اور وہ واقعہ وہیں ختم ہو جاتا ہے وہاں جھگڑا ہو جاتا ہے کہ آگے کون آئے گا اور اپنی شکل دکھائے گا۔ تو یہ فوری نتیجے لینے کے لیے ساری کوششیں ہیں۔ انسان ذرا بھی انتظار نہیں کرتا کہ نتیجہ اللہ کے فضل سے ہوگا۔ وہ فوری نتیجہ چاہتا ہے عبادت کا فوری رزلٹ چاہتا ہے۔ آج کا انسان بے تاب اور بے صبر ہے۔ کہتا ہے کہ مجھے یہاں کیا ملا؟ تو ظاہر یہ ہو رہا ہے کہ وہ یہاں سے کچھ ملنے کے لیے بے تاب ہے۔ تجھے ایسا کچھ نہ ملے تو وہ بہتر ہے اور تیرا نمبر سب کے بعد میں آئے تو وہ بہتر ہے۔ کیونکہ جن کو ملا ان کو ساتھ ہی رخصت مل گئی۔ سائل دروازے پہ آگیا اور اس نے سوال کیا اُس نے دے کے کہا کہ اب جاؤ وہ چلا گیا۔ جس کو نہیں بھیجا اس کو ٹھہرا دیا جاتا ہے کہ ٹھہر جا تمہیں دیتے ہیں۔ تو وہ ساتھ ہی مل گیا۔ تو فوری رزلٹ مت مانگا کرو۔ اللہ کریم نے قرآن پاک میں یہ

فرمایا ہے کہ اگر تمہیں نیکی کے فوری معاوضے کی تمنا ہو تو یہ بھی دیکھ لو کہ تمہاری بدی کا بھی فوری رزلٹ آجائے گا۔ جب تم چاہتے ہو کہ بدی کا رزلٹ آگے جا کے ملے تو نیکی کو بھی آگے جانے دو۔ یعنی کہ نیکی کا فوری نتیجہ مانگنے والا بدی کا فوری نتیجہ کیوں نہیں مانگتا۔ بس اتنی بات یاد رکھنا۔ جب کبھی اپنی نیکی کا فوری نتیجہ مانگو تو یہ خیال کرو کہ بدی کا بھی فوری نتیجہ آجائے گا۔ اس لیے یہ کہو کہ یا اللہ تو مہربانی کر اور نتیجہ اپنے پاس رکھ۔ پھر آسانی ہو جائے گی۔ اللہ کے کام اللہ پر چھوڑو۔ قرآن پاک کو کس زبان میں پڑھا جائے؟ اسے دل کی زبان سے پڑھا جائے، محبت سے پڑھا جائے، ادب سے پڑھا جائے، جس کا یہ کلام ہے وہ مصنف موجود ہے۔ اپنے دل میں کہو کہ یا اللہ بات سمجھ نہیں آرہی تو وہ سمجھا دے گا۔ تو وہ محبت کرنے والوں کو سمجھا دیتا ہے۔ Common Man کے لیے یہ ہے کہ پہلے عربی پڑھو، فاضل بنو اور زبان پر عبور کرو۔ ایک غیر عربی کو عربی زبان کا علم کتنی دیر میں آتا ہے؟ اور وہ بھی قرآن فہمی کے لیے۔ تو قرآن کی زبان کو سمجھنے کے لیے زبان کے طور پر Language کے طور پر، میرا خیال ہے کہ اس کے لیے ایک زندگی کافی نہیں ہے۔ اگر زندگی میں پانچ نمازوں کو باقاعدہ باجماعت ادا کیا جائے تو آج کل کے دور میں لوگ کہیں گے کہ کاروبار کا خدا حافظ کیونکہ یہ دور کاروبار کے حساب سے فنانس کا دور ہے، نظام عالم ادھر کا ادھر چلا جا رہا ہے، ہر چیز کے اوپر ایمر جینسی لگی پڑی ہے، نظام آپ کے ہاتھ سے نکل سکتا ہے۔ تو قرآن پاک کے علم کو حاصل کرنے کے لیے صرف Language حاصل کرنے کے لیے پوری زندگی چاہیے قرآن کی تشریح پڑھنے کے لیے دس زندگیاں چاہئیں۔ حضور پاک



صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے سولہ زندگیاں چاہئیں۔  
 کمائی کے لیے کیا چاہیے؟ یہ آپ کو خود پتہ ہے کہ حالات کیا ہیں، کیا واقعات ہیں،  
 بچوں کی شادیاں کرنی ہیں۔ اور زندگی کتنی چاہیے؟ کتنے ہی سال، مگر زندگی بڑی  
 مختصر ہے۔ خوراک کی بجائے انسان کو دوائیاں کھانی پڑ جاتی ہیں، جتنے بھی پیسے  
 آجائیں وہ ختم ہو جاتے ہیں اور پتہ بھی نہیں چلتا، مہنگائی بھی بہت ہے۔ پھر بھی  
 زندگی گزرتی چلی جا رہی ہے۔ آپ دعا کرو کہ اللہ اپنے فضل سے ہر شے چلا دے  
 یہ تمہارے اختیار سے کبھی نہیں چل سکتی۔ کوئی آدمی دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر کسی کا بچہ  
 تکلیف میں آجائے تو نمازیں بھول جاتی ہیں۔ بچہ بیمار ہو تو ماں بھی بیمار ہو جاتی  
 ہے۔ اس لیے ان سارے واقعات کو بڑے غور سے دیکھتے جاؤ۔ تو اللہ کی کتاب  
 کون بتائے گا؟ یہ عربی زبان نہیں بتائے گی بلکہ اللہ آپ ہی بتائے گا۔ بس اس کو  
 غور سے پڑھتے جاؤ تو سمجھ آجائے گی۔ لوگوں کو کرنے دو جو وہ کرتے ہیں  
 مدرسے بنانے دو اتنی آبادی ہے یہ رونق ہے وہ علوم حاصل کرتے جائیں۔ یہ  
 پیشہ بن گیا ہے اسی طرح مشائخ کرام کا ایک پیشہ بن گیا۔ یہ اچھا پیشہ ہے اس کو  
 بھی چلنے دو۔ آپ کیا کر سکتے ہو بس چلنے دو۔ کسی ایک زندگی کو صحت مندرش پر  
 چلانے کے لیے اللہ کا فضل چاہیے۔

اور کوئی سوال بولو

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ ایک یہاں کی زندگی ہے جس میں حاصل کرنا ہے  
 دوسری آگے کی زندگی ہے جس کے لیے دوسروں کو دینا ہے۔ اگر دوسروں کو



دیتے جائیں تو انسان کا گذر بسر کیسے ہوگا؟

جواب:

پہلے تو آپ یہ دیکھیں کہ چھوٹے سفر کے لیے بڑا سفر قربان نہیں کر سکتے۔ تو تھوڑی منفعت پر بڑی منفعت قربان نہ کرو۔ یہاں کا سفر کٹ رہا ہے یہ واجبی واجبی چلتا جائے، تکلیف سے بچتا ہوا چلتا جائے کیونکہ آپ نے جو مال کمانا ہے وہ یہاں استعمال کرنا ہے یہ مال ساتھ نہیں جائے گا۔ آخرت کا مطلب یہ ہے کہ اس زندگی کو عارضی سمجھنا اور آخرت کے نام پر اسی مال میں سے قربانی کر دینا۔ آخرت کے لیے آپ نے اور کوئی کام نہیں کرنا بلکہ اسی زندگی کو گزارنے کا نام آخرت ہے۔ مطلب یہ کہ یہ زندگی آخرت کا سفر ہے۔ اگر کسی بندے کے ساتھ نیکی کر دو تو آخرت اچھی ہوگی، دوست کے ساتھ وفا کر دو تو آخرت اچھی ہوگی، اپنے پیسوں میں سے کسی انسان کو پیسے عطا کر دیے تو آخرت اچھی ہوگی، کسی کے ساتھ دو میٹھے لفظ بول دیے تو آخرت اچھی ہوگی۔ تو آپ کے ساتھ یہ نظام چل رہا ہے آپ کچھ نہ کچھ کرتے جاؤ اسی کا نام ہے آخرت۔ یہ دنیا ہی آخرت ہے۔ اس لیے اسے آخرت کی کھیتی کہتے ہیں۔ کھیتی کا مطلب یہ ہے کہ آپ جو کام کر رہے ہیں اس نے آخرت بن جانا ہے۔ اگر آپ نے تلخ اور سخت لفظ بولے تو آخرت خراب ہو جائے گی۔ اگر کسی کی ماں عالم نہیں ہے تو بھی اس کی دعا سے اس کو علم مل جائے گا۔ تو ماں عالم نہیں بلکہ عالم ساز ہے۔ ماں کی دعا سے جنت نصیب ہو جائے گی۔ اب وہاں کیا ہے؟ وہاں کوئی اور ہی راز ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے بڑے راز رکھے ہوئے ہیں۔ آپ انہیں ڈھونڈو اور آگے نکل جاؤ۔ جانا تو

ہے چار دن بعد چلے جانا ہے، تو راز اٹھاؤ، چابی اٹھاؤ اور راستہ پار کر جاؤ۔ چابی کیا ہے؟ کسی کی دُعا لے لو۔ اب دُعا والے کون کون ہیں؟ جو آپ سے درجے میں بلند ہیں ان سے دُعا لے لو۔ کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ، کسی اٹکے ہوئے مسافر کی زندگی آسان بنا جاؤ، اپنے پیسوں میں سے اُسے کچھ دے دو، اس کی زندگی اُنکی ہوئی ہے، وہ آگے چلا جائے گا۔ تو کسی کے ساتھ نیکی کر جاؤ، آپ کا مسئلہ آسان ہو جائے گا۔ تو یہ شب و روز کی زندگی گزارو، ہم یہ نہیں کہتے کہ نہ گزارو لیکن اگر تمہاری شب و روز کی زندگی سونے کے زیورات کی بجائے ان کے بغیر گزر جائے اور لوگوں کی زندگی کھانے پینے کے معاملے میں آسان ہو جائے تو آپ نے سونا کیا کرنا ہے۔ اگر نمائش کے بلب بند کرو اور کسی غریب کے گھر میں ایک چھوٹا سا بلب جلاؤ تو وہ نمائش سے بہتر ہے۔ اگر تیرے گھر کی نمائش اس کے گھر کا چراغ بجھا رہی ہے تو میرا خیال ہے کہ اپنے گھر کی نمائش بند کر دو۔ تم اور کچھ نہ کرو، صرف ایک کام کرو کہ دولت کا اظہار نہ کرو۔ پھر غریب آدمی پریشان ہونا چھوڑ دے گا۔ تم نے دولت کا اظہار کر کے غریب کو پاگل کر دیا۔ غریب اتنا غریب بھی نہیں ہے لیکن تمہاری کاروں کی چمک دیکھ کے پریشان ہو گیا۔ اپنی طاقتوں کو مدھم رکھو، چھپا کے رکھو۔ آپ جتنے لوگ یہاں بیٹھے ہیں اگر یہ وعدہ کریں کہ ان شادیوں میں جانا بند کر دو گے جن کے ولیمے ہوٹلوں میں ہوتے ہیں اور اپنے بچوں کی شادیاں بھی ہوٹلوں میں نہ کرو تو آپ کا آدھے سے زیادہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ میں آپ کو اچھے کھانوں سے محروم نہیں کر رہا لیکن اس کی وجہ سے بے شمار لوگ برباد ہو رہے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ ولیمہ کیسے ہوگا۔ ولیمہ ایسا ہو کہ چار آدمی مل کے کھانا



کھالیں۔ مگر یہ کہتے ہیں کہ ہوٹل میں ولیمہ ہونا چاہیے۔ تو آپ کے ساٹھ ستر ہزار روپے یا لاکھوں روپے ولیمے پہ خرچ ہو جاتے ہیں۔ وہی خرچ گھر میں چند آدمیوں پر کر دو۔ پتہ نہیں ہوتا کہ کون کون کھا گیا ہے اور کچھ لوگ مقروض ہو گئے۔ پچھلے دنوں ایک دانش ور نے ہوٹل میں ولیمہ کھلایا، اس پر قرضے کا انبار پہلے ہی بہت تھا۔ اب ایک اور قرضہ ہو گیا اور وہ نمائش لگانے والا مقروض ہونے کے مزے لیا۔ یعنی کہ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے کم ظاہر کر دے پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ آپ اپنی ہستی سے زیادہ ظاہر کرتے ہیں اور اس طرح پریشان ہو جاتے ہیں۔ اتنا سا خیال کرو کہ عاقبت ٹھیک ہو۔ عاقبت کیا ہے؟ ساتھ والے کی غربی کی توہین نہ کرو کسی کی غربی کی توہین نہ کرو اپنی دولت کو اپنے دائرے میں رکھو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تم دولت کی نمائش کرتے ہو اور وہ آدمی اپنی غربی میں اور پریشان ہو جاتا ہے۔ پھر اس سے بددعا نکلتی ہے سماج میں پریشانیاں ہو جاتی ہیں۔ سیاسی طور پر یہ دیکھو کہ یہ جو دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہیں ان کا وہ پرابلم ہی نہیں ہے جو تیسرے فریق کا پرابلم ہے اور وہ تیسرا فریق آپ ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے گھر میں کھانا پورا ہوتا ہے اور آپ لوگ دقت میں ہیں۔ پہلے آپ کو ایک بل زیادہ آجائے گا، پھر دوسرا بل زیادہ آجائے گا، پھر سوئی گیس کا ریٹ بڑھ جائے گا، پھر کسی اور چیز کا بڑھ جائے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ لیتے چلے جاؤ گے۔ وہ لوگ شطرنج کھیتے جائیں گے اور آپ مہروں کی طرح چلتے جا رہے ہیں۔ مقصد یہ کہ اصل واقعہ تو آپ لوگ ہیں۔ اس لیے ان دونوں گروہوں کی عاقبت صحیح نہیں ہوگی جو عوام کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہے اور آپس میں لڑائیاں کرتے جا رہے ہیں۔



عوام کے لیے بھی کام ہونا چاہیے۔ اس سے عاقبت بہتر ہو سکتی ہے۔ عاقبت کیا ہے؟ کسی کی زندگی آسان بنانا۔ اپنی زندگی کے لیے تو ہر کوئی کچھ نہ کچھ کرتا رہتا ہے دوسروں کی زندگی آسان بنانا۔ عاقبت کو اچھا کرنا۔ عاقبت دراصل اسی زندگی کے اندر رہنے کے مزاج کا نام ہے۔ اس لیے اچھی زندگی گزارو عاقبت اچھی ہو گی۔

اور بولو \_\_\_\_\_ حافظ صاحب بولو \_\_\_\_\_

سوال:

حدیث شریف میں ہے کہ ماں کے قدموں تلے جنت ہے تو کیا باپ کے بارے میں بھی کوئی حدیث ہے۔

جواب:

ماں باپ ایک ہی شعبہ ہے۔ باپ کو عام طور پر محبت کی بجائے ڈسپلن کے لیے رکھا گیا ہے۔ قوامون علی النساء: تو یہ ڈسپلن کرتے رہتے ہیں، ٹریننگ کرتے رہتے ہیں۔ دُعا دینے والی ماں ہی ہے۔ باپ جو ہے یہ اصلاح کرنے والا ہے اور ماں دُعا کرنے والی ہے۔ اگر بچہ غلطی کر کے آئے تو باپ ڈانٹے گا اور ماں کہے گی چلو چھوڑو یہ بچہ ہی تو ہے۔ اس لیے جنت اس کے قدموں کے نیچے ہے۔ تو وہ دُعا کرنے والی ہے محبت کرنے والی ہے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبرستان میں تشریف لے گئے اور ایک قبر کے پاس جا کے کھڑے ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ کس کی قبر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ یہ فلاں انسان کی قبر ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ کیا اس کے

بعد کا کوئی زندہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ اس کی ماں ہے۔ آپؐ نے فرمایا چلو اس کے پاس۔ تو اس کی ماں کے پاس گئے اور فرمایا کہ تیرا بیٹا کس حالت میں مرا ہے؟ اس نے کہا کہ میں اب کیا عرض کروں مجھے اس نے بڑی تکلیف پہنچائی میری زندگی میں بڑا نقصان کر گیا میرا کہنا نہیں مانا۔ تو وہ گلہ کرتی گئی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اس کو معاف کر دو۔ اس نے کہا کہ مجھ میں معاف کرنے کی ہمت نہیں ہے اس نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ آپ اس کو قبرستان لے گئے اور توجہ سے اُس کو دکھایا کہ اس کے بچے پر کیا عذاب ہے۔ تو ماں کی چیخیں نکل گئیں۔ ماں نے کہا کہ میں نے معاف کر دیا ہزار بار معاف کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ ماں کا حوصلہ ہوتا ہے معاف کر دینے کا۔ وہ جانتی ہے کہ بچے کے لیے محبت کیا ہوتی ہے۔۔۔ ایک جنگ کے دوران کسی ماں کا بچہ گم ہو گیا وہ بھاگی دوڑی دیوانہ وار پھرتی رہی سخت چیخ و پکار کی آخر بچے کے پاس پہنچی اور خوش ہو گئی شکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس طرح یہ بچے کے لیے بڑی پریشان ہو کے پھر رہی تھی اللہ کی محبت ستر ماؤں کے برابر ہے۔ اللہ کی رحمت بندے کی تلاش میں رہتی ہے کہ کوئی موقع مل جائے کوئی بہانہ مل جائے کہ اس کو معافی دی جائے۔ ویسے بھی مسلمان کے لیے تو رحمت ہی ہے۔ اگر خدا نخواستہ کوئی مسلمان دوزخ میں چلا گیا تو کافر کیا کہے گا؟ تم تو ہمیں دعوت دے رہے تھے اور اگر تم نے بھی یہاں پہنچنا تھا تو ہمیں کیا دعوت دے رہا تھا۔ اس لیے عام طور پر مسلمانوں کی بخشش ہی ہے۔ ویسے بھی جس آدمی کے دل میں اور زبان پر محبت سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آیا اُس کے لیے دوزخ کی

آگ نہیں ہے۔ تو جس دل میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اس کے لیے دوزخ کہاں۔ وہاں دوزخ کی بات نہیں ہے۔ آپ بس شور نہ مچایا کرو دوسروں کو تکلیف نہ دیا۔ کرو غرور نہ کیا کرو آپ کے پاس جو مال ہے اس سے غریبوں کے ساتھ تعاون کیا کرو تو مسئلہ حل ہو جائے گا۔  
اور کون بولے گا؟ حافظ صاحب بولیں گے؟ علی عابدی؟

سوال:

آپ نے لکھا ہے کہ ”جب آنکھ دل بن جاتی ہے تو دل آنکھ بن جاتا ہے“ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے تو دیکھنا اُس نے آنکھ سے ہے اور جب اس کو دل سے دیکھے یعنی کہ آنکھوں میں دل آنسو کی شکل میں چھلک جائے تو اس آدمی پر عرفان کی منزل کا آسان ہونا ممکن ہو سکتا ہے۔ جو اس کائنات کی اشیاء کو خالق کے جلوے کے روپ میں دیکھے اس پر دل کی دنیا آسان ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ دیکھے کہ نور بنانے والے اللہ نے کیا چاند بنایا، کیا سورج بنایا۔ اور اس طرح دیکھے کہ اس کا پورا دل اپنی آنکھوں میں آجائے۔ جب آنکھ کے اندر دل آجائے تو دل میں آنکھ پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اس منظر میں کچھ اور منظر دیکھنے لگ جاتا ہے۔ جس نے منظر کو محبت سے دیکھا اس نے منظر کے اندر ایک اور منظر کو دیکھ لیا۔ یہ ہے اس کا مطلب۔ تو اُس نے اس روپ میں کچھ اور روپ دیکھا، تو وہ پھر اپنی ذات سے نکل کر کسی اور ذات میں چلا جاتا ہے۔ جس طرح مجنوں



ہر چہرے میں آتی ہے نظریار کی صورت  
احباب کی صورت ہو کہ اغیار کی صورت  
پہچان لیا تجھ کو تیری جلوہ گری سے  
آتی ہے نظرفن سے ہی فن کار کی صورت

تو آپ فن میں نہ کھو جاؤ بلکہ فن کار کے پاس چلے جاؤ بنانے والے کے پاس چلے  
جاؤ۔ یہ ہے اشیاء سے ذات کا سفر۔ جب تم اشیاء سے ذات کا سفر کرو یا صفات  
سے ذات کا سفر کرو تو پھر تمہیں پتہ چلتا ہے کہ آنکھ دل کب بنتی ہے اور دل آنکھ  
کب بنتا ہے۔

اور کہ فی سہ سال ۱۰ روپیہ

شہ لیف صاحب بوئیں \_\_\_\_\_ اظہر! اقبال صاحب بوئیں

اگر آپ لوگ نہیں بولتے تو پھر چند باتوں کو یاد رکھو کہ زندگی جو ہے اس کو اپنی منفعت کے علاوہ دوسروں کے لیے منفعت بناؤ۔ اپنی منفعت دنیا تک ہے اور اگر آپ دوسروں کی منفعت کریں گے تو وہاں تک چلے جائیں گے۔ یہ چھوٹی سی بات ہے اس کو یاد رکھنا کہ آپ کی زندگی اس دنیا میں کس کے کام آئے

گی؟ دوسری بات یہ کہ کیا آپ کی زندگی کسی ایسے آدمی کے ایسے وقت میں کام آئی جب وہ دُعا مانگ رہا تھا کہ یا اللہ کوئی انتظام کر۔ کیا یہ مشکل بات ہے؟ نہیں سمجھ آئی؟ جو شخص یہ دُعا کر رہا ہو کہ یا اللہ کوئی سبب بنا، بھوکا ہوں، کھانے کا سبب بنا، اگر اس وقت تمہیں کھانا دے دیا جائے کہ اس کو پہنچا دو تو تم یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی دُعا کی تاثیر کے لیے تمہیں چن لیا۔ ایسا وقت ضرور تلاش کرو کہ کسی انسان کی دُعا کی تاثیر کے طور پر تمہیں اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہو کہ یہ کام تم کر کے آؤ۔ اس آدمی کا کام دُعا تھا اور وہ دُعا مانگ رہا تھا۔ جب ایسے واقعات تمہاری زندگی میں آئے تو تمہیں معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل کیا ہوتا ہے۔ یہ ضروری بات ہے۔ اور اپنی زندگی میں استغفار ضرور کرتے رہا کرو، وظیفے کے طور پر کرتے رہا کرو کہ یا اللہ ہم سے جو غلطی ہو گئی وہ معاف فرما دے۔ استغفر اللہ! اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی میں جو کیا اس پر الحمد للہ کہو کہ یا اللہ تیرا شکر ہے جو تو نے کیا۔ اس طرح آپ چلتے جاؤ۔ اس زندگی میں آخرت کا سفر اختیار کرو اور آخرت کے ساتھی چن لو۔ آسمان میں بڑے لمبے فاصلے ہیں، آسمان میں تنہائیاں ہیں، وہاں کسی سیارے پر ٹیلیفون بھی نہیں ہے اور آپ نے کہیں سے کہیں شوٹ کر جانا ہے۔ تو وہاں اتنا لمبا سفر ہے اتنی تنہائیاں کا سفر ہے، تو اس کے لیے کوئی ساتھی چن لو تاکہ وہاں پر مانوس واقعات ہوں۔ تو آخرت کے ساتھی آپ نے اسی دنیا میں بنانے ہیں۔ اس زندگی میں آخرت کی سنگت چن لو۔ آپ اتنا سا کام کر لو تو میرا مسئلہ بھی حل ہے اور آپ کا مسئلہ بھی حل ہے۔ تو اس زندگی میں آخرت کے سنگی چن لو۔

سوال:

یہ کتنے آدمی ہونے چاہئیں؟

جواب:

جتنے تم زندگی میں چاہتے ہو اتنے آدمی ضرور ہونے چاہئیں۔ تو آخرت کی سنگت ضرور مرتب کرو۔ پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ آخرت کی سنگت ہونی چاہیے۔ رفیقان طریق یعنی راستے کے ساتھی بنالو۔ وہ لمبا راستہ ہے تنہائیوں کا راستہ ہے، مشکل راستہ ہے۔ تو سنگت بھی ہو اور منزل بھی ہو۔ تو منزل جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل ہے۔ تو ساتھی ضرور بنالو۔ اور جن لوگوں کو آپ کے مرنے کا غم ہو سکتا ہے ان کو زندگی میں خوشی ضرور دینا یعنی جن لوگوں کو آپ کے جانے کا غم ہوگا ان لوگوں کو ضرور خوشی دے جاؤ۔ تو اپنے دل میں یہ ڈھونڈ لو کہ جب آپ مر گئے تو کون کون دل سے روئے گا؟ تو ان لوگوں کو زندگی میں ہنسایا کرو خوش رکھا کرو۔ بس اتنی ساری بات ہے۔

حافظ صاحب آپ درود شریف سنائیں۔

اب سارے دُعا کریں۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء  
والمرسلین سیدنا و سندننا و مولانا حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ  
اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



A decorative rectangular border with a repeating floral or foliate pattern, rendered in a dark ink or color, framing the central content.

2

2

- 1 عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ نہیں بدلنا چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔
- 2 تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟
- 3 یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس میں بھی ہے۔
- 4 آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں، مثلاً طاقت میں بڑے لوگ گزر گئے، غزل میں غالب گزر گیا، تو ہمارے کرنے کا کام کیا رہ گیا؟
- 5 آپ کا ”صبر“ کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں سی اور کارادہ بھی شامل ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟
- 6 ایک بات سمجھ آ جاتی ہے، میں چھ خیال آ جاتا ہے کہ شاید یہ غلطی ہو۔ یہ انضراب کیوں ہے؟
- 7 اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر \_\_\_\_\_
- 8 ”اللہ کی ہر روز نئی شان ہے“ اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ کو ہر روز کوئی نیا کام ہوتا ہے \_\_\_\_\_
- 9 لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے ہوں تو انہیں



اٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

سوال:

عملی زندگی میں ایسا ہوتا ہے کہ انسان کو اپنا فیصلہ نہیں بدلنا چاہیے لیکن وہ روز بدل دیتا ہے۔

جواب:

ہوتا یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا کی تمنا رکھی ہوئی ہے اگر اس کو دین کی فکر دلا دو تو بھی وہ فیصلہ بدل کے دنیا میں چلا جاتا ہے اور اس کی تمنا وہی رہتی ہے۔ اسے اگر کہیں کہ تو تھوڑا عرصہ فاقہ کرتو پھر جب اسے دنیا کی ضرورت پڑے گی تو ادھر چلا جائے گا۔ اصل میں وہ فیصلہ نہیں بدلتا جو کہ اس کی فطرت ہے یا مدعا ہے۔ لالچی آدمی جو ہے یہ لالچ نہیں چھوڑے گا، بظاہر وہ فیصلہ بدل دے گا لیکن وہ مزاج نہیں بدلے گا۔ تو جس کا مدعا آخرت ہو وہ دنیا کے سارے فیصلے بدل دے گا لیکن آخرت کے فیصلے نہیں بدلے گا۔ یہ ہو نہیں سکتا۔ مسلمان جو ہے وہ اپنی منفعت چھوڑ دے گا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑے گا۔ کافر جو ہے وہ اپنے انداز کا کام کرتا جائے گا۔ جس کو آپ کہہ رہے ہیں کہ فیصلہ بدلا تو اصل میں وہ نہیں بدلا۔

سوال:

تو پہلا فیصلہ نہیں بدلا؟

جواب:

نہیں بدلا۔ دوسرا فیصلہ تو اس لیے بدلا کیونکہ وہ پہلے فیصلے کی راہ میں رکاوٹ بنا۔ تو اس نے پہلا فیصلہ پورا کر لیا۔ جس شخص کا کہتے ہیں کہ وہ دھوکا دے گیا دراصل وہ کسی اور شے کے ساتھ وفا کر رہا ہے۔ زندگی کی کہانی بڑی آسان ہے آپ ایسے ہی پریشان ہو رہے ہیں۔ اس میں کوئی دقت والی بات نہیں ہے۔ کوئی شے کچھ نہیں ہو سکتی۔ صرف یہ عقل کا پھیر ہے باقی کچھ نہیں ہونا۔ بظاہر آپ جس کو سمجھ رہے ہیں کہ یہ وہ چیز ہے تو وہ ویسی نہیں ہے کچھ اور ہی ہے۔ بابا بلھے شاہ کہتے ہیں کہ اندر داخل ہو کے دیکھ کہ یہ کون ہے یہ کون شور مچا رہا ہے۔ تو اندر سے کہانی کچھ اور ہی ہے۔ ایک آدمی ہوتا ہے جو لنگر پکانا شروع کرتا ہے گھر میں جو چیز ہوتی تھی وہ پکا کے تقسیم کرتا تھا تھوڑا سا کھانا بھی تقسیم کر دیتا تھا۔ سارا خاندان اسے پاگل کہتا تھا۔ وہ پکاتا تھا اور تقسیم کرتا تھا پکاتا گیا اور تقسیم کرتا ہی گیا۔ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو بے وقوف آدمی ہے۔ پھر پتہ چلا کہ وہی کام کا آدمی نکلا کہ اُس ”بیوقوف“ کے پاس بڑے بڑے دانا آکے ”پاگل“ ہو گئے۔ اب اس کا کام اور طرف نکل گیا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے ویسا بنایا۔ یہاں سے غور کے قابل ایک پوائنٹ آتا ہے کہ ایک خاص Environment کے ساتھ ایک خاص Behaviour وابستہ ہو جاتا ہے۔ بات سمجھ آئی؟ آپ لوگوں کو سمجھ آرہی ہے؟ تو خاص حالات، ماحول اور سماج کی وجہ سے اس شخص میں ایک خاص انداز



ہستی آجاتا ہے Behaviour آجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بعض اوقات ہم ایک اور ماحول میں ایک اور ہستی کے ساتھ ایک اور Environment میں چاہتے ہیں کہ اس کا Behaviour ایسا ہو تو یہاں پہلے کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ دین جو ہے ایک خاص Environment میں یہ لوگوں کی زندگی میں پورا Adjust رہا۔ اب Environmnets اور ہیں ماحول اور ہے اب بہت ساری چیزیں جو ہیں وہ موجودہ حالات اور واقعات کی وجہ سے آپ کو ضروری کرنا پڑ جاتی ہیں۔ پہلے زندگی ایسے نہیں تھی اب زندگی اور ہے زندگی کے اپنے تقاضے ہیں۔ مثلاً سیروافی الارض اور یہ کہ فانظروا کیف کان عاقبة المکذبین یعنی دنیا کی سیر کرو اور دیکھو کہ جھوٹوں کی کیا عاقبت ہوئی۔ آپ کہتے ہیں کہ میں چلا ہوں دنیا کی سیر کرنے کے لیے تو وہ کہتا ہے کہ پاسپورٹ؟ اب یہ کیا ہے؟ یہ ایک مجبوری لگ گئی۔ اب پاسپورٹ کے دفتر جاتے جاتے پولیس کے دفتر بھی گئے۔ جانا کہاں ہے؟ قرآن کی آیت کے مطابق۔ اور پھر یہاں کے واقعات شروع ہو گئے فوٹو بھی لگانے ہیں۔ پھر وہ کہتے ہیں کہ ایسے ہم نے تمہیں بارڈر کراس نہیں کرنے دینا۔ پیدل جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ تو آپ کوئی Conveyance لے لو۔ تو اللہ کی طرف جانے کا واقعہ بھی کچھ مہنگا ہو گیا بات مشکل ہو گئی۔ تو Environments جو ہیں وہ یوں بدل گئے تو وہ Behaviour ہونا مشکل ہے جو پہلے تھا۔ اس لیے پھر لوگ پریشان ہو جاتے ہیں۔ اب اپنے ماحول کے مطابق اس جیسا Behaviour آپ بنا سکتے ہیں لیکن Exactly ویسا نہیں بنا سکتے۔ اس لیے آپ کے اندر تلون پیدا ہو جاتا ہے۔ اور آپ کی

Activity جو ہے وہ Change ہو جاتی ہے۔ پھر آپ Trial and error کرتے رہتے ہیں کہ اب کیا کیا جائے اب کیا نہ کیا جائے یہ میرے لیے صحیح ہے یا یہ میرے لیے صحیح نہیں ہے۔ تو انسان گھبرا جاتا ہے بھاگتا ہے پھر۔ یہ بھاگنا جو ہے دراصل یہ آپ کی تلاش ہے کہ کہیں پر وہ قرار کا مقام آجائے مگر وہ آتا نہیں ہے۔ آپ پھر Constantly ایک اصلی مقصد کی طرف لگے ہوئے ہیں۔ تو Change ہونے والا فیصلہ بھی Change نہیں ہوتا۔ مقصد یہ کہ اگر سکون چاہیے تو آپ لوگ سکون کا نسخہ بدلتے جا رہے ہیں حالانکہ مدعا سکون ہی ہے۔ نسخہ بدلتا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ ہم متلون مزاج ہیں یہ تلوں والا مزاج نہیں ہے بلکہ مستقل مزاج ہے۔ مثلاً ایک آدمی نے بے شمار تجربے کیے اس نے ایک دوکان بنائی تو وہ خراب ہو گئی دفتر کھولا تو وہ خراب ہو گیا دوسری دوکان بھی خراب ہو گئی۔ یہ متلون مزاج نہیں بلکہ مستقل مزاج ہے۔ مستقل مزاج کیوں ہے؟ کہ وہ کر رہا ہے نہ ہونے کے باوجود کرتا جا رہا ہے۔ گویا کہ وہ اپنے مزاج میں مستقل ہے۔ ہر شخص اپنے بظاہر تلوں کے باوجود متلون نہیں بلکہ وہ استقامت میں ہے۔ تو مستقل تلوں جو ہے یہ استقامت کہلاتا ہے۔ تو Ever changing life is constant اس کو پھر لوگوں نے قانون بنایا کہ زندگی میں ایک ہی چیز Constant ہے اور وہ ہے Mutability \_\_\_\_\_ Mutability کا کیا معنی ہے؟ Ever Changing۔ جیسے سورج ہے صبح دوپہر شام اور رات ہے۔ تو یہ Ever Changing ہے اور Constant ہے۔ بندے کا پیدا ہونا بڑا ہونا بوڑھا ہونا اور انتقال پر ملال ہو جانا یہ Constant ہے۔ یعنی



کہ وہی چیز Constant چلی آرہی ہے۔ جس کو آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ Changing ہے وہ Constant چلا آرہا ہے۔ اور پھر موسموں کا تغیر اور تبدل Constant ہے۔ واقعات کا مزاج Constant ہے۔

ثبات اک تغیر کو ہے زمانے میں

تو تغیر ہی دنیا میں ایک ایسی چیز ہے جو Constant ہے۔ بدلنے والا دراصل نہیں بدل رہا۔ اپنے فیصلوں کو بدلنے والا دراصل فیصلوں کو نہیں بدل رہا اس کا فیصلہ قائم ہے۔ اس کا فیصلہ کچھ اور ہے۔ اس فیصلے تک پہنچنے کے لیے اس نے چھوٹے موٹے فیصلے کر رکھے ہیں وہ انہیں توڑتا ہے بدلتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔ لیکن اس کا مدعا جو ہے وہ قائم ہے۔ اس ساری بات کا فیصلہ کیا ہوا؟ آپ ایک مقصد کے حصول کے لیے جو Behaviour بناتے ہیں کچھ عرصے کے بعد وہ Behaviour بدل دیتے ہیں لیکن مقصد پھر بھی نہیں بدلتے۔ اگر Behaviour بدل جائے تو آپ دیکھیں گے کہ اس کا مقصد پھر بھی وہی کا وہی ہے جو پہلے تھا۔ کہتے ہیں کہ پہلے اس نے کیا کام کیا تھا؟ کہتا ہے آج یہ کسی اور رنگ میں آیا ہوا ہے۔ کسی زمانے میں عشق جو ہے یہ ہیر اور رانجھے کے قصے میں آیا کرتا تھا۔ یہ عشق کے کردار تھے جو ہیر کی شکل میں آتے تھے رانجھے کی شکل میں آتے تھے اور وارث شاہ کی شکل میں آتے تھے اور اب کیا ہے؟ یہ بینک بیلنس کی شکل میں آتے ہیں۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ پہلے یہ ہوتا تھا کہ ایک آدمی بے چین ہے بے تاب ہے کہتا تھا کہ میں جاؤں گا اور ضرور جاؤں گا کیونکہ اسے محبت ہوگئی تھی۔ اب کیا ہے؟ اب کہتے ہیں کہ اس کو پیسے کی ضرورت پڑگئی ہے۔



تو پیسے کی ضرورت والا بھی اتنا ہی بے چین نظر آ رہا ہے جتنا عشق کی ضرورت والا۔  
تو یہ ٹریجڈی ہے اس دور کی کہ لوگوں کو مال سے اتنی محبت ہو گئی ہے جتنی کہ ذات  
سے ہونی چاہیے تھی۔ یہاں سے خرابی آ گئی کہ ذات کی محبت نکل گئی اور چیزوں کی  
محبت آ گئی۔ بعض اوقات لوگ اللہ سے محبت کرنے کی بجائے دین سے محبت  
کرنے لگ جاتے ہیں۔ آپ نے کبھی ایسے لوگوں کو دیکھا کہ صرف دین سے  
محبت ہے اور اللہ سے محبت وہ بھول گئے۔ اللہ اگر بلا لے تو وہ کہے گا کہ میں تیری  
نماز پڑھ رہا ہوں، تو ابھی ٹھہر جا۔ تو وہ دین میں اتنا منہمک ہے کہ جس کا دین ہے  
اس کی آواز کو بھی نہیں جانتا۔ تو یہ Change ہونے کے واقعات ہیں، جس کو  
آپ کہتے ہیں کہ فیصلہ بدلتا رہتا ہے۔ تو اصل میں فیصلہ نہیں بدلتا۔

سوال:

تو کیا Behaviour بدلتا رہتا ہے؟

جواب:

ہاں۔ راز وہی رہتا ہے۔ بظاہر انسان کہتا ہے کہ بڑا غم مل گیا ہے اس  
لیے میں نے کھانا چھوڑ دیا، اب ہم نہیں کھائیں گے کیوں کہ موت ہو گئی ہے۔ وہ  
بڑا آزرده ہوتا ہے اور پریشان ہوتا ہے۔ کہتا ہے کہ جانے والے کے ساتھ  
خوشیاں چلی گئیں، کھانے چلے گئے، اب کوئی ہوگا تو کھائے گا \_\_\_\_\_ کچھ دیر  
بعد وہ چاول پکائے گا اور کھائے گا بھی۔ تو مدعا یہ ہے کہ وہ کھانا نہیں چھوڑتا۔ کہتا  
ہے کہ جب سے وہ گئے۔

نہ لگی آنکھ جب سے آنکھ لگی

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ سویا ہوتا ہے۔ تو وہ نہ کھانا چھوڑتا ہے نہ سونا چھوڑتا ہے گپیں بھی مارتا رہتا ہے۔ تو کسی جگہ بھی وہ اصلی شے کو Change نہیں کرتا۔ تو اصلی چیز کیا ہے؟ اس کی فطرت۔ کیا کبھی ایسا وقت آسکتا ہے کہ شیر نے گوشت کھانے سے توبہ کر لی ہو؟ کہتا ہے تم جھوٹ بول رہے ہو، شیر تو بہ نہیں کر سکتا۔ کہتا ہے کہ گھوڑے نے گھاس سے دوستی کر لی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ بھوکا مر جائے گا۔ یہ ایک محاورہ ہے کہ گھوڑا گھاس سے دوستی کرے گا تو وہ بھوکا مرے گا۔ تو گھوڑے نے ایسی کیا دوستی کرنی ہے؟ Falcon نے اگر Dove سے محبت کر لی یعنی باز اگر فاختہ سے محبت کر لے تو وہ کہے گا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو۔ وہ تو اس کی خوراک ہے اس سے محبت کیسے کرے گا؟ کسی نے کسی سے پوچھا کہ تمہیں کیا پسند ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے مرغی پسند ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں اس کی کیا بات پسند ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے اس کی شکل پسند ہے، معصوم شکل ہے اس کے پر بہت اچھے لگتے ہیں اور مرغی کی اذان بہت اچھی لگتی ہے، عین صبح ہوتے ہی اذان دیتا ہے، بہت ہی خوبصورت اذان ہے، وہ پرندہ ہے اس کے خوبصورت پر ہیں اس کی معصوم نگاہی قدرت کا کرشمہ ہے زمین پر رہتا ہے اور اڑنے والا ہے۔ دوسرے سے پوچھا کہ تجھے مرغی میں کیا اچھا لگتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے اس کا گوشت اچھا لگتا ہے۔ تو وہ کھانے والا تھا۔ اب ایک ہی چیز اس کو اور لگتی ہے اور اس کو اور لگتی ہے۔ یہ فطرت ہے۔ تیترا کو دیکھ لو۔ سننے والے کے لیے تیترا ایک شاندار آواز ہے، سبحان ہو حق کی آواز ہے اور کھانے والے کے لیے تیترا ایک گوشت ہے۔ تو یہ ہر کسی کا اپنا مزاج ہے۔ انسان کی Basic فطرت



نہیں بدلتی اور نہ یہ Change ہونی چاہیے۔ آج کا انسان ذاتی ضرورت کو وقتی ضرورت کو اور ناجائز ضرورت کو بھی Basic فطرت کے ساتھ ملا دیتا ہے۔ یہاں پہ دھوکا ہو گیا۔ Basic فطرت نہ تو تبدیل ہونے کا حکم ہے اور نہ یہ ہوگی۔ کیونکہ اللہ نے مزاج بنایا ہے۔ اب اللہ نے جو مزاج بنایا آج کے انسان نے اس کے ساتھ ذاتی، وقتی اور غیر ضروری چیز کو ملا دیا اور کہا کہ یہ میری فطرت ہے حالانکہ یہ اس کی فطرت نہیں ہے۔ مثلاً یہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ دنیا میں آسودہ رہنا چاہے گا، آرام سے رہنا چاہے گا۔ اب اس نے اس کا ایک ایسا سٹم بنالیا کہ اپنی خود ساختہ خواہشات کو بھی فطری آرزوؤں کے ساتھ ملا لیا۔ یہاں سے انسان نے اصل چیز میں گڑبڑ کر دی اور یہاں سے سارا فساد مچا۔ فساد کہاں سے مچا ہے؟ جب ذاتی ضرورت کو بھی فطرت کے ساتھ Attach کر دیا۔ حالانکہ اصل فطرت جو ہے وہ Unchangeable ہے وہ تبدیل نہیں ہوتی ہے۔ ذاتی اور خود ساختہ ضرورت تو Change ہو سکتی ہے۔ اس کے ذمہ دار تم ہو اس کے خالق بھی تم ہو اس کی سزا جزا بھی تم ہو اور وہ فطرت خالق کی بنائی ہوئی ہے اور اس میں کوئی گڑبڑ نہیں ہے۔ وہ جو فطرت ہے وہ جائز ہے اور اصلی ہے اللہ نے مزاج ہی ایسا بنایا ہے اس سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ تو یہ تمہاری فطرت ہے اور تمہیں اس حالت میں تخلیق کیا گیا، انسان بنایا گیا مگر آگے سے جو چیز تم اس میں ملا رہے ہو وہ یہاں سے اٹھا کے ملا رہے ہو، یہ مصنوعی ہے۔ تو آج کے انسان نے مصنوعی خواہش کو اصلی ضرورت کے ساتھ لٹکا دیا۔ کہتا ہے کہ یہ میری قدرتی ضرورت ہے میں کیا کروں۔ حالانکہ وہ قدرتی نہیں تھی۔ مثلاً قدرتی ضرورت یہ ہے کہ جب



آپ اللہ کے ساتھ چلو تو اللہ کہتا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کرو۔ اس کا مطلب ہے کہ آپ کے اندر طاقت کی بھی کچھ بات ہو یہ ہونا چاہیے جہاد ہو جاہد و اफी سبیل رب علی تو آپ میں جذبہ جہاد ہونا چاہیے۔ اب یہ اصلی ہے اور اللہ نے بنائی ہوئی ہے۔ انسان کیا کرتا ہے؟ بھائی کے ساتھ لڑتا ہے کہتا ہے کہ اس نے میرا کہنا نہیں مانا، خدا کا کہنا نہیں مانا، اس کے ساتھ لڑنا چاہیے۔ تو ذاتی بات کو کہاں جا کے ملایا؟ خدا کی بات کے ساتھ۔ کہتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ کافروں کے ساتھ جہاد کیا کرو جو اللہ کا کہنا نہ مانے اس کے ساتھ جہاد کرو اور یہ شخص اللہ کا کہنا نہیں مانتا۔ تو کہاں کی بات کہاں جا کے ملائی۔ تو یہ بات آج کے انسان میں آگئی کہ وہ اصلی ضرورت کو نقلی ضرورتوں کے ساتھ ملا کے بیٹھ گیا اور کنفیوژن پیدا کر دی۔ لوگوں کی آدھی زندگی اس بات سے پریشان ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو کوئی انسان Change نہیں ہوتا، Change کے اندر بھی Change نہیں ہوتا۔ کہتا ہے کہ تو جس لباس میں آ، ہم تجھے پہچان جائیں گے کہ تو اس لباس میں ہے۔ بات سمجھ آئی؟

تو ہر دم می سرائی نغمہ و ہر باری رقصم

تو تو جس لباس میں آ ہم تجھے پہچان جائیں گے کہ تو وہی ہے۔ تو وہ اپنے دوست کو قد سے پہچان جاتے ہیں کہ وہ کون ہے۔ تو انسان پہچان لیتا ہے۔ اب اصل بات کیا ہوئی؟ فطرت اٹل ہے۔ فطرت کا مزاج اٹل ہے۔ باقی ہر چیز Change ہو سکتی ہے اور ہو جانی چاہیے۔ اس میں ماسٹڈ کرنے والی کوئی بات نہیں ہے۔ یعنی کہ جو Change ہو سکتی ہے اُسے Change کر دو تو اس میں

مانند کرنے والی کوئی بات نہیں اور جو Change نہیں ہو سکتی وہ تم کر نہیں  
 سکتے۔ پھر سوال کیا رہ گیا؟ کہ کچھ وقت نہیں ہے۔ سوال کیا تھا آپ کا؟ کہ  
 ہمارے فیصلے تبدیل ہو جاتے ہیں حالانکہ ہم فیصلے تبدیل نہیں کرنا چاہتے۔ جواب  
 کیا ہے؟ اس میں فکر کی کوئی بات نہیں ہے جو تبدیل نہیں ہونا وہ تم کر نہیں سکتے اور  
 جو تبدیل ہو سکتے ہیں وہ تو ہوتے رہتے ہیں ابھی پھر واپس آ جائیں گے یہ  
 پینڈولم ہے کبھی ادھر چلا جائے گا اور کبھی اُدھر چلا جائے گا۔ کہتا ہے کہ آج کل  
 مکان کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اُدھر مکان ہے۔ کل کدھر ہوگا؟ وہاں ہوگا۔ اور اب؟  
 ہم پھر ادھر آ گئے۔ تو جدھر مرضی جا مکان کے اندر تو تو آپ ہی رہے گا اور تو نہیں  
 بدلے گا۔ اس لیے ”تو“ جو ہے یہ قائم رہتا ہے اور اس کا لباس بدلتا جاتا ہے۔  
 اصل میں لباس کے بغیر تو تو ہی ہے۔ ”تو“ کسے کہتے ہیں؟ وہ جو ظاہری  
 خواہشات کے علاوہ ہے۔ اگر وہ نکال دو تو بندہ نہیں بدلتا۔ اور اوپر کی جو تبدیلیاں  
 ہیں یہ کوئی تبدیلیاں نہیں ہیں جیسے بھی تبدیلی ہو جائے بندے کو فرق ہی نہیں  
 پڑتا۔ آپ جو مرضی کر لو۔ کہتا ہے کہ وہ آج بڑا متمکن تھا بڑا مغرور بیٹھا تھا اس کا  
 رزلٹ نکل آیا تھا۔ کہتا ہے اس نے آج میٹرک کر لیا، آج بی۔ اے پاس کر لیا،  
 آج اس کا ایم اے ہو گیا، آج وہ پی ایچ ڈی ہو گیا۔ کہتا ہے کہ اگر پی  
 ایچ ڈی ہو گیا تو غرور کہاں سے آ گیا؟ کہتا ہے کہ ایسا لگتا ہے کہ وہ Elevate ہو  
 گیا، حج بن گیا۔ تو سارے کے سارے واقعات ختم۔ ان میں کچھ بھی نہیں ہے  
 اصل کیا ہے؟ انسان۔ اور انسان بدلتا نہیں ہے۔ جو اللہ نے بنایا اس میں تبدیلی  
 نہیں ہوگی۔ جس کو مومن بنایا، جس کو وہ ہدایت دیتا ہے اُسے کوئی گمراہ کر نہیں سکتا



اور جو اللہ کی طرف سے ہدایت سے محروم ہے اُسے کون ہدایت دے گا۔ تو یہ اس کا فیصلہ ہے۔ ختم اللہ علی قلوبہم تو ان کے دل پر مہر پکی ہے۔ اور جس کو ہدایت ہے عباد المخلصین ہیں انہیں شیطان بھی گمراہ نہیں کر سکتا۔ تو انسان Unchangeable ہے وہ Change نہیں ہوگا۔ Change کیا ہوگا؟ تمہارے مکان کا ایڈریس آج یہ Change ہو گیا، کل ایک اور آجائے گا۔ کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ ہوتا رہتا ہے۔ اصل میں Basically دریا Change نہیں ہوتا بلکہ لہریں بدلتی رہتی ہیں۔ دریا تو دریا رہتا ہے، صرف لہروں کے نام بدلتے رہتے ہیں۔ یہ جو دریا ہے کہیں پہ کچھ ہے، کہیں پہ کچھ اور ہے۔ پہاڑوں کے اندر چھوٹی سی لکیر ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ یہ دریا ہے۔ کہتے ہیں کہ اتنا چھوٹا دریا ہے جہلم ہے، یہ کیا ہے اس کا نام Silver Thread ہے یعنی چاندی کی تار ہے۔ تو دریا ہلکی ہلکی لکیر ہے اور پھر دریا چوڑا ہوتا جا رہا ہے اور پھر لہر کے چلتا جاتا ہے۔ دراصل یہ ساری چیز ایک ہی ہے۔ اصل میں ہم دریا کسے کہہ رہے ہیں؟ ان سب چیزوں کا نام۔ تو تبدیلیوں کے باوجود، فیصلوں کی تبدیلیوں کے باوجود غلطی کی معافی اور معافی کی غلطی کے باوجود انسان وہی ہے جو وہ ہے۔ اس لیے انسان نہیں بدلتا۔ آپ اس لیے اس کو بچا لو جو بدلتا نہیں ہے۔ اب آپ کو یہ بات سمجھ آئے گی کہ کل یومِ ہوفی شان کہ ہر روز اس کی نئی شان ہے وہ ہر روز تبدیل ہوتا رہتا ہے، کیونکہ وہ تبدیل نہیں ہوتا۔ جو نہ تبدیل ہونے والا ہے اس کی ہر شان بدلتی رہتی ہے وہ ہر شام بدلتا رہتا ہے ہر روز بدلتا رہتا ہے اس کی شانیں بدلتی رہتی ہیں کیونکہ وہ بدلتا نہیں ہے وہ تبدیل ہونے والا ہے ہی نہیں۔ کائنات



روز رنگ بدلتی رہتی ہے، کل بادل تھے اور آج موسم اور ہے۔ تو یہ کائنات کبھی بدلی ہی نہیں ہے کیونکہ یہ جو ہلکے پھلکے موسم ہیں یہ اور ہیں، کائنات کا اصلی موسم نہیں بدلتا۔ بندہ روز بدلتا ہے، کہتا ہے کہ اب شادی کرنے والا ہے، کل ایک اور واقعہ ہو جائے گا۔ بندہ بالکل ایسے ہو گا جیسے اس کا باپ۔ ہر بندے نے رونا ضرور ہے ہنسنا ضرور ہے، رونے سے کوئی بچ نہیں سکتا اور ہنسی سے بھی کوئی بچ نہیں سکتا، ہر آدمی کے ساتھ دکھ سکھ رونا دھونا تھوڑا تھوڑا چلتا رہتا ہے۔ کچھ اس کی دعائیں ہوتی ہیں اور کچھ آرزوئیں لیکن بندہ نہیں بدلتا۔ اور بندہ جو ہے وہ بدلتا بھی رہتا ہے۔ تو کیا نتیجہ نکلا؟ تبدیلیوں کے باوجود آپ لوگ اپنی اس فطرت میں مستقل ہیں جس میں اللہ کریم نے آپ کو پیدا فرمایا، جس میں آپ رہن رکھ دیئے گئے۔ قل کلّٰ يعمل علی شاکلتہ ہر آدمی اپنی شکل میں رہن رکھ دیا گیا۔ تو اللہ نے فرمایا کہ آپ کہہ دیجئے کہ ہر انسان اپنی شکل کے مطابق عمل کرے گا۔ تو وہ اس عمل کو کرنے پہ مجبور ہے جیسا اللہ نے اس کو بنایا۔ He will do it اُسے کرنا پڑے گا۔ اس کو یوں سمجھ لیں کہ آپ سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور ایک آدمی پہچان والا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ جہاں ہم بیٹھے ہیں وہاں تھوڑی دیر میں آگ لگ جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں کیسے پتہ ہے کہ آگ لگ جائے گی۔ تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو تماشا، ابھی آگ لگ جائے گی۔ تو آگ لگ گئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ تجھے کیسے پتہ چلا تھا؟ کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے پاس دیپک بیٹھا ہوا تھا اور دیپک راگ جہاں بیٹھے وہاں آگ لگ جائے گی۔ تو یہ پہچان کی بات ہے کہ کسی کی فطرت ہے آگ لگانا، کسی کی فطرت ہے سکون دینا، کسی کی فطرت

ہے پارے کی طرح متلون رہنا۔ تو اصلی فطرت نہیں بدلتی۔ تو پارہ جو ہے وہ پارہ ہی رہے گا۔ آپ دو چیزیں ہیں۔ ایک وہ جو اللہ نے آپ کو بنایا۔ اس کو پہچانو، یہ ضرور پہچانو کہ اللہ نے آپ کی فطرت کیا بنائی ہے وہ نہیں بدلے گی۔ بچپن سے لے کر اب تک آپ کے اندر Constantly ایک شخصیت چلی آرہی ہے۔ اور باقی بدلتا چلا آ رہا ہے۔ بدلنے والا ابھی اور بدلے گا اور نہ بدلنے والا کبھی نہیں بدلے گا۔ آپ کے اندر یہ دونوں شخصیتیں چلی آرہی ہیں۔ یہ بات یاد رکھ لینا۔ بچپن سے لے کے آج تک آپ کے اندر ایک شخصیت کیا ہے؟ جو آپ کے اندر چلی آرہی ہے۔ اور یہ کبھی نہیں بدلے گی۔ اگر بچہ ہے تو نہیں بدلے گا اور باپ بن گیا تب بھی نہیں بدلے گا، مر جائے گا تب بھی نہیں بدلے گا۔ اور دوسری شخصیت وہ ہے جو بدلتی چلی جائے گی، جھوٹ بولے گی تو پھر بدل جائے گی۔ بدلنے والا بدلتا ہی رہے گا اور نہ بدلنے والا کبھی نہیں بدلے گا۔ یہ دونوں آپ کے اندر ہیں۔ بس یہ یاد رکھ لینا۔ بدل جائے تو گھبرانا ناں۔ کوئی دوست دھوکا دے جائے تو اس نے دھوکا نہیں دیا بلکہ اس نے بدلنے والی فطرت ظاہر کی ہے۔ تم نے مستقل مزاجی سے محبت کر لی ہے فطرت سے کر لی ہے اور اس نے باہر والی صفت سے کر لی ہے۔ یہاں سے فرق پڑتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے اصلی ذات سے محبت کی تھی اور اس نے باہر سے بدلنے والی صفت سے محبت کر لی تھی۔ وہ بے چارہ بدلے گا، کیوں نہیں بدلے گا۔ اس لیے جب کسی سے محبت کرو تو اس سے پوچھ لو کہ یہ اصلی درجے والی محبت ہے کہ یہ باہر والی محبت ہے۔ باہر والا بدلے گا۔ اس لیے ایمان والو! دل سے ایمان لاؤ ورنہ زبان تو بدل



جائے گی، روز بدل جائے گی \_\_\_\_\_  
 اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ بولو \_\_\_\_\_ ہاں بولو \_\_\_\_\_  
 سوال:

یہ جو بدلنے والی کیفیت ہے کیا یہ انسان کے اپنے بس میں بھی ہے۔

جواب:

یہ ایجوکیشن سے قائم ہو جاتی ہے۔ تو ایجوکیشن، ٹریننگ اور ڈسپلن سے قائم ہو جاتی ہے۔ بدلنے والے انسان کی آپ ٹریننگ کر سکتے ہیں۔ مثلاً وہ دولت میں گزارہ کرنا چاہتا ہے تو وہ غربی میں بھی گزارہ کر لے گا۔ یہ Train ہو سکتا ہے۔ یہ کسی جماعت میں بھی شامل ہو سکتا ہے، سیاسی جماعت میں بھی۔ سیاسی جماعت کہے گی کہ شام کو اتنے بجے جلے میں پہنچ جانا۔ اب یہ پہنچے کہ نہ پہنچے۔ سیاسی جماعت کیا چاہتی ہے؟ ایک جلے کے اندر حاضری چاہتی ہے۔ ورنہ وہ آپ کی زندگی کے لیے تو کچھ نہیں چاہتے۔ آپ کی زندگی کے اندر جو زندگی ہے، جو آپ کی ذات ہے وہ قائم رہنے والی ہے اور وہ اللہ کے لیے ہے۔ باقی تو باہر کی مصروفیات ہیں۔ مثلاً ایک ڈاکٹر ہے تو وہ تو اپنے ہسپتال جائے گا، فٹنشن پہ بھی جائے گا۔ لیکن ذات جو ہے وہ آج بھی آزرده ہے اور اندر سے مطمئن نہیں ہے۔ تو ڈاکٹر کو ڈاکٹر ہونے سے تو فرق نہیں پڑا کیونکہ اندر کی آزردهی جو ہے وہ اندر سے قائم ہے۔ اگر ذات اندر سے اداس ہے تو پھر آپ کے شعبے سے تو اسے کوئی فرق نہیں پڑا You are a good doctor! آپ ایک اچھے ڈاکٹر ہیں، آپ اپنی ڈاکٹری دکھاتے جا رہے ہیں مگر اندر سے ذات جو ہے وہ کسی



اور طرف مصروف ہے۔ وہ ذات والا واقعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چل رہا ہے۔  
 اوپر سے شعبہ بدلتا جائے گا، وہ کہے گا کہ میں ڈاکٹر ہوں، میں پریشان ہوں، میرا  
 خیال ہے کہ میں کاروبار کیوں نہ کر لوں۔ وہ یہ Discover کرتا جائے گا کہ  
 ڈاکٹری کر لوں یا کاروبار کر لوں، کیا کر لوں؟ تو اصل میں ذات کے اندر کوئی  
 پریشانی ہے۔ اور وہ رہے گی، اُس کو بے چین بنائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے اُسے جیسا  
 بنایا وہ ویسا ہی ہے، وہ اندر والا Change نہیں ہوگا۔ بات سمجھ آرہی ہے آپ کو؟  
 وہ ہمیشہ اللہ کی محبت میں رہے گا۔ وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ جب کبھی اچانک  
 آواز آئے گی اور وہ اس کے مطلب کی ہوئی تو وہ فوراً اُس سر پہ اٹک جائے گا، اور  
 کہے گا کہ یہ آواز تو خدا کی طرف سے ہے۔

#### از کجائی آید ایں آواز دوست

تو وہ خراب نہیں ہوگا، یہ الگ بات ہے کہ وہ Undiscovered رہے، مخفی رہے،  
 تو یہ الگ بات ہے، مگر تم اس کو خراب نہیں کر سکتے۔ یہ بات یاد رکھنے والی ہے۔  
 یاد رکھنے والی ہے؟ کہ وہ غیر دریافت شدہ رہ سکتا ہے Undiscovered رہ  
 سکتا ہے، مخفی رہ سکتا ہے، خاموش رہ سکتا ہے لیکن اندر کی ذات خراب نہیں ہو سکتی۔  
 تم بے شک اس کو نظر انداز کر کے چلے جاؤ مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ میں نے اندر سے  
 فطرت بدل لی ہے۔ اندر سے تم نہیں بدل سکتے۔ کبوتر، کبوتر ہی رہے گا، چاہے وہ  
 اچھا کبوتر بن جائے، کچھ ہو جائے، کبوتر ہی رہے گا، چاہے وہ کہہ کہ ہم شاہین پر  
 حملہ کرنے جا رہے ہیں۔ اب اندر سے اس کی فطرت کیا ہے؟ کبوتر! شاہین اپنی  
 جگہ پر کمزور ہو گیا ہے اور بیٹھا ہوا دعا کر رہا ہے کہ یا اللہ میں شکار نہیں کر سکتا، تو

آپ ہی بھیج دے۔ تو کبوتر نے اس کے اوپر حملہ کرنا شروع کر دیا۔ جب کبوتر حملہ کرنے چلا شاہین پر تو اُس شاہین کی خوراک خود بخود چل کے آرہی ہے۔ کبوتر کو غصہ تھا کہ اُس پر حملہ کریں گے اور شاہین نے دُعا کی تھی کہ آج کل طبیعت ناساز ہے شکار کرنے جا نہیں سکتا ہوں، تو آپ ہی انتظام کر۔ تو فطرت نہیں بدلے گی۔ یہ ہے اصلی فطرت۔ اصلی فطرت کیا ہے؟ کبوتر، کبوتر رہے گا اور باز، باز رہے گا، شیر شیر رہے گا۔ ہر چیز اپنے مزاج میں مکمل ہے۔ اس کو دنیا کی کوئی طاقت تبدیل نہیں کر سکتی۔ تم شیر کو جتنا مرضی Tame کر دو پالتو بنا دو لیکن وہ وہی رہے گا۔ اور کچھ نہیں کرے گا تو گرج لگائے گا ایسی کہ آپ کے چھکے چھوٹ جائیں گے۔ تو یہ مزاج ہے! تو آپ لوگوں نے اپنی فطرت کو دریافت کرنا ہے۔ آپ نے اپنی ضرورت کو جو ظاہری اور نقلی فطرت بنایا ہوا ہے اُسے بھی دریافت کرنا ہے۔ یعنی یہ جو نقلی چہرہ اوپر چڑھایا ہوا ہے۔ دونوں میں اگر فرق زیادہ ہو گیا تو پھر Clash ہو جائے گا پریشانی ہو جائے گی۔ اپنے آپ پہ مہربانی کر دو دونوں میں فرق تھوڑا کر دو دونوں سے مراد اصلی انسان اور سماجی انسان۔ یہ سماجی انسان کیا ہوتا ہے؟ سوشل ظاہری لوگوں میں نظر آنے والا اور یہ کہنے والا کہ ”واللہ باللہ آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی“ تو اوپر سے یہ باتیں کرنے والا نقلی بندہ ہے۔ اور اصلی کیا ہے؟ وہ جو اصلی ہے اس کا نام کوئی نہیں ہے اصلی کا نام کوئی نہیں ہے۔ آپ کا نام اگر نور دین ہے تو اس کا نام ہی کوئی نہیں۔ اس کا نام وہ ذات ہے۔ جب انسان اس اصلی کے اوپر پہنچتا ہے تو پھر کہتا ہے کہ ایک ہی ذات ہے۔ یعنی کہ نام والی ذات سے نکل کر اپنی اصلی بے نام ذات تک پہنچ جائیں تو پھر آپ



ایک رنگ ہو جائیں گے یعنی بے رنگ، پھر آپ سب جگہ ایک ہیں۔ وہ جو آپ کے اندر ہے وہی شاید سب کے اندر ہو۔ یہاں پر لوگوں نے کہا کہ شاید وہی ہے مگر کچھ لوگوں نے کہا کہ نہیں، ہمیں بات کھولنے کی ضرورت نہیں ہے اس لیے ہم بیان نہیں کر سکتے۔ تو اصلی کیا ہے؟ اصلی اصلی ہے۔ شاید ایک ہی ہو، ہو سکتا ہے کہ وہی ایک ہو، ہمہ اوست ہو، ہو سکتا ہے کہ نہ ہو۔ یہ اس کے کام ہیں۔ وہاں پہنچ کے پتہ چلے گا۔

ہاں جی اور کوئی سوال بولو

سوال:

آپ نے فرمایا ہے کہ شعبے ختم ہو چکے ہیں، مثلاً طاقت میں بڑے لوگ گزر گئے، غزل میں غالب گزر گیا، تو ہمارے کمرے کا کام کیا رہ گیا؟

جواب:

آپ کے کرنے کے کام بتاتا ہوں۔ میں نے جو بتایا تھا کہ شعبے ختم ہو گئے ہیں تو اس سے مراد یہ ہے کہ The Best کا رن اے The Best لوگ کر گئے۔ مثلاً یہ کہ بہادری کا پیغام بھی چلا گیا یعنی بھولو پہلوان چلا گیا، اب اس سے بڑا پہلوان ہونا مشکل ہی ہے۔ جھارا، پہلوان بننا تھا مگر وہ بھی نہیں بنا۔ پھر غزل آگئی، غالب آگیا۔ ناصر کاظمی بھی بڑا اچھا شاعر تھا لیکن غالب سے اس کا کیا مقابلہ کریں گے حالانکہ وہ بھی اپنا مقام رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر چیز مکمل ہے۔ اولیائے کرام بھی اپنی جگہ پر مستند اور جمید۔ اب کوئی نیا ولی آجائے تو آپ کیا کہیں گے؟ کہ یہ داتا صاحب کا غلام ہو سکتا ہے ورنہ اس کا وہ مقام تو نہیں بنتا۔ اسی



طرح حکمت کا شعبہ اور فلسفہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو Norm کو Set کرنے والے لوگ ہیں، معیار Set کرنے والے لوگ ہیں۔ پھر آج کا انسان جو اپنے آپ کو نمایاں بنانا چاہتا ہے وہ کیا کرے؟ اس میں نمایاں ہونے کی خواہش مخفی ہے۔ مطلب یہ کہ نمایاں ہونے کی خواہش مقلد کے لیے نہیں بلکہ مقلد مخفی رہے گا اور موجد نمایاں ہوگا۔ دین میں موجد ہونا بدعت ہوتی ہے۔ لہذا دین کے اندر نمایاں ہونے والی بات کوئی نہیں ہے بلکہ دین کا جو کام موجود ہے اس کو Organize کرنا ہوتا ہے اس میں نیا شعبہ کوئی نہیں ہوتا۔ یہ جو دنیاوی شعبے ہیں ان کے اندر اللہ کریم نے اتنی وسیع کائنات بنائی ہے کہ جاتے جاتے کوئی ایک نئی چیز پیدا ہو جائے گی۔ جہاں نئی بیماری پیدا ہوتی ہے وہاں نیا علاج بھی پیدا ہو جائے گا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جہاں علاج بڑھ جاتے ہیں وہاں میدان میں ایک نئی بیماری کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر نئی بیماری ایک نئے علاج کو جنم دیتی ہے اور وہ نیا علاج نمایاں ہو جاتا ہے اور کہتے ہیں کہ اس نے یہ علاج دریافت کر لیا ہے۔ جس علاقے میں زیادہ پریشانیاں ہوں یہ سمجھ لو کہ وہاں پر سکون ساز اداروں کو نمایاں کرنے کے لیے یہ پریشانیاں آئی ہیں۔ سکون ساز ادارے کیا ہوتے ہیں؟ یہ نیا شعبہ ہے۔ مثلاً ہر طرف پریشانیاں ہی پریشانیاں ہیں تو اب پریشانیوں کو دور کرنے کے لیے کوئی سکون ساز شے آگئی۔ گویا کہ یہ پریشانیاں اس چیز کو نمایاں کرنے کے لیے آئی تھیں۔ تو نمایاں کرنے کے لیے سوائے فطرت کی طرف سے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جن لوگوں کو میں نے کہا کہ یہ The Best ہیں تو وہ سارے کے سارے فطرت کی طرف سے ہیں۔ غالب جو ہے وہ کسی علم کی

وجہ سے غالب نہیں اور شیکسپیر کسی تعلیم کی وجہ سے شیکسپیر نہیں ہے۔ سنا ہے کہ شیکسپیر تیسری جماعت سے بھاگ گیا تھا۔ وہ چوتھی جماعت میں پہنچا ہی نہیں ہے۔ وقت نے اُسے رستے میں سے ہی اچک لیا۔ آپ نے تو پڑھا ہوگا اس کے بارے میں۔ وہ سکول سے بھاگا اور راستے میں ایک ہرن کا بچہ مل گیا تو اُسے بھی ساتھ لے لیا۔ سب نے کہا کہ اس نے ہرن چوری کر لیا۔ تھوڑی بہت سزا بھی ہو گئی۔ وہاں سے بھاگا تو کسی تھیٹر میں جا کے پردہ اٹھانے والا بن گیا۔ اور پھر پردہ اٹھانا اور پردہ گرانا۔ اُس نے تھیٹر میں لوگوں کی آوازیں سنیں، سٹیج سنا، باتیں سنیں، ڈائلاگ سنے تو اس کے اندر قدرت نے ایسا ذہن کھول دیا کہ آج کہتے ہیں کہ اس کے ڈراموں سے آگے کوئی ڈرامہ لکھا جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو یہ فطرت ہے۔ اسی طرح ملٹن تھا، وہ اندھا شاعر تھا اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں یہ ہماری آنکھیں ہے۔ کون؟ ملٹن۔ تھا وہ اندھا لیکن اُن کی آنکھیں بن گیا۔ تو یہ کمال کی بات ہے۔ تو یہ قدرت کی طرف سے آگیا۔ تو ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ ایسا بناتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہ کام ہیں۔ اللہ کا کام جب تک بند نہیں ہوتا کسی نہ کسی نئے شعبے کا انتظار کرو۔ کیا کرو؟ پرانے شعبوں سے آشنائی، The Best لوگوں سے آشنائی، Idealism کا تصور رکھو، یعنی Have image of ideal people تو آئیڈیل لوگ، Real لوگ، گریٹ لوگ جو ہیں ان کو جانو، ان کو پہچانو کہ یہ گریٹ کیسے گریٹ ہو گئے۔ کسی تعلیم کی وجہ سے تھے یا انہوں نے خفیہ طور پر گریٹ ہونے کی کوشش کی۔ ساٹھ سال تک قائد اعظم ایک وکیل ہی تھے۔ لیکن پاکستان بنانے کے لیے اگلے سال کی ضرورت تھی اور جانے سے پہلے



اللہ تعالیٰ نے ان سے ایسا کام کروالیا کہ پریکٹس میں تو ہر آدمی کے ساتھ یہ بات نہیں ہوتی۔ اقبالؒ کی پریکٹس فیل ہوگئی، ورنہ تو وہ پریکٹس کرتے یا حج وغیرہ ہوتے مگر پریکٹس فیل ہوگئی اور بندہ کامیاب ہو گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں کہ پریکٹس فیل اور بندہ کامیاب، اور بندہ ایسا کامیاب ہوا کہ ساری قوم کامیاب ہوگئی، ملت اسلامیہ کامیاب ہوگئی۔ تو یہ واقعات ہیں قدرت کے۔ تو جب تک آپ کا قدرت کے ساتھ Compromise نہ ہو قدرت راستہ نہ دے تو کوشش کرنے والا، نقل مارنے والا، یعنی گریٹ آدمی کی نقل کرنے والا پانچواں سوار کہلاتا ہے۔ کون سا سوار؟ پانچواں سوار اور وہ ٹٹو پہ ہوتا ہے۔ اور باقی چار سوار گھوڑے پہ ہوتے ہیں۔ تو وہ گدھے پہ سوار ہوتا ہے۔ اُس سے پوچھو کہ تو کون ہے تو کہے گا کہ میں پانچواں سوار ہوں۔ تو پانچواں سوار بننے کی کوشش نہ کرو۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو اُس کے پاس اتنے وسائل، اتنے مرتبے، اتنے فیلڈز اتنی کائنات ہے کہ اللہ جنود السموات والارض تم یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی جگہ ختم ہوگئی ہے اور تمہیں حصہ نہیں ملے گا۔ اس کے لنگر خانے اور خزانے بھرے پڑے ہیں۔ صرف یہ ہے کہ تو اپنے دامن کو پکا کر، اپنی استقامت کو پکا کر، اپنے آپ کو قائم کر۔ دینے والے کے ہاں کوئی کمی نہیں ہے۔

جھولی اپنی ہی تنگ ہے

تیرے یہاں کمی نہیں

اس کے ہاں نئے شعبے کی کوئی کمی نہیں ہے۔ وہ آپ کو کوئی نیا شعبہ دے دے گا۔ اگر آپ تقلید میں جائیں گے تو پھر آپ مقلد ہی رہیں گے اور مقلد سر نکال کے



چلے گا تو اس کے سر پر تھپڑ لگے گا۔ تو جو مقلد ہے وہ تقلید کرنے والا ہے اور اس کا یہ کام ہے کہ وہ تقلید کرتا جائے اور وہ یہ کہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس لیے ہم یہ کرتے جا رہے ہیں۔ تو مقلد جو ہے وہ شعبے کو Organize کر سکتا ہے اُس کے پاس نمایاں ہونے والی کوئی بات نہیں جب تک اللہ تعالیٰ اس کو نیا راستہ نہ بتائے۔ اسی طرح ہسٹری پڑھ کے آپ اتنے Historian بن سکتے ہیں جتنے آپ اب ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فیلڈ کا انتظار کرو کہ وہ کون سا فیلڈ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت کچھ ہے کسی انسان کو نمایاں کرنے کے لیے بہت کچھ ہے۔ ایک وارننگ میں بتاتا ہوں کہ گریٹ آدمی ہونے کے لیے Small خواہش نہ کرنا اور یہ سال خواہش پیسہ ہے۔ جس نے یہ سال خواہش ظاہر کر دی کہ یا اللہ پیسہ دے تو وہ گریٹ نہیں ہوگا وہ پھر سال ہی رہے گا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کو پیسہ بھی نہ ملے۔ پیسہ تو اللہ تعالیٰ خود دیتا رہتا ہے اس کو مانگنے سے کیا ملتا ہے اللہ تعالیٰ تو بغیر مانگے دیتا ہے۔ یہ تو اس کے رازق ہونے کی بات ہے اور وہ پوری کائنات کا رازق ہے خالق ہے تخلیق فرماتا ہے کافروں کو بھی دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگا کرو۔ تو باقی ساری چھوٹی موٹی چیزیں خود بخود ملتی جاتی ہیں۔ آپ کے سوال کے جواب میں یہ بات کہ اب آپ نے کیا کرنا ہے تو جب بہت ساری چیزیں ہو چکی ہوں تو بھی اللہ دے سکتا ہے۔ فردوسی آیا اور اس نے ”شاہ نامہ“ لکھا ”شاہ نامہ“ ہزار بار لکھا جائے لیکن حقیقت نے اپنا ”شاہ نامہ“ لکھ لیا۔ وہ اپنا مقنا رکھتا ہے۔ یہ کوشش سے نہیں ہوگا بلکہ خود بخود قدرت کی طرف سے آئے گا۔ اگر خود بخود قدرت کی طرف سے آئے تو ایک رباعی بھی کافی ہے۔

بلغ العلی بکمالہ

کشف البدجی بجمالہ

حسن جمع خصالہ

صلوا علیہ والہ

یہ ایک رباعی سارے ”شاہ نامہ“ پر حاوی ہے۔ قدرت جب انسان کو نمایاں کرتی ہے تو وہ پھر ایسا نمایاں ہوتا ہے کہ پھر وہی ہوتا ہے۔ نمایاں ہونے کی خواہش ہو تو قدرت سے راستہ لو سماج راستہ نہیں دے گا۔ قدرت پھر آپ کو بنادے گی، کوئی نہ کوئی راستہ دے دے گی۔ Greatness میں یا عظیم انسان ہونے میں ایک بات یہ بھی ہے کہ وہ انسان اللہ کے برابر کھڑا ہو جاتا ہے اور مار کھاتا ہے اور جب کوئی عظیم انسان اللہ کا ایجنٹ ہو کے آتا ہے تو وہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ بس یہ روٹ ہے اس کا کہ جو سامنے سے آگئے وہ کچلے گئے اور جو اللہ کی طرف سے آگئے وہ بنتے گئے۔ اس لیے کبھی یہ نہ کرنا کہ اللہ کے سامنے ہی آ جاؤ۔ بس پھر ہر چیز ضائع کر بیٹھو گے۔ تو اللہ کی طرف سے آؤ۔ شاہ باز جو ہے ایسا باز ہے جو بادشاہ کے ہاتھ پہ بیٹھتا ہے۔ تبھی تو وہ شاہ باز ہے۔ یعنی شاہ کا باز ہے۔ تو وہ ایسا باز ہو کہ کوئی اس کو اٹھانے والا ہو، بٹھانے والا ہو اور اڑانے والا ہو۔ تو آپ اللہ کی طرف سے چلو تو پھر واقعہ ٹھیک ہو جائے گا۔ بات سمجھ آگئی آپ کو؟ کیا سمجھ آئی؟

سوال:

انتظار اور کسی کی طرف سے ہونا

جواب:

ہاں انتظار اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہے کسی اور کی طرف رجوع نہ ہو۔ جب وہ آپ کو بڑا کرے گا تو وہاں سیٹیں بہت ہیں بے شمار خالی پڑی ہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ اس کے پاس کوئی کمی ہے اس کے پاس بہت خزانے ہیں خزان السّموات والارض۔ اس کے پاس بے شمار چیزیں ہیں۔  
اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ مسٹر عابدی بولے \_\_\_\_\_

سوال:

آپ کا ”صبر“ کا جو آرٹیکل ہے اس میں آپ نے فرمایا ہے کہ تمہارے ارادوں میں کسی اور کا ارادہ بھی شامل ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

جواب:

ایک بندہ بہت دور دراز کا سفر کر کے ایک بزرگ کے پاس گیا۔ بزرگ کو جا کے ما اور سلام کے بعد کہا کہ میں بڑی دور سے آیا ہوں ایک سال میں نے سفر کیا ہے اتنے سو میل میں پیدل چل کے آپ کے پاس آیا ہوں۔ بزرگ نے کہا کہ تو ایک سال کی بات کر رہا ہے اور میں بیس سال سے تیرا انتظار کر رہا ہوں۔ تو اُس کے دور سے چل کے آنے میں اس کی جستجو بھی شریک تھی۔ تو کسی ایک کے آنے میں دوسرے کا ارادہ بھی شامل ہے۔ جس کو تم اپنا ارادہ کہتے ہو بعض اوقات یہ مشیت ہوتی ہے جو تمہارا ارادہ بن گیا مگر ہے وہ مشیت۔ کہتا ہے کہ اس کے دل میں خواہش پیدا ہو گئی کہ یہاں سے نکل جاؤں تو دراصل اب مشیت کا رگر ہو گئی۔ بدھانے کہا کہ یہ کیا زندگی ہے اس کو چھوڑا جائے۔ اب یہ



اس کی ذات کی خواہش ہے کہ اس کو چھوڑا جائے۔ اور مشیت کیا کام کر رہی ہے؟  
 اُس نے بدھارے کوئی کام لینا ہے وہ آگے جا کے یہ کام کرے گا۔ تو قدرت جب  
 آپ سے کام لینا چاہے تو وہ ایسا انتظام کرتی ہے کہ آپ سمجھتے ہیں کہ یہ میری  
 خواہش ہے۔ مثلاً انسان کہتا ہے کہ اب میں لاہور چلا جاؤں اور وہاں جا کے رہ  
 لوں۔ اب مشیت کا یہ کام تھا کہ تمہیں لاہور بلایا جائے، فلاں جگہ چلے جاؤ اور  
 فلاں جگہ یہ واقعات ہو جائیں۔ دراصل ہمارے ارادوں میں اس کا ارادہ شامل  
 ہے۔ اسی کو مشیت کہتے ہیں کہ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہمارا ارادہ ہے مگر دراصل وہ تقدیر  
 ہوتی ہے، مقدر ہوتا ہے اور اس کی خوش بختی ہوتی ہے۔ تو محبت کی تمنا جو ہے وہ  
 محبوب کی تمنا بھی ہے اس کا ارادہ بھی شامل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کا ارادہ  
 ہے حج کرنا۔ دراصل بلانے والے کا یہی ارادہ تھا۔ تو جانے والے کی بجائے  
 بلانے والے کا یہ ارادہ ہوتا ہے۔ تو وہ دونوں ارادے جو ہیں وہ آپس میں مل  
 جاتے ہیں۔ اسی کا نام ہوتا ہے واقعہ۔ واقعہ یہ ہے کہ دو ارادے ہوتے ہیں یہ کہتا  
 ہے کہ میں وہاں جاؤں اور وہاں والے کہتے ہیں کہ ہم تو تیرا انتظار کر رہے تھے۔  
 آپ کو بات سمجھ آگئی؟ اگر ایک کے ارادے میں دوسرے کا ارادہ شامل نہ ہو تو  
 پریشانی رہتی ہے۔ تو ارادہ ہمیشہ شامل ہوتا ہے۔

سوال:

کیا یہ قبل از وقت پہچانا بھی جاسکتا ہے؟

جواب:

ہاں یہ پہچانا جاتا ہے اور پہچاننے والے یہ پہچانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ

اب مجھے آواز آگئی ہے اب مجھے کوئی اور بلا رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بندہ اپنے گھر سے تنگ آ گیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ تنگ تو ہوں مگر مجھے کوئی اور بلا رہا ہے مجھے کوئی دور کے دوست بلا رہے ہیں کوئی اور مقام آ گیا ہے۔ تو انسان پہچان لیتا ہے۔ جب آپ کو اپنے ماحول میں تنگی ہو تو سمجھو کہ کوئی اور ماحول بلا رہا ہے ورنہ تنگی کیوں آئے۔ اور جس کو یہاں رہنا ہے اس کو تنگی نہیں آئے گی۔ تنگی کا مطلب ہی یہ ہے کہ کوئی نیا ماحول آپ کو پکار رہا ہے کہیں اور سے آواز آرہی ہے جنگل، بیابان، نیلے تھل \_\_\_\_\_ اور سسی بلا رہی ہے۔ تو یہ دوسرا ماحول بلا رہا ہے۔ انسانوں کو قبل از وقت پتہ چل جاتا ہے۔ پتہ چل جانا چاہیے کہ میں کیا کر رہا ہوں مجھے کیا ہو رہا ہے۔

سوال:

اگر وہ صاحب شعور ہوگا تو سمجھ آئے گی۔

جواب:

وہ صاحب شعور ہو جاتا ہے۔ بعض اوقات جلدی سمجھ آ جاتی ہے اور بعض اوقات کوئی سمجھا جاتا ہے کہ یہ تم کیا کام کر رہے ہو یہ تمہارا کام نہیں ہے۔ کئی دفعہ کسی مصروف آدمی کو کسی نے کان میں کہہ دیا کہ یہ کیا کر رہے ہو۔ آج کے انسان کی ٹریجڈی یہ ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ وہ بڑا دانا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس کے ساتھ کوئی نیکی کرے تو وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے کوئی منفعت چاہتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس کے ساتھ فی سبیل اللہ نیکی کریں تو بھی وہ یہ توقع کرتا ہے کہ یہ میرا کوئی نقصان کرے گا۔ تو وہ کسی نیک نصیحت کو بھی نقصان کے انداز سے

سوچے گا کہ یہ جو میرے ساتھ نیکی کر رہا ہے یہ ضرور مجھے کوئی نقصان پہنچائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی کی تحویل میں نہیں دیتا اور پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پریشان رہتا ہے۔ اگر انسان اپنے آپ کو ماحول کی تحویل میں دے دے یا اللہ کی تحویل میں دے دے استادوں کی تحویل میں، گرو کی تحویل میں، بزرگوں کی تحویل میں دے دے تو وہ بچ جائے گا۔ تو اُسے پتہ چل جاتا ہے۔ وہ اُسے کہیں گے کہ یہ کام یوں ہے تو وہ کہے گا کہ ایسے ہی کر لو۔ بظاہر تو تم خوش نظر آ رہے ہو مگر اندر سے تم بالکل ٹوٹے پھوٹے ہو۔ خوشی جو ہے یہ سماج کا نقلی چہرہ ہے، کہتے ہیں کہ کیا حال ہے؟ کہتا ہے کہ بہت خوش ہیں۔ کیسے رہتے ہو؟ بہت اچھا جا رہا ہوں، اللہ کے فضل سے بچے بھی بہت اچھے ہیں۔ اور اندر سے سارا غم چھپا کے بیٹھا ہوا ہے۔ اب کوئی سننے والا ہو تو وہ بولے۔ اگر وہ کسی پہ اعتبار کرے تو وہ اس پہ راز کھولے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کا انسان اندر ہی اندر کینسر بنا جاتا ہے لیکن بات نہیں کھولتا۔ اگر کسی پہ اعتماد ہو تو بات کھلے۔ اس لیے کسی پہ اعتبار کرو اور اپنے آپ پہ بھروسہ کرو اللہ پہ بھروسہ کرو۔ یہ ماحول ٹل جائے گا۔

سوال:

ایک بات سمجھ آ جاتی ہے لیکن پھر خیال آ جاتا ہے کہ شاید یہ غلطی ہو۔ یہ اضطراب کیوں ہے؟

جواب:

یہ جو سوسہ آ جاتا ہے کہ شاید ایسا ہو یا کہ شاید ایسا نہ ہو تو اس کے لیے کہتے ہیں کہ پہلے ایک فیصلہ کر لو اور پھر چل پڑو۔ چلنا تو ضرور ہے آپ نے دن تو



گزر جائے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمہارے فیصلے Pending رہ جائیں۔ اگر کچھ نہیں بھی کرو گے تو ایک اور فیصلہ آنے والا ہے اور وہ میں نے پہلے بتایا تھا کہ Thy time is up and shut up۔ مثلاً انسان چلا جا رہا ہے سارے واقعات دیکھتا جا رہا ہے کہ یہ پھول ہیں یہ باغ ہے یہ اس کی سیر ہے۔ تو کر لو جو کرنا ہے کیونکہ اتنے میں آواز آنے والی ہے کہ تیرا وقت ختم ہو گیا۔ اس کے بعد خبردار! کوئی بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ فیصلے زندگی کے اندر ہی ہونے تھے۔ اب زندگی کا جو ٹائم ہے وہ اس کے اعلان آنے کی حد تک ہے اور جب اعلان ہو جائے گا کہ تمہارا وقت جو ہے وہ پورا ہو گیا اور فلاں بن فلاں رو برو حاضر ہو۔ تو تم رو برو حاضر ہو جاؤ گے۔ یہ نہ کہنا کہ مجھے تھوڑا سا کام کرنا تھا، کچھ کاغذات اور چابیاں ہیں، بچوں کو اکاؤنٹ بتانے تھے۔ تو وہ کہے گا کہ یہ تو بچے خود ہی کر لیں گے وہ تم سے زیادہ دانا ہیں، فکر نہ کرو تمہارا سارا مال اڑا دیں گے جو تم نے سنبھال کے رکھا تھا، وہ سب ضائع کر دیں گے۔ اس لیے یہ کہو کہ اللہ کا فضل ہونا چاہیے۔

اور بولو \_\_\_\_\_ حسن صاحب آپ بولیں \_\_\_\_\_

سوال:

میں سن رہا ہوں۔

جواب:

سن تو رہے ہیں لیکن سوال بھی پوچھو \_\_\_\_\_ کوئی بات \_\_\_\_\_

سوال:

کوئی بات ہے ہی نہیں۔

جواب:

کیا ناراض ہو؟ یہ نصیحت یاد رکھو کہ اللہ اتنا غریب بھی نہیں جیسے تم سمجھ رہے ہو کہ اس سے تم خزانے مانگ لو اور وہ مائنڈ کر جائے۔ وہ دے گا۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین نہ ہو تو میں شاید تمہارا مکان سونے کا بنا دوں۔ مگر اسے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین ہے اور پھر ایک وقت آئے گا جب تم اللہ کے آگے جا کے چیخو گے کہ تم نے مجھے اتنا مال کیوں دیا کہ میں دوزخ میں آ پہنچا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ خود ہی فرماتے ہیں کہ مجھے تمہارے گمراہ ہونے کا یقین ہے، لہذا میں تمہارے مکان سونے کے نہیں بناتا۔ ورنہ وہ بنادے تو اس کو کیا فرق پڑتا ہے۔ زمین کے خزانے بھرے پڑے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے کام تو نہیں آنے۔ وہ خزانے استعمال ہونے ہیں۔ سونا زمین کے اندر رہے گا اور جو زمین میں دفن ہے وہ پھر چار سو سال کے بعد زمین سے نکل آئے گا۔ کہتے ہیں کہ زمین سے سولہ کلو گرام کا ایک ہار نکل آیا۔ اگر اب نہ نکلا تو مٹی کے اندر سے سونا پھر نکل آئے گا۔ تو زمین کی ہر چیز زمین کے اندر رہتی ہے۔ یہ بڑا امانت خانہ ہے۔ کہتے ہیں کہ امانت خانے سے تم کوئی چیز لے کے باہر نہیں جاسکتے۔ جاسکتے ہی نہیں کیونکہ پھر آپ کی ہڈیاں زمین میں جا کے مل جائیں گی۔ تو ہڈیوں کی فاسفورس، پھر نائٹروجن، پھر آکسیجن اور پھر وہی مٹی کی مٹی۔ تو واقعہ اتنے کا اتنا ہی رہے گا۔ یعنی زمین کا ٹوٹل وزن وہی رہا جو پہلے تھا۔ تو تم یہاں سے لے کے کچھ نہیں گئے۔ تم

نے صرف Use کرنا ہے کیا کرنا ہے؟ صرف استعمال کرنا ہے۔ تو جو اللہ تعالیٰ  
 استعمال کر رہا ہے اسے استعمال کرو اور خوش ہو جاؤ، شکر یہ ادا کرو۔ لے جانے کی  
 تمنا جو ہے یہ گمراہی ہے۔ تم کہاں لے کے جاؤ گے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس  
 کائنات کے اس اللہ سے تم کچھ چیز لے کے کسی اور اللہ کے پاس چلے جاؤ گے۔  
 یہ تو بے وقوفی ہے کیونکہ اللہ تو ایک ہی ہے دوسرا اللہ کدھر سے آئے گا۔ دو اللہ تو ہو  
 نہیں سکتے۔ یہ نہ کرنا کہ پہلا ایک تو سمجھ آیا نہیں اور دوسرے کا سوچنا شروع کر  
 دو۔ ہمارے لیے ایک اللہ ہی کافی ہے۔ یہ نہ ہو کہ دو اللہ بنا لو، تین اللہ بنا لو،  
 Trinity بنا لو یعنی وہ جو Holy Trinity ہے۔ ناں! ہمارے لیے ایک اللہ کافی  
 ہے۔ کنفیوژن سے بچو اور یہ دیکھو کہ کون سا اللہ ہے اللہ ہمارے لیے وہ اللہ ہے جو  
 اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ ہے۔ ہمیں اور پتہ نہیں ہے۔ جیسا اللہ کے  
 محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے لیے وہ اللہ ہے۔ تو ہم خدائے  
 مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہیں۔ بس یہ کافی بات ہے۔ یہاں سے کیا کوئی  
 چیز لے جانی ہے؟ نہیں لے جانی، نام بھی نہیں لے جانا، واقعہ کوئی بھی نہیں لے  
 جانا، پیسہ بھی نہیں لے جانا، ہر چیز یہاں پڑی رہ جائے گی۔ خزانہ دیتے ہوئے اللہ  
 کو کوئی کمی نہیں ہے، وہ دے سکتا ہے۔ لیکن بات یہ ہے کہ پہلے اس سے اصلاح  
 مانگو اور نیکی مانگو بلکہ خود آپ نیکی کرو اور وہ دین کے حساب سے ہو۔ اگر وہ خزانے  
 دے دے تو اللہ کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ جس کو چاہے عطا کر دے۔ بس اللہ تعالیٰ  
 کو تسلیم کرو کہ وہ پالنے والا ہے۔ اس کو تم پالنے والا مانتے نہیں ہو اور مانگتے اس  
 سے ہو۔ تو وہ کیسے دے۔ تم سمجھتے ہو کہ ہمارا بازو پالنے والا ہے، ہم اپنے آپ کو



پالنے والے ہیں، ہم بنانے والے ہیں اپنے آپ کو، ہم رزق بنائیں گے۔ اگر اس کو پالنے والا مان لو تو پھر اسی سے مانگو، پھر سارے دعوے ختم ہو جائیں گے اور صرف عاجزی کا دعویٰ رہ جائے گا۔ تم تو کاری گر آدمی ہو آج یہ سکیم بناتے ہو، کل وہ سکیم بناتے ہو، پرسوں کوئی اور سکیم بناتے ہو۔ سکیمیں بنانے والا اللہ کے رازق ہونے میں شک کر رہا ہے۔ وہ رازق ہے اور جان کا رازق ہے، آپ ایک جگہ بیٹھ جاؤ تو وہ دے گا اور ضرور دے گا، اچھی طرح سے دے گا۔ اپنے آپ کا خیال رکھو۔

اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ ضمیر سے کہو کہ وہ سوال پوچھے \_\_\_\_\_ سوال:

اگر انصاف کرنے والے ظلم کرنا شروع کر دیں تو پھر \_\_\_\_\_ جواب:

پھر ان کی باز پرس تم سے نہیں ہوگی۔ سوال:

پھر انصاف کہاں سے ملے گا؟ جواب:

یہ جو انصاف کی بات کر رہے ہو تو ان کی باز پرس تم سے نہیں ہوگی لیکن اب تم مظلوم ہو گئے اور مظلوم کی دادرسی اللہ کے سوا اور کسی کے پاس نہیں۔ مظلوم ہونا شہادت کے درجات میں ہے۔ تو مظلوم ہونا شہیدوں کا فیض ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی شہید کی تم پر نگاہ ہے کہ تمہیں مظلوم بنادیا گیا۔ یہ فیض ختم نہ کرنا

اور نہ اسے بیچنا۔ انسان اسے کب بیچتا ہے؟ جب وہ مظلوم ہونے کی داستان سناتا ہے کہ مجھ پر اتنا بڑا ظلم ہوا، مجھ پر شہرتنگ کر دیا گیا، پھر ایک اور واقعہ ہو گیا۔ تو یہ تنگی کی داستان اور مظلوم ہونے کی داستان بیان کرنے والا اللہ کے پاس سے شہادت کی سند نہیں لے گا۔ شہادت یہ ہوتی ہے کہ ایسا مظلوم جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یا اس کے کسی شعبے کے لیے قربانی دے جائے۔ تو وہ مظلوم جو ہے شہید ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہوتا ہے۔ تو مظلوم جو ہے وہ اپنے مظلوم ہونے کی داد نہ پائے۔ پھر یہ بڑی برکت کی بات ہے۔ اللہ جاننے والا ہے اور جانتا ہے اور وہ انصاف کرنے والا ہے۔ انصاف کرنے والے یہ شعبے نہیں ہیں جن کو تم عدالتیں کہتے ہو۔ بس خاموشی سے چلتے جاؤ۔ اللہ پر تیرا سب حال آشکار ہے۔ اور جو تجھ پر کوئی ظلم کرتا ہے وہ اس پر سب آشکار ہے۔ تجھ پہ اپنا حال آشکار نہیں ہے۔ تم کہتے ہو کہ میں بڑا مظلوم ہوں کہ اُس نے میرے کان پھاڑ دیئے۔ جب کل اللہ تمہارے کانوں میں بالے لٹکائے گا تو پھر تو کہے گا کہ یہ تو بہت اچھا ہوا تھا کہ کان پھاڑے گئے اور اب ان میں سونا لگایا گیا۔ تو پہلے پتہ نہیں چلتا کہ کیا واقعہ ہے اور جب سند آتی ہے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ مظلوم ہونا کتنا اچھا تھا۔

اور کوئی بات ہو تو بولو \_\_\_\_\_ حسن صاحب بولیں \_\_\_\_\_ کوئی

بھی بات \_\_\_\_\_  
سوال:

”اللہ کی ہر روز نئی شان ہے“ اس کا ترجمہ یہ بتایا جاتا ہے کہ اللہ کو ہر روز

کوئی نیا کام ہوتا ہے

جواب:

اس کو فقراء جلوہ ہی کہتے ہیں کہ وہ ہر روز اپنے نئے جلوے سے ہے جلوہ آرہا ہے۔ اگر آپ ہر وقت مصروف رہتے ہو، مصروف رہو تب بھی جلوہ ہے۔ ہر روز نیا جلوہ اور نئے نئے رنگ اس کے ہیں۔ تو فقراء کو وہ رنگ نظر آتے ہیں اور ہم اللہ کے کام کو رنگ کہتے ہیں کہ اس کا نیا رنگ ہے نیا واقعہ ہے۔ اب یہ جو دن ہے اللہ کے ہاں پتہ نہیں کیسا دن ہے وہ دن کتنے دنوں کا ہے جو اللہ کا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اللہ اپنے بارے میں کہہ رہا ہے۔ اللہ کے کلام کی یہ خوبی ہے کہ اپنے آپ کو وہ ”ہو“ کہتا ہے یعنی وہ \_\_\_\_\_ کہ ”ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے“۔ تو وہ اپنے آپ کو ”وہ“ کہتا ہے کہ ہر روز وہ ایک نئی شان میں ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو ”وہ“ کب کہتا ہے یہ بھی ایک راز ہے۔ ”ہو اللہ“ کہتا ہے یعنی وہ اللہ۔ ہو اللہ الخالق الباری وہ اللہ جو خالق اور باری ہے۔ کہہ کون رہا ہے؟ اللہ آپ کہہ رہا ہے اللہ خود ہی فرما رہا ہے۔ وہاں پر ”میں اللہ“ نہیں کہتا۔ کبھی کبھی کہتا ہے کہ ”ہم“ وانا لہ لحفظون اور ہم اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ نحن اولیاء کم فی الحیوة الدنیا ہم تمہاری دنیا میں تمہارے ولی ہیں تم سے محبت کریں گے۔ تو کبھی وہ ”ہم“ کہتا ہے کبھی ”ہو“ کہتا ہے کبھی اپنے آپ کو ”انا“ کہتا ہے۔ بس یہ کہانی ہے راز کی۔ اس کو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں کتنی ضمیریں استعمال کی ہیں۔ ”میں“ ”ہم“ اور ”ہم دونوں“ کیونکہ ”نحن“ کے دونوں معانی ہیں ”ہم دونوں“ بھی اور ”ہم



سب“ بھی

اب دُعا کریں یا کسی کے ذہن میں کوئی اور بات ہے؟

سوال:

لوگ کہتے ہیں کہ اگر روٹی کے ٹکڑے راستے میں گرے ہوں تو انہیں اٹھا کے ایک طرف رکھ دیں تو اس سے رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔

جواب:

یہ ٹھیک بات ہے کہ اگر وہ ٹکڑے راستے میں گرے ہوئے ہوں تو انہیں ایک طرف رکھ دو۔ یہ ٹھیک بات ہے۔ دیوار کے ساتھ رکھ دو کسی قبرستان میں پھینک دو کسی اور جگہ پھینک دو۔ اس سے رزق میں یوں اضافہ ہوگا کہ اُسے پرندہ کھا جائے گا یا چیونٹی کھا جائے گی۔ پرندہ اور چیونٹی جب رزق کھا جائے تو وہ دُعا کرتے ہیں کہ یا اللہ جس نے ہمیں کھلایا اُس کے رزق میں اضافہ کر۔ بات سمجھ آئی آپ کو؟ اس لیے جب رزق میں کمی آجائے تو دانہ چیونیوں کے بلوں میں لے جاؤ۔ صبح صبح کبھی باغ میں جاؤ تو دیکھو گے کہ کچھ لوگ دانہ لے کے آتے ہیں اور گلہریوں کو ڈالتے ہیں چڑیوں کو ڈالتے ہیں۔ پھر چڑیاں، چیونٹیاں اور گلہریاں وہ کھا جائیں گے۔ تو وہ دُعا کرتے ہیں۔ جب چڑیاں چھپھاتی ہیں تو اصل میں یہ دُعا کرتی ہیں۔ چھپھانا جو ہے یہ گانا ہے۔ اگر چڑیاں چھپھاتی رہیں تو برکت ہی برکت ہے، مبارک ہی مبارک ہے۔ پالنے والے کا رزق ختم نہیں ہوتا۔ کیسے ختم ہو سکتا ہے کیوں کہ وہ تو پالنے والا ہے اس نے تو لنگر چلا دیا ہے۔ تو رزق کبھی ختم نہیں ہو سکتا۔ جب تک ماں پالنے والی ہے بچے کے لیے اس کا رزق

کبھی ختم نہیں ہوگا دودھ ہی دودھ ہوگا۔ تو رازیہ ہے کہ رازق کا رزق کیسے ختم ہو؟  
 اور کوئی بات پوچھو \_\_\_\_\_ ذہن میں کوئی بات ہو تو \_\_\_\_\_  
 نہیں ہے؟

پھر دُعا کرو \_\_\_\_\_ اللہ تعالیٰ سب کی زندگی آسان بنائے اور  
 خیریت ہو۔

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا و مولانا  
 حبیبنا و شفیعنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین \_\_\_\_\_  
 آمین! برحمتک یا ارحم الراحمین

A decorative rectangular border with a repeating floral or foliate pattern, rendered in black ink, framing the central content.

3



33

1 نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ کے \_\_\_\_\_ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟

2 سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

3 آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ بد عملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سو فی صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمتِ الہی کے سہارے بخشے جائیں گے \_\_\_\_\_

4 کیا دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟

5 صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے \_\_\_\_\_

6 وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو ”اللہ ہو“ پہ لگا دیا ہے تاکہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے رہیں اور فتح کرتے رہیں۔

7 یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی بھی یہی ہے۔

8 اسلام میں طرز حکومت کا کیا تصور ہے؟

9 کہتے ہیں کہ مجذوب با اختیار ہوتا ہے وہ جو کہتا ہے بات بن جاتی ہے۔

10 جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ ہوتا گیا۔



سوال:

نماز کوئی ہاتھ چھوڑ کے پڑھتا ہے اور کوئی ہاتھ باندھ کے \_\_\_\_\_ اس میں اتنا تضاد کیوں ہے؟

جواب:

اس میں تضاد نہیں ہے بلکہ یہ ٹھیک ہے۔ نماز کے اندر انسان کی تمام حالتیں، حالت نماز ہی کہلاتی ہیں۔ اس بات پہ آپ غور کریں کہ جو انسان نماز پڑھ رہا ہے اس کی ہر حالت، حالت نماز ہے، سجدہ ہے تو سجدہ بھی نماز ہے، رکوع بھی نماز ہے، قیام بھی نماز ہے، ہاتھ باندھ کے بھی کھڑا ہوا ہے، ہاتھ چھوڑ کے بھی پڑھتا ہے اور زمین پر بیٹھا ہوا بھی ہے۔ تو یہ سب نماز ہی ہے۔ اب آپ یہ دیکھو کہ جس شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حالت نماز دیکھی تو اس نے کہا کہ میں نے انہیں ہاتھ باندھ کے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، راوی بھی مستند ہے، تو ایسے ہی ہوگا، مستند ہوگا۔ اب اس پہ کوئی بحث نہیں کیونکہ یہ Past ہے اور روایت سے آ رہا ہے اور دونوں راوی معتبر ہیں کہ ہاتھ باندھے دیکھا ہے یا ہاتھ چھوڑ کے دیکھا ہے۔ تو ہاتھ باندھ تو صحیح ہے اور ہاتھ چھوڑ تو صحیح ہے۔ مطلب یہ

کہ دونوں حالتیں دیکھی گئی ہیں مدعا تو بندے کا عبادت میں جانا ہے۔ یہ جو فرق آپ کہہ رہے ہیں یہ تضاد نہیں ہے۔ اگر آپ کے اندر وحدت کردار یا وحدت عمل آجائے تو پھر ایک گروہ کے ساتھ چل پڑیں۔ بات اللہ کے دربار میں پہنچنے کی ہے۔ دیکھنے والوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں حالتوں میں دیکھا ہے۔ تو ایسے ہوگا۔ یہ حکم نہیں ہے کہ ہاتھ باندھو یا ہاتھ چھوڑو بلکہ نماز کو ادا کرنے کا حکم ہے۔ چونکہ آپ Past میں جارہے ہیں تو لازمی بات ہے کہ کسی روایت کے ذریعے جائیں گے یا کسی سند کے ذریعے جائیں گے کیونکہ Past تو مشاہدہ نہیں ہے۔ آپ کو کسی معتبر نے کہا کہ روایت یہ ہے کہ ہاتھ باندھو تو آپ ہاتھ باندھ لیں۔ جس نے ہاتھ کھولے ہوئے ہیں اسے چھوڑ دو۔ اگر کوئی آمین یا واز بلند کہہ رہا ہے تو اسے کہنے دو اور جو یا واز بلند نہیں کہتا وہ نہ کہے۔ جب آپ کے ہاں ایک قوم بن جائے ایک خلیفۃ المسلمین بن جائے اور وہ جو امر کرے اس کو مان لو۔ بہر حال یہ چیز ملت اسلامیہ میں چلی آ رہی ہے تراویح میں تعداد کے حساب سے فرق چلا آ رہا ہے اس میں روایتوں کے مطابق آٹھ بھی ہیں دس بھی ہیں بیس بھی ہیں۔ انہیں چلنے دو۔ اس بات کا فرق نہیں ہے بلکہ فرق یہ ہے کہ آپ مانتے ہیں کہ نہیں مانتے۔ جو اللہ کا یا واز بلند ذکر کر رہا ہے یا خفی ذکر کر رہا ہے یہ دونوں حالتیں صحیح ہیں اور لڑائی کرنے کے لیے دونوں حالتیں کافی ہیں۔ ایک آدمی جلی ذکر کر رہا تھا بلند آواز سے اللہ ہو کر رہا تھا تو دوسرے نے کہا کہ کیا تیرا اللہ کہیں گم ہو گیا ہے جسے اتنی زور سے پکار رہا ہے وہ تو تیرے پاس ہی ہے آہستہ بول۔ تو دونوں حالتیں صحیح ہیں صرف Sincerity کی بات ہے۔ جو



صرف دیکھنے والا ہے اُسے جھگڑا نظر آئے گا اور جو عمل کرنے والا ہے اس کو دونوں حالتیں صحیح نظر آئیں گی۔ آپ عمل کرنے والے نہیں۔ اگر صرف دیکھو گے تو تضاد نظر آئے گا اور عمل کرو گے تو تضاد نظر نہیں آئے گا۔ تو صرف دیکھنے والے کو مسلمانوں میں بڑا تضاد نظر آئے گا مگر عمل کرنے والے کے لیے کوئی تضاد نہیں ہے۔ کیا شیعہ کافر ہوتا ہے؟ کیا سنی کافر ہوتا ہے؟ کوئی کافر نہیں ہوتا بلکہ یا تو Sincere ہوتا ہے یا Insincere ہوتا ہے جو Insincere ہوتا ہے وہ بڑا ہی جھوٹا ہے اور Sincere آدمی مخلص آدمی بڑا ہی صحیح ہے۔ تلفظ کی بھی کوئی خاص بات نہیں ہے آپ کا جیسا بھی تلفظ ہے وہ Sincerely ادا کرو۔ آپ پتہ نہیں کہ حلق سے تلفظ نکال سکتے ہیں کہ نہیں، عربی بھی صحیح نہیں بول سکیں گے۔ لفظ ”عربی“ نہیں بلکہ ”عربیسی“ ہے۔ یہ بھی نہیں بول سکیں گے۔ اس لیے آپ اپنے ساتھ تھوڑی رعایت کریں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ پہلے آپ کو اس شخص میں تضاد نظر آئے گا پھر آپ کہیں گے کہ یہ شخص جھوٹا ہے جو نماز ادا کر رہا ہے۔ پھر کہیں گے کہ میں نماز ادا کرنے گیا تو وہاں جوتا چوری ہو گیا وہاں اچھے لوگ نہیں ہوتے۔ اس طرح وہ نماز چھوڑ دے گا۔ یہ سارے فارمولے نماز چھوڑنے سے پہلے کے ہیں کہ پہلے تضاد دیکھو پھر فرق دیکھو پھر اپنی طبیعت کی ناسازی دیکھو اور پھر نمازیوں کا غلط Behaviour دیکھو۔ پھر وہ گمراہ ہو جائے گا۔ سب ٹھیک ہے لگے رہو ہاتھ باندھ کے نماز پڑھو یا کہ کھول کے پڑھو لیکن نماز ضرور پڑھو۔ جیسے بھی ہو سکتا ہے نماز قائم کرو ایک خاص وقت پر ایک خاص جگہ اکٹھے ہو جاؤ! That's all! — آمین با واز بلند کہنی ہے تو کہو



آہستہ کہنی ہے تو کہو نماز تو پڑھو۔ تو یہ سوالات جو ہیں وہ گمراہی سے پہلے پیدا ہوتے ہیں۔ ان سوالات کو پیدا نہ ہونے دیا کرو۔ پہلے وہ پوچھے گا کہ جنگِ جمل کیا تھی؟ اب وہ شروع ہو گیا وہاں سے چلتے چلتے وہ کہے گا کہ تم یزیدی لوگ ہو ہم حسینی لوگ ہیں۔ نہ تم نے یزید کو دیکھا اور تم نے حسینؑ کو دیکھا۔ آج دیکھو کہ کیا تم اللہ کو مانتے ہو؟ قرآن پاک کو مانتے ہو؟ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتے ہو؟ کیا مسلمانوں کی کوئی عبادت ہونی چاہیے؟ کیا تین نمازیں کر دیں؟ لوگ یہ غلط بات کہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ پنجابی میں نماز ادا کر لیں۔ لیکن یہ ٹھیک نہیں ہے۔ تو جیسے ہے ویسے چلے دو۔ کیا ہاتھ باندھنے والے کو خدا نزدیک نظر آیا اور کیا ہاتھ کھولنے والے کا اللہ دور ہو گیا۔ یہ ساری خلوص کی باتیں ہیں۔ کچھ لوگ نقلی طور پر اللہ کو رورو کے یاد کر رہے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ اور طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک آدمی نماز پڑھ رہا تھا اور اس کے آگے سے دوسرا آدمی گزر گیا۔ اس نے کہا کہ بھائی دیکھو تم آگے سے گزر گئے ہو کیا بات ہے۔ اس آدمی نے کہا کہ مجھے تو پتہ نہیں ہے تم نماز پڑھ رہے تھے کہ کیا کر رہے تھے تم نماز پڑھ رہے تھے کہ مجھے دیکھ رہے تھے۔ مدعا یہ ہے کہ اگر مجنوں اپنی لیلیٰ کو دیکھ رہا ہو تو وہ ذبح ہو جائے تو اسے پتہ نہیں چلے گا کہ کیا ہوا ہے۔ آپ اللہ کی طرف محویت سے چلو۔ وہ ہاتھ بندھوائے گا یا پھر کھلوائے گا۔ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ آپ بتائیں کہ آپ ہاتھ باندھتے ہیں کہ کھولتے ہیں؟ آپ کیا کرتے ہیں؟

سوال:

میں تو باندھتا ہوں۔

جواب:

تو ہاتھ باندھے رکھو۔ ہاتھ باندھنے والا زیادہ تابعدار ہوتا ہے یا کہ

ہاتھ کھولنے والا؟

سوال:

ہاتھ باندھنے والا۔

جواب:

تو ہاتھ باندھے رکھو۔ ایک آدمی اگر کسی کے پاس گھٹنے کے بل بیٹھتا ہے، ادب سے کہتا ہے کہ آپ حکم فرمائیں مگر وہ اندر سے گستاخ ہو سکتا ہے۔ آپ سیاسی جماعتوں کو دیکھیں، وہاں نمبر ٹو ہمیشہ باغی ہوتا ہے، ہمیشہ نہ کہیں تو عام طور پر وہ باغی ہوتا ہے۔ سیاسی جماعتوں میں نمبر ایک تو لیڈر ہوتا ہے یعنی سپہ سالار۔ اس کے علاوہ جو دوسرے ہوتے ہیں نمبر ٹو لوگ، وہ عام طور پر باغی ہوتے ہیں۔ تسلیم کرنے کے بعد تردید کرنے والا نہ ادھر کارہا اور نہ ادھر کارہا۔ مولانا مودودی صاحب کے ہاں ڈاکٹر اسرار امین احسن اصلاحی اور کوثر نیازی نکل آئے۔ ان میں ایک اپنے لیڈر کو ابا جان کہتے تھے۔ ایوب صاحب آپ کے ملک میں پریذیڈنٹ ہوتے تھے، ان کے زمانے میں ایک فارن منسٹر ہوتے تھے جو ان کو ڈیڈی کہتے تھے۔ پھر جب وہ فارن منسٹر خود بادشاہ بنا تو اس نے ایوب صاحب کو ٹھوکر ماری، بوٹ کی ٹو ماری۔ پھر دیکھ لو کہ اس کو کیا سزا ہوئی۔ محسن کے ساتھ بے وفائی کرنے والا برباد ہو جاتا ہے۔ پھر ایک اور لیڈر ہوتے تھے جو کہتے تھے کہ میں نے سیاست بھٹو صاحب سے سیکھی ہے، ان مرد مجاہد سے سیکھی ہے، بس یہی



اک انسان ہے۔۔۔ پھر بعد میں ان سے لڑائی۔ وہ بھی جیل میں اور یہ بھی جیل میں۔ تو محسن سے بے وفائی کرتے ہوئے اس دارِ فانی سے رخصت ہو گئے۔ یعنی کہ اکثر نمبر ٹو تھری یا فور باغی کے باغی نکلے۔ وہ کیا کرتے تھے؟ وہ یہ دیکھتے رہتے تھے کہ کب اس کی آنکھ بند ہوگی۔ جو لوگ Ambition کے لیے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے اور ذاتی غرض کے لیے کسی کی اطاعت میں داخل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ نامراد ہوتے ہیں۔ دین میں جو لوگ اللہ کی رضا کے لیے داخل ہوئے وہ پھر ہمیشہ رہے اور کبھی باغی نہیں ہوئے۔ ”اللہ“ ایک ایسا اسم ہے جو ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اگر کوئی پیغمبر پردہ فرمالیں تو اللہ پھر بھی قائم ہوگا۔ تو اللہ تو ایسا ہے۔ اس لیے ایسی Sincerity کے لیے کوئی بغاوت نہیں ہے۔ اس میں کوئی طوائف الملوکی نہیں ہے۔ ورنہ عام طور پر آپ جس آدمی کو دیکھیں گے اس کا نمبر ٹو باغی ہوگا۔ وجہ کیا ہے؟ کیونکہ خلوص نہیں ہے اخلاص نہیں ہے۔ اخلاص اس لیے نہیں ہوتا کیونکہ لوگ اپنے مقصد کے لیے کسی کے ساتھ جا کے شامل ہوتے ہیں۔ اگر ان کا مقصد پورا ہو جائے گا تب بھی اسے چھوڑ دیں گے اور اگر مقصد پورا نہیں ہو گا تب بھی اُسے چھوڑ دیں گے۔ تو جس کا مقصد پورا ہو جائے وہ کہے گا کہ کام ہو گیا ہے اب کیا ضرورت ہے اور جس کا مقصد پورا نہ ہوا وہ کہے گا کہ اس کا کیا فائدہ مقصد تو پورا نہیں ہوتا۔ تو وہ بھی باغی کا باغی ہوگا۔ لہذا وہ لوگ جو اللہ کو کسی کام کے لیے مانتے ہیں اگر ان کا کام ہو جائے تب بھی اللہ کو چھوڑ دیں گے اور کام نہ ہو تب بھی اللہ کو چھوڑ دیں گے۔ اللہ کو صرف کام کے لیے نہ مانا کرو بلکہ کہو کہ وہ کرتا ہے تو کرے اور نہیں کرتا تو نہ کرے، ہم اس کو مانتے چلے جائیں گے۔ اللہ کا ہمیں یہ



پتہ چلا ہے کہ جس پہ خوش ہوتا ہے اس کو بھی ماردیتا ہے اور جس پر خوش نہیں ہوتا اس کو بھی ماردیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ یہ کام ضرور کرتا ہے کہ جس پہ راضی ہے اُسے کہتا ہے کہ تو آ جا اور جس پہ راضی نہیں ہے اُسے بھی کہتا ہے کہ تو بھی آ جا۔ تو اس کے کام ایسے ہیں۔ موسیٰؑ نے اللہ سے عرض کی کہ حکم فرمائیں کہ کیا کیا جائے۔ اللہ نے کہا کہ فرعون سے بات کرؤ اس کو ہماری طرف Dispatch کرو روانہ کرو۔ موسیٰؑ نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا کیا جائے؟ اللہ نے کہا کہ پھر آپ بھی آ جاؤ۔ بس کھیل ختم ہو گیا۔ تو پہلے اس کو میرے پاس بھیجوا اور پھر خود بھی آ جانا کیونکہ تُو تو اپنا ہے ماننے والا ہے۔ تو قاتل اور مقتول دونوں ہی روانہ ہو جائیں گے۔ یہ کھیل ہی ایسا ہے۔

ستم ہے جور ہے یعنی غضب ہے  
میرے قاتل کا رب میرا بھی رب ہے

تو آپ اللہ کو ذرا دھیان سے مانو۔ اللہ کے کام اللہ کرے اور اپنے کام آپ خود کرو۔ تم جب اللہ کی طرف سے کام کرنے لگ جاتے ہو تو غلطی کر جاتے ہو۔ کرتے یہ ہو کہ اپنے کام اللہ کے حوالے کر دیتے ہو اور اللہ کے کام خود شروع کر دیتے ہو۔ اللہ سے کہتے ہو کہ یا اللہ اس کو مار اس کو فی النار کر اس کو تباہ کر دے اور فلاں کو خوش حال کر دے اس کو امیر کر دے اس کو غریب کر دے۔ کیا اللہ صرف تمہارے کام کرنے کے لیے بیٹھا ہوا ہے۔ یہ نہیں کہتے کہ اے اللہ مجھے حکم فرما کہ میں کیا کروں۔ بس یہ اپنی طرف سے اللہ کو ٹیلی کمیونی کیشن کرتا رہتا ہے خود اللہ سے Dictation نہیں لیتا بلکہ اُسے دیتا ہے۔ ایسی دعا نہ کرو جس میں

آپ اللہ کو Dictation دیتے ہیں۔ دعا یہ ہے کہ اگر تو اللہ جانتا ہے پھر کہنے کی ضرورت نہیں اور اگر نہیں جانتا تو پھر کس کو کہنا ہے۔ اس لیے  
غالب نہ کر حضور میں تو بار بار عرض  
ظاہر ہے تیرا حال سب ان پر کہے بغیر

جب تیرا حال ظاہر ہے تو پھر اب کیا کہتے جا رہے ہو۔ کوئی مولوی صاحب یہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بیماری کی دعا کے لیے کہا ہے ان کی بیماری ٹھیک ہو جائے۔ اب یہ اُس آدمی سے کہہ رہا ہے اللہ سے نہیں کہہ رہا۔ پھر کہے گا کہ اس کے حالات درست ہو جائیں۔ اس طرح وہ اعلان کرتا جاتا ہے۔ تو دعاؤں کو اس طرح مانگنا کہ لوگوں کی تسلی ہو جائے یہ جھوٹ ہے۔ وہ صرف تسلی کرانے کے لیے دعا مانگتے ہیں یعنی گمراہی کا سہارا ڈھونڈتے ہیں کہ کام بھی نہ کرے پھر بھی مہینے کے بعد تنخواہ مل جائے چاہے دفتر نہ جائے نہ دوکان Attend کرے نہ کاروبار کا خیال کرے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کا کام درست کرتا جائے۔ یہ مسلمانوں سے زیادتی کی بات ہے۔ اس کا نظام تو کافر کے پاس بھی ہے نہ ماننے والے کے پاس بھی ہے وہ اپنے کارخانے کو چلاتے جا رہے ہیں اور آپ صرف دعائیں کرتے جائیں اپنا کاروبار تعویزوں پہ چلاتے جائیں۔ کہتا ہے کہ اگر کارخانہ بند ہو گیا ہے تو تعویز نمبر چار لگا دو اب کارخانہ چل پڑے گا۔ مگر یہ کیسے چل پڑے گا تم مستری بلاؤ کارخانہ ٹھیک کرو اپنے واقعات درست کرو کوئی انجینئر بلاؤ۔ مگر تم کہتے رہتے ہو کہ دعا کریں کہ کارخانہ چل پڑے لیکن دعا کرنے والے کا اپنا کارخانہ ہوتا ہی نہیں ہے۔ کیا وہ کوئی مکینک ہے۔ ایک آدمی نے کسی



کو عادی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بادشاہ بنادے۔ ساتھ ہی ایک سننے والے نے کہا کہ یہ بادشاہ بن گیا تو تم اس کے کیا بنو گے، کیا اس کے وزیر بنو گے، اس کے ماتحت بنو گے، رعایا بنو گے؟ تم یہ کیا دعا کرتے جا رہے ہو، یہ قادر الکلامی کیا ہے؟ اس لیے اللہ کے کام اللہ پر ہی چھوڑ دو۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے والوں کو اللہ کے روبرو رہنے دو، ہاتھ کھلا رکھنے والوں کو بھی اللہ کے روبرو رہنے دو، شیعہ کو اس کی عاقبت کے حوالے کرو اور سنی اپنی عاقبت کا انتظام کرے۔ آپس میں کیوں جھگڑتے ہو؟ شیعہ اور سنی کو اللہ جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم جانیں، تم اپنا عمل کرتے جاؤ۔

تجھ کو پرانی کیا پڑی اپنی نیڑ تو

اپنا تو پتہ نہیں ہوتا، دو دن نماز پڑھتا ہے اور پھر دوسرے کو کہنے لگ جاتا ہے کہ کل تم نماز پتہ نہیں آئے۔ وہ کہتا ہے کہ ہاں میں نہیں آ سکا تھا۔ تو یہ کہتا ہے کہ تم مارے جاؤ گے، برباد ہو جاؤ گے، اللہ تمہیں تباہ کر دے گا۔ نہ اس شخص کے حالات کا پتہ ہوتا ہے، نہ اس کے خیالات کا پتہ ہوتا ہے، وہ بے چارہ ہسپتال جاتا ہے، اس وقت ہسپتال کے لیے اُسے پریشانی ہوتی ہے اور یہ اس پہ نماز نافذ کرتے جاتے ہیں اور اس کی مدد نہیں کرتے۔ بس صرف فتویٰ دے دیتے ہیں اور اس بھائی کو مدد نہیں دیتے۔ تو یہ ہے تمہاری حالت کہ تم اس کی مدد نہیں کرتے بلکہ فتویٰ دیتے جاتے ہو۔ اس لیے تم میں اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں، بریلوی ہوتے ہیں، دیوبندی ہوتے ہیں، اہل قرآن، اہل حدیث اور اہل فقہ ہوتے ہیں۔ جب تک نیت صاف ہے سارے ہی ٹھیک ہیں۔ اچھا مومن بہت اچھا ہوتا ہے، اچھا



کافر جو ہوتا ہے وہ کم بے ایمان ہوتا ہے۔ اس لیے کہتے ہیں کہ کافر اچھے نہ رہے اس لیے مومن بھی اچھے نہ رہے۔ جب کافر طاقت ور ہوتا تھا تو مومن بھی طاقت ور ہوتا ہے۔ کافر بھی اچھے ہوتے تھے اور مومن بھی اچھے ہوتے تھے۔ آپ کو صلاح الدین ایوبی اور رچرڈ کا واقعہ یاد ہوگا۔ صلاح الدین ایوبی ایک مسلمان جرنیل تھا اس کا جو دشمن تھا یعنی رچرڈ وہ بیمار ہو گیا۔ یہ صلیبی جنگوں کا واقعہ ہے۔ صلاح الدین ایوبی حکیم کا بھیس بدل کر رچرڈ کے پاس چلا گیا اور اس کا علاج کیا۔ رچرڈ اسے پہچان گیا کہ یہ تو وہ ہے۔ اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ صلاح الدین ایوبی نے کہا تیرے بغیر لڑائی کا لطف نہیں آتا، تو ٹھیک ہو جا تو پھر لڑائی کریں گے۔ اور تم لوگ دشمن کو دعا سے مارنے کی کوشش کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اللہ کرے جرموں کی توپوں میں کیڑے پڑ جائیں۔ ان میں کیڑے نہیں پڑتے، بس تم اپنی توپ کو طاقت ور بناؤ۔ دشمن کو رہنے دو، وہ جتنا طاقت ور ہو گا تم اتنے ہی طاقت ور ہو گے۔ اس لیے تم دھیان کرو اور مومنوں کے نقص نہ نکالا کرو۔ یہ نہ کہنا کہ وہ شخص ایسے ہی بن رہا ہے اور ماتھے پہ نشان ڈالا ہوا ہے۔ اس کا نشان جانے اور اللہ جانے تو کون ہے۔

دراصل ایسا کہہ کے وہ اپنی گمراہی کی تسکین کر رہا ہے۔ ایسا شخص کہتا ہے کہ یہ سب گمراہ ہیں، مولوی بنے ہوئے ہیں مگر یہ سب گمراہ ہیں۔ یہ اصل میں اپنی گمراہی کو Cover کر رہا ہے۔ اس لیے اپنے آپ پر مہربانی کرو اور دوسرے کے معاملے میں بالکل دخل نہ دینا۔ صرف اپنے معاملات میں دخل دینا کہ تمہارا کیا حال ہے۔ دوسرے کا باطن نہ دیکھ بلکہ اپنا باطن دیکھ۔ یہ نہ سوچو کہ اس کے جی

میں کیا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ تمہارے اندر کیا ہو رہا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو دیکھو۔  
 ہاتھ کھول کے یا ہاتھ باندھ کے نماز حضور پڑھا کرو اللہ کی طرف رجوع کرو  
 اور کہو کہ یا اللہ مہربانی فرما جیسے بھی ہیں تیرے بندے ہیں ٹھیک ہیں۔ دونوں صحیح  
 ہیں۔ ان میں فرق نہ ڈالو پہلے ہی بڑا فرق ہوا پڑا ہے۔ میں نے پہلے بھی آپ کو  
 بتایا تھا کہ اللہ کے نام پر جھگڑا کریں گے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام  
 پر جھگڑا، صحابہ کرام کے نام پر جھگڑا، اولیائے کرام کے نام پر جھگڑا کریں گے۔ کہتا  
 ہے تم قادری لوگ ہو لیکن چشتی کی کیا بات ہے۔ چشتی اور قادری اس لیے ہوتے  
 تھے کہ تمہیں محبت سکھائیں۔ تم نہ چشتی ہو اور نہ قادری ہو بلکہ تم جھگڑالوی ہو اور یہ  
 تمہارا عقیدہ ہے۔ تو اس بات سے بچو اور Sincere ہو جاؤ۔ That's  
 all! بس یہی ایک عقیدہ ہے اسلام کا۔ یہ دین بہت اچھا ہے۔ کن کے لیے؟  
 اچھوں کے لیے۔ بروں کو تو یہ راس نہیں آسکتا۔ ڈنڈی مار کو یہ دین راس نہیں  
 آئے گا، وہ تو اس دین کو بھی خراب کر دے گا۔ ہمارے ہاں یہ ہوا ہے کہ جن لوگوں  
 کی اصلاح نہیں ہوئی ہے ان کو تم نے سربراہ بنا دیا ہے اور جو اصلاح یافتہ ہیں  
 انہیں یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ تم خانقاہ پر بیٹھ جاؤ۔ یہ ایک طرف چلے گئے اور وہ  
 دوسری طرف چلے گئے اور اس طرح جھگڑا ہو گیا، فساد ہو گیا۔ اب بادشاہ سلامت  
 جو ہیں وہ اسلام کے بارے میں بولتے ہیں اور بداسلامیاں کرتے ہیں۔ اور تم  
 لوگ جو صرف اسلام کے نام پر جیتے ہو تمہیں پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور دین  
 سے تمہیں پیسہ مل نہیں رہا۔ کیا تیل کا ایسا کنواں نکلنا چاہیے جو صرف دین کے نام  
 پہ نکلے۔ مگر وہ نہیں نکلا۔ دنیا میں تیل مسلمانوں کے پاس ہے اور یہ بھی ہے کہ



مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور ایسے مسلمان بھی ہیں جن کے گھر کے چراغ میں تیل نہیں ہے۔ تو یہ دونوں مسلمان ہیں۔ تو اس کے تیل کو ہم کیا کریں کہ ادھر گھر میں بتی یادیا نہیں ہے۔ یہ مسلمان کیسے مسلمان ہیں کہ مسلمان ہی غریب ہیں اور ان مسلمانوں کے پاس بلیک گولڈ ہے، تیل ہی تیل ہے، چشمے ہی چشمے ہیں۔ جو مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے اور یہودیوں کی مدد کرتے ہیں اللہ ان کے تیل کے چشموں کو غرق کرے۔ تیل کا خریدار کون ہے؟ یہودی۔ یہودیوں کے ٹینکوں میں ان کا تیل جلتا ہے مگر مسلمانوں کے ذیوں میں نہیں جلتا۔ بات کہنے کی تو نہیں ہے مگر اللہ خود ہی انصاف کرے۔ اپنے ملک میں بھی آپ دیکھو تو مسلمان ہی سارے امیر ہیں اور مسلمان ہی سارے غریب ہیں۔ کسی کو کسی پر نہ کوئی ترس آتا ہے اور نہ خیا آتی ہے۔ مسلمان ہی ڈاکٹر ہے اور مسلمان ہی مریض ہے۔ یہاں کا ڈاکٹر اتنا بے حیا ہے کہ غریب کو مریض ہی نہیں ہونا چاہیے۔ غریب اگر مریض ہو گیا تو مریض بے حیا ہو جائے گا۔ اس لیے غریبوں کو یہ پیغام ہے کہ ڈاکٹر کے پاس نہ جانا۔ میرا مطلب ہے کہ ایسے ایسے بے حیا واقعات موجود ہیں کہ بس۔ آپ Sincere ہو جاؤ۔ اور سمجھو کہ یہ کون سا وقت ہے اور کون سا زمانہ ہے۔ یہ صرف فیس کی بات نہیں بلکہ کچھ اخلاص بھی ہونا چاہیے، محبت بھی ہونی چاہیے، بھائی چارہ بھی ہونا چاہیے۔ اس لیے فتویٰ یہ ہے کہ آپ ہاتھ باندھو یا ہاتھ چھوڑو، سب ٹھیک ہے۔ کچھ کرو تو سہی۔ Sincere تو ہو جاؤ۔ فتوے نہ دیا کرو۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ سب ٹھیک ہے۔ شرک کیا ہوتا ہے؟ اس وقت ہوتا ہے جب تم ریگن کو



بلا تے ہو اور گورباچوف کو بلا تے ہو۔ جب ان مددگاروں کو بلا تے ہو تو یہ ہے شرک۔ کہ تم نے اپنے آپ کو اسلحہ کے ساتھ فرعون بنا دیا اور بھائی بھائی کو مارتا جا رہا ہے۔ یا رسول اللہ کہنا شرک نہیں ہے بلکہ شرک یہ ہے کہ تم پستول لے کے بھائی کو مارنے جا رہے ہو اور آدھا ملک باقی کے آدھے ملک کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

سوال:

سر! معجزے اور کرامت میں کیا فرق ہے؟

جواب:

میں نے کہا تھا کہ وہ سوال کرو جس کا تمہاری ذات سے تعلق ہو۔ نہ تم معجزہ اور نہ کرامت یہ تو علم برائے علم ہے۔ وہ سوال پوچھو جو تمہارے حال کے اندر ہو ذاتی خیال کے اندر ہو اور تمہاری زندگی کے اندر ہو۔ اگر کوئی خرق عادت پیغمبر سے سرزد ہو تو اسے معجزہ کہیں گے اور کسی امتی سے واقعہ ہو جائے تو اسے ہم کرامت کہیں گے۔ یعنی کہ Exception عام قانون فطرت کے علاوہ کسی واقعہ کا رونا ہونا یا رونا کرنا جو ہے اس کو یا تو کرامت کہیں گے یا معجزہ کہیں گے یا اس کو استدراج کہیں گے۔ یہ تینوں شعبے Exception کے ہیں۔ مثلاً یہ جو دریا چلا جا رہا ہے یہ الٹا چلنا شروع ہو جائے۔ اب یہ Rule کے خلاف ہو گیا۔ اگر تو قانون فطرت کو توڑنے والا یا اس کا کوئی پہلو دکھانے والا نامزد پیغمبر ہے تو ہم اس کو معجزہ کہیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کے عصا سے بھی اڑدہا بنا اور جادو گروں کی رسیوں سے بھی اڑدہا بنے۔ رسیوں سے اڑدہا بننا جادو ہے استدراج ہے اور

موسیٰ علیہ السلام کا جواڑ دیا ہے وہ معجزہ ہے۔ گویا کہ ایک جیسا عمل ہو رہا ہے لیکن پیغمبر کے عمل کو معجزہ کہیں گے اور Non-Believer وہ کرنے نہ ماننے والا وہ کرے تو ہم اسے استدراج کہیں گے۔ اور جب ایسا کام اولیائے اُمت سے ہو جائے تو اسے ہم کرامت کہیں گے۔ یعنی کہ عام روٹین سے ہٹ کر کوئی واقعہ ہو جانا۔ کہنے والے ایک خاص بات کہتے ہیں اس کو دل میں رکھ لینا یہ بات یاد رکھ لینا کہ کرامت بھی دراصل یکے از معجزات پیغمبر ہے۔ یعنی ولی کی کرامت بھی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہی ہے۔ آپ کے بعد آپ ہی کی طرف سے Exception کا اظہار ولی کی زبان سے یا ولی کے عمل سے کرایا جاتا ہے۔ چونکہ ولی جو ہے وہ واصل بالذات رسول ہوتا ہے اس لیے اگر اس سے وہ عمل سرزد ہو جائے تو اس کو یہ ماننا چاہیے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ تو یہ ہے کرامت اور یہ ہے معجزہ اور وہ ہے استدراج۔ اگر Non-Believer ہو میں اڑ جائے تو یہ استدراج ہے اور اگر فقیر کی کھڑانویں اڑ جائیں تو یہ کرامت ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ داتا صاحب کا راجہ جوگی کے ساتھ آ منا سامنا ہو گیا۔ راجہ جوگی ہوا میں اڑ گیا۔ اس نے کہا کہ آپ کچھ دکھائیں۔ داتا صاحب نے کہا کہ ہمارے پاس تو دکھانے کے لیے کچھ نہیں اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ پھر آپ کی کھڑانویں اڑ گئیں اور جوگی کو مارتے مارتے نیچے لے آئیں۔ تو ایک کرامت ہے اور دوسرا استدراج ہے۔ اُس زمانے میں ہندو جوگی بھی اچھے ہوتے تھے کیونکہ جب وہ شکست کھا جاتے تھے تو کلمہ پڑھ لیتے تھے۔ آج کا مسلمان ہزار بار یہ دیکھ لے مگر کلمہ نہیں پڑھتا۔ وہ



جوگی جب شکست کھاتے تھے تو کہتے تھے کہ سرکار اب ہم لاجواب ہو گئے ہیں بے سوال ہو گئے ہیں اب ہمارا کلمہ پڑھنا ضروری ہو گیا ہے۔ مگر آج کے انسان کے ساتھ بیس مرتبہ یہ واقعہ ہو جائے مگر وہ پھر بھی کلمہ نہیں پڑھتا۔ ایک درویش کا مشہور واقعہ ہے کہ آپ بیمار تھے۔ اب یہ کرامت کا بڑا عجیب پہلو ہے۔ لوگوں نے کہا کہ ہمارے علاقے میں ایک حکیم ہے لیکن ہے وہ ہندو۔ مسلمانوں نے ان کا بڑا علاج کیا لیکن وہ بزرگ ٹھیک نہیں ہوئے۔ انہوں نے اس ولی اللہ سے کہا کہ ایک ہندو حکیم بڑا اچھا ہے اگر آپ کہیں تو اس کو بلا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بلا لو۔ وہ ہندو حکیم آیا اور دو چار دن کے اندر ایسا نتیجہ دیا کہ کاری گری کی کہ آپ ٹھیک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ تو تو بہت اچھا آدمی ہے تو نے اتنی طاقت کہاں سے لی؟ اُس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے نفس کے خلاف بات کرتا ہوں تو مجھے اس سے طاقت ملتی ہے پھر میں یہ طاقت حکمت میں استعمال کرتا ہوں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تیرا نفس کلمہ پڑھنا چاہتا ہے؟ اُس نے کہا نہیں جی۔ آپ نے فرمایا کہ اب کر اُس کے خلاف کام۔ اُس نے سوچا کہ میرے پاس تو کوئی جواب ہی نہیں رہا۔ وہ کلمہ پڑھانے والے تھے حضور محبوب الہی نظام الدین اولیاء۔ مدعا یہ کہ ایسے لوگ پھر کلمہ پڑھ لیا کرتے تھے۔ اُس نے کہا کہ یہ تو آپ نے میرے ساتھ کمال کر دیا میں نے آپ کا علاج کیا کرنا تھا یہ تو آپ نے میرا علاج کر دیا۔ مدعا یہ ہے کہ یہ ہیں کرامتیں۔ تو کرامتوں کے باب ہی اور ہیں۔ کرامت بھی اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ہوتی ہے۔ کرامت بھی اللہ کی مہربانیوں سے سرزد ہوتی ہے۔ فقر کی راہ میں



کرامت کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایسے ہے جیسے کہ کوئی نامناسب چیز ہو، یہ کوئی تماشہ ہے، شعبہ بازی ہے۔ فقر کو کرامت کے باب سے ایسے نکلنا چاہیے جیسے غلیل سے کوہ ابھاگ جاتا ہے۔ آپ بھی بھاگ جاؤ۔ جب کرامت سرزد ہونے لگے تو اُس علاقے سے بھاگ جاؤ۔ کبھی کرامتوں کے پیچھے نہ پڑنا۔ کرامت جو ہے اس سے تمہاری دین کی کمائی Cash ہو جاتی ہے یعنی کرامت سرزد ہوئی تو چیک کیش ہو گیا۔ اس لیے اپنی کمائیوں کو کیش نہ کروایا کرو، کچھ ڈیپازٹ بھی رہنے دیا کرو۔ یہ بہتر ہے۔

اب سوال وہ کرنا جس کا آپ کی ذات کے ساتھ کوئی تعلق ہو

غور کرو

سوال:

آپ کی اجازت سے میں اپنے بیٹے کا سوال کرتا ہوں کہ یہاں پر جو لوگ بد عملی کرتے ہیں ان کو یہاں پر سونی صد سزا نہیں ہوتی اور وہ یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن رحمت الہی کے سہارے بخشے جائیں گے۔

جواب:

آپ کا بیٹا لوگوں کی بد اعمالیوں کو دیکھتا جا رہا ہے مگر وہ اپنے عمل کو بھی دیکھے اور اپنی عاقبت کو دیکھے۔ وہ پہلا کام تو یہ کرے۔ بد اعمالی اصل میں نقصان دہ کام کا نام ہے۔ اچھا وہ یہ کرے کہ مہینہ دو مہینے وہ دوسروں کے اعمال کو نہ دیکھے پہلے اپنے عمل کو دیکھے کہ یہ نیک عمل ہے یا بد عمل ہے یعنی اپنی عاقبت کو دیکھے۔ پھر اسے معلوم ہوگا کہ ایک ایسا وقت آئے گا جب نیک اعمال کے باوجود بھی اس کو

رحمت کی ضرورت ہوگی۔ تو دوسروں کو اللہ کی رحمت سے محروم کرنے کا منصوبہ نہ بناؤ۔ ایسے لوگ کہتے ہیں کہ یہاں ایک آدمی بد اعمالی کرتا ہے اور آگے بھی اس کی بخشش ہو جائے تو یہ کیا بات ہوئی۔ بد اعمال ہی کے لیے تو بخشش ہے۔ اگر بخشش ہوتی ہے تو ہونے دو اس میں وقت کی کیا بات ہے۔ اس بات کو سمجھنے کے لیے آپ کو اسلام کے آغاز میں جانا پڑے گا۔ اسلامی معاشرے سے پہلے عرب کے اندر ایک ایسا معاشرہ قائم تھا جو بڑا ظالم معاشرہ تھا۔ اگر آپ کو کہیں کہ اسلام سے پہلے عربوں کی حالت یہ مضمون لکھو تو آپ لکھیں گے کہ وہ بچیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا کرتے تھے، ظلم تھا، فساد تھا اور فسق و فجور تھا۔ تو وہ معاشرہ تباہ ہونے کے قابل تھا مگر اللہ تعالیٰ نے یہ احسان فرمایا کہ اسی معاشرے کے اندر رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا۔ گویا کہ اس معاشرے پر انعام کر دیا گیا، جہاں سزا کی ضرورت تھی وہاں انعام کر دیا گیا۔ یہ اللہ کے کام ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں جب چاہوں اندھیرے سے نکال کے روشنی میں داخل کر دوں۔ یہ اس کا اختیار ہے۔ اس کو رہنے دیا جائے۔ تو اللہ جب چاہے کسی کو اندھیرے سے نکال کے اُسے روشنی میں داخل کر دے، اللہ جب چاہے کسی کے گناہ معاف کر دے اور جب چاہے اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے۔ وہ چاہے جو کرے۔ وہ کن فیکون کا مالک ہے، جب چاہے پیسے دے دے اور جب چاہے تو تم سے قرضہ مانگ لے۔ تو وہ کبھی دیتا ہے اور کبھی مانگنے لگ جاتا ہے۔ اس لیے اس کے کام میں دخل نہ دو اور اپنی جواب دہی کرو۔ پھر آپ کو جلد ہی بات سمجھ آ جائے گی۔ آپ اپنے جواب کا خیال رکھو کہ آپ نے کیا جواب دینا ہے۔ اس سے نہ پوچھو

کہ اُس نے ایسا کیوں کیا بلکہ تمہی سے پوچھا جائے گا کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔  
سوال:

میں نے اُس کو یہی کہا تھا کہ سوال تم سے کیا جائے گا، اللہ سے نہیں۔  
جواب:

اس کو کہو کہ ذرا دھیان کرے۔ اس کو سمجھاؤ۔ اسے کہو کہ یہ بات ایسی ہے کہ تمہیں سمجھ آ جانی چاہیے۔ اس میں راز یہ ہے کہ اللہ نے جس گنہگار کو بخشا ہے اس کی یہاں ہی توبہ ہو جانی ہے اور یہاں پر توبہ کا حق ابھی ہے۔ جس پر اللہ نے رحم کرنا ہو اس کی یہیں سے توبہ شروع ہو جائے گی۔ جو گنہگار مر گیا وہ گنہگار ہی اُٹھے گا، جو کافر مر گیا وہ کافر ہی رہے گا۔ اور اگر ستر سال کا کفر کلمہ پڑھ کے مومن ہو گیا تو وہ مومن ہی اُٹھے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے قیامت کو کیا کرنا ہے؟ یہیں سے Convert کرنا ہے۔ یہ نہیں ہوگا کہ کوئی کافر گنہگار ہو گیا، گناہ میں مر گیا تو اللہ اُسے قیامت میں بخشے گا۔ وہ نہیں بخشے گا۔ یہ پکا فیصلہ ہے۔ کس کو بخشے گا؟ جس کو توبہ نصیب ہوگئی۔ یہاں پر دانا لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر تم سے گناہ ہو گیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم توبہ کی توفیق سے پہلے ہی مر جاؤ۔ اس لیے تم اپنے آپ کو گناہ سے بچاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ توبہ ہی نصیب نہ ہو۔ جس کو توبہ نصیب ہوگئی اس کو مغفرت نصیب ہوگئی اور بولو \_\_\_\_\_ پوچھو \_\_\_\_\_

سوال:

کیا دعا تقدیر کو بدل سکتی ہے؟



جواب:

بالکل بدل سکتی ہے۔ تم تقدیر سے بے خبر ہوتے ہو اور پھر جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ تقدیر ہوتی ہے۔ اگر ایک آدمی پھانسی لگ رہا ہے اور دعا کی گئی تو پھانسی سے نجات ہو گئی۔ اب بتاؤ کہ ہوا کیا؟ دراصل یہ بات سمجھنا بڑا مشکل ہے لیکن اسے سمجھ لینا چاہیے۔ دو قسم کے واقعات ہوتے ہیں Event ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ وہ ہے جو Happen ہو جائے سرزد ہو جائے اور دوسرا واقعہ وہ ہے جو Happen ہو سکتا تھا۔ اُسے Unhappened Event کہتے ہیں۔ مثلاً آپ بس یہ جارہے ہیں اور پھر سامنے سے ایک بس آ گئی، دونوں بسیں آمنے سامنے آ گئیں۔ لیکن ٹکرائیں ہوئی۔ تو اندیشہ خوف اور ہراس تھا لیکن کچھ نہیں ہوا۔ اب یہ جو Event بیان کر رہا ہے یہ وہ Evnet ہے جو نہیں ہوا۔ آپ ان Events کو نکال دیں جو نہیں ہوئے۔ Event وہ جو ہو جائے، یعنی واقعہ وہ ہے جو ہو جائے پھر دعا تقدیر کو نہیں بدلتی۔ اور وہ واقعہ جو ہونا تھا لیکن نہیں ہوا، وہ دعا سے بدل جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تو ہونا ہی تھا۔ ”ہونا تھا“ جو ہے یہ اندیشہ ہے اور دعا جو ہے وہ اندیشے کو نکالتی ہے۔ تو وہ اندیشہ ہے امکان ہے۔ اور جو ہو جائے وہ تقدیر ہے۔ لہذا دعا سے بھی تقدیر ہی بنتی ہے۔ ورنہ تو آپ کو دو تقدیریں مانی پڑیں گی یعنی دعا سے پہلے ایک تقدیر تھی اور دعا کے بعد ایک مقدر بنا۔ تو یہ دو تقدیریں ہو گئیں مگر دو تقدیریں ہوتی ہی نہیں ہیں، تقدیر ایک ہی ہوتی ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے جو مقدر لکھا ہوا ہے وہ چاہے دعا کے ساتھ ہے یا دعا کے بغیر ہے، وہ تو ہو کے ہی رہے گا۔ اس لیے ہو جانے والی چیز کو تقدیر کہو۔ اور جو ابھی ہوئی نہیں

اس کو آپ جو مرضی کہہ لو۔ کہتے ہیں کہ ابھی بیٹا پیدا نہیں ہوا، دعا سے پیدا ہوگا۔ جو خدا کو نہیں مانتے ان کے ہاں بھی بیٹے پیدا ہوتے ہیں۔ دنیا میں تقریباً آدھے بیٹے اور آدھی بیٹیاں پیدا ہوتے جا رہے ہیں۔ اگر تمہارا بیٹا دعا سے پیدا ہوا ہے تو تمہیں مبارک ہو مگر ساتھ گھر والے کے ہاں دعا کے بغیر بیٹا پیدا ہو گیا۔ آپ انہیں بھی مبارک دے دو۔ پیروں کا کام یہاں سے چلتا ہے۔ انہیں کہتے ہیں کہ دعا کریں کہ بیٹا ہو، وہ کہتے ہیں کہ بیٹا ہی پیدا ہوگا۔ پھر بیٹا پیدا ہو گیا اور وہ خوش ہو گئے کہ دعا سے بیٹا ہو گیا۔ اور جس کا بیٹا پیدا نہیں ہوتا وہ کہتا ہے کہ میں ہی بد قسمت ہوں، پیر صاحب تو کہتے ہیں دعا سے بیٹا دیتے ہیں۔ بیٹا بھی اللہ کی طرف سے اور بیٹی بھی اللہ کی طرف سے۔ دعا یہ کرنی چاہیے کہ یا اللہ تعالیٰ مجھے اپنی زندگی میں پرسکون سفر کی توفیق عطا فرما۔ تقدیر آپ کا چہرہ ہے، یہ بدلتا نہیں ہے۔ کسی نے آج تک دعا سے کسی انسان کی چار آنکھیں نہیں بنائیں۔ لہذا آپ وہ دعا ہی نہیں کرتے جو کہ واقعہ ہو نہیں سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ یا رب العالمین ایک ایسا بیٹا پیدا کر جس کو پر لکھے ہوئے ہوں اور وہ ہوا میں اڑے۔ یہ نہیں ہو سکتا اور تم یہ دعا نہیں مانگو گے۔ تو تم کبھی ایسی دعا نہیں مانگو گے جو تمہارے خیال کے مطابق پوری ہو نہیں سکتی۔ نہ ہونے والی چیز آپ کے الاشعور کی بات ہے آپ کی بے خبری کی بات ہے۔ آپ بے خبری کو دعا کے ذریعے تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور باخبر آدمی دعا کی بات نہیں کرتا، وہ اپنے اندیشوں کو دعا سے نالتا ہے۔ سب سے اچھی دعا یہ ہے کہ یا رب العالمین تو نے میرے لیے جو چیز عطا فرمائی ہے وہ مجھے دعا کے ذریعے دیتا جا اور جو مجھے نہیں دینا اس کے لیے دعا کی



توفیق نہ دے۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرتا جائے گا۔ دعا کرو کہ یا اللہ مجھے اپنے حال پر راضی رہنے کی توفیق دے۔ یہ توفیق دعا سے ملتی ہے۔ وہ بیٹا دے یا بیٹی دے، دونوں ٹھیک ہیں۔ کہتے ہیں کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بادشاہ بنادے۔ بھٹو صاحب کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ شاہباز قلندر کے ماننے والے تھے ان پر بزرگوں کی نگاہ تھی اور انہوں نے بادشاہی بھی دے دی۔ لیکن جب انہیں جیل اور پھانسی ہوگئی تو پھر کیا کہا جائے۔ اگر پتہ چل جائے کہ تقدیر کیا ہوگی تو انسان دعا بھی نہیں کرے گا۔ عام طور پر کوشش کے ذریعے دعا کے ذریعے اور لوگوں کی صلاح کے ذریعے انسان اُسی پاکٹ میں جاتا ہے جہاں اس کی سانس بند ہونی ہے۔ تو وہ اس بندگلی میں پہنچے گا۔ ایک آدمی بھاگا بھاگا حضرت سلیمانؑ کے پاس گیا کہ سرکار مجھے بچالیں، موت کا فرشتہ مجھے دیکھتا جا رہا ہے، گھورتا جا رہا ہے مجھے کہیں دور بھیج دیں۔ انہوں نے ہندوستان بھیج دیا۔ دوسرے دن عزرائیلؑ ملے تو حضرت سلیمانؑ نے پوچھا کہ تُو فلاں شخص کو بڑا ڈرارہا تھا۔ کہتا ہے کہ میں ڈرا نہیں رہا تھا بلکہ میں تعجب میں تھا کہ اس کی جان میں نے ہندوستان میں قبض کرنی ہے اور یہ مصر میں بیٹھا ہوا ہے تو یہ وہاں کیسے پہنچے گا؟ آپ نے مہربانی فرمائی کہ اُسے وہاں پہنچا دیا۔ میں نے وہاں جا کے جان قبض کر لی۔ بعض اوقات شکار دعا کرتا کرتا شکاری کے پس پہنچ جاتا ہے۔ تو ایک دعا شکاری کی ہے، ایک دعا شکاری ہے، کام بڑا لمبا ہے، باز نے فاخہ کو کھانا ہی کھانا ہے، کبوتر کو اس نے کھانا ہی ہے، تو کون دعا مانگے اور کون نہ مانگے۔ بس چپ ہی کر جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے جیسا فرمایا ہے اس طرح دعا مانگنے



سے آپ کے اندر شانتی پیدا ہو جائے گی۔ دعا آپ کو عاقبت کی سختی سے بچائے گی۔ دعا کے ذریعے آپ کو گمراہیوں سے توبہ نصیب ہو جائے گی۔ یہ بہت اچھی دعا ہے کہ یا رب العالمین اچھی سنگت دے دے۔ اگر اچھی سنگت مل گئی تو پھر دعا ہی دعا ہے۔ دوہی تو کام کرنے ہیں کہ یہاں کی زندگی آرام سے گزر جائے اور یہاں سے رخصت اچھی ہو جائے۔ بس زندگی کی پرسکون گزر جائے اور رخصت پرسکون ہو جائے۔ کلمہ پڑھ کے آپ خود ہی چلے جاؤ۔ تو جانے والے لمبی چوڑی دعا نہیں مانگتے۔ دعا سنت کی پیروی میں کیا کرو یہ بتانے کے لیے کہ ہم اللہ کو پکار رہے ہیں اور اللہ ہم پر مہربانی فرمائے۔ تقدیر مقرر شدہ ہے دعا اندیشے کو نکالتی ہے امکان درست کرتی ہے۔ تمہارا ارادہ بدل سکتا ہے امر الہی نہیں ٹل سکتا۔ دعا بہت کام کرتی ہے بڑے بڑے کام کرتی ہے۔ دعا کا سب سے بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ تمہیں اللہ کے قریب کر دیتی ہے تم اس کے دروازے پر سائل بن کے چلے جاتے ہو اب اس کا کام ہے کہ کیا دے اور کیا نہ دے۔ عام طور پر دعا مانگنے والا کچھ اور مانگنے جاتا ہے اور آگے سے واقعہ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ ہوتا اسی طرح ہے۔ اگر وہ اللہ کی بارگاہ میں کسی دعا کے لیے چلا جائے کسی آرزو کے لیے چلا جائے وہ اللہ کو پکارے کسی دعا کے لیے اور کسی آرزو کے لیے \_\_\_\_\_ اور پھر اگر وہاں سے جواب آ جائے کہ کیا مانگتے ہو تو وہ سوال ہی بھول جائے گا کہ کیا مانگنا تھا اور کیا نہیں مانگنا تھا۔

ہم ان کے پاس گئے حرف آرزو بن کے

حریم ناز میں پہنچے تو بے نیاز ہوئے

تو سوال کہاں اور جواب کہاں۔ سوال عام طور پر آپ کو سفر کراتا ہے اور منزل آجائے تو سوال نہیں رہتا۔ عام طور پر لوگ خواہشات کے مسافر ہوتے ہیں لیکن مسافر کو اگر منزل مل جائے تو خواہشات وہیں کی وہیں رہ جاتی ہے سب دھرے کا دھرا رہ جاتا ہے کچھ اور ہی واقعہ ہو جاتا ہے۔

اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ کوئی بات جو ذہن میں ہو \_\_\_\_\_ سوال:

صوفیاء کرام کے جو سلسلے ہیں ان میں ذکر کرایا جاتا ہے لیکن کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ہندوؤں سے لیا گیا ہے

جواب:

قرآن پاک میں بہت سارے مقامات پر اس کی سند ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی اس کی سند ہے۔ ذکر اکثر اکثریت سے ذکر کرو فاذکرونی اذکر کم تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب اللہ کے ذکر کے بغیر قلوب کو اطمینان نہیں آ سکتا۔ ایک اور جگہ پر ہے کہ اقم الصلوٰۃ لذكوری: میرے ذکر کے لیے نماز قائم کرو۔ پھر فرمایا گیا ہے کہ جب یہ ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ کروٹ کروٹ ذکر کرتے ہیں قیاماً و قعوداً \_\_\_\_\_ ذکر کا بار بار حکم ہے۔ یہ سلسلہ عین اسلامی ہے۔ یہ بالکل جائز ہے۔ یہ ہندوؤں سے نہیں لیا گیا بلکہ یہ مسلمانوں کا اپنا سلسلہ ہے۔ بلکہ ان سلسلوں نے تو ہندوؤں کو مسلمان

کیا۔ یہ ہندوؤں سے لیا نہیں بلکہ ہندوؤں کو دیا ہے۔ تو ذکر جواز ہے یہ جواز صوفیائے کرام سے بھی ہے اور سب بزرگانِ دین کی طرف سے بھی ہے۔ آپ کسی سلسلے میں شامل ہو کے ذکر کر کے دیکھو۔ یہ عین مسلمانوں کا طریقہ ہے۔ کہتے یہ ہیں کہ اگر تم تنہا ذکر کرو تو اللہ تنہا ذکر کرے گا اور تم محفل میں ذکر کرو تو اللہ فرشتوں کی جماعت میں ذکر کرے گا۔ ایک مرتبہ ایسا واقعہ ہوا کہ کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ ہم اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ یہاں بیٹھنے کی کوئی دنیاوی غرض و غایت تو نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ بالکل کوئی اور مدعا نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مبارک ہو مجھ پر اس بارے میں وحی نازل ہوئی ہے۔ اللہ کا فرمان ہے کہ زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے وہ اللہ کی تسبیح بیان کر رہی ہے۔ یسبح لله ما فی السموات وما فی الارض۔ تو تسبیح بیان ہو رہی ہے اور وہ سب بیان کر رہے ہیں۔ تو یہ بات سند کے طور پر بتائی گئی کہ آپ اللہ کی تسبیح بیان کرو، فرائض بھی پورے کرو اور اس سے محبت کا اظہار بھی کرو۔ تو ذکر بھی کرو، خفی کرو یا جلی کرو، مل کر کرو جیسے بھی ہوتا ہے وہ کرو۔ ”اللہ“ کیا کرو، سانس کے ساتھ کیا کرو، غور کے ساتھ کیا کرو۔ ”اللہ ہو“ کیا کرو، ”حق اللہ“ کیا کرو، ”لا الہ الا اللہ“ کیا کرو، ”الا اللہ“ کیا کرو۔ جیسے آپ کو آتا ہے کیا کرو۔ اللہ کو پکارو اس کو پکارنے کا حکم ہے اور پکار یہی ہے۔ یہ کون کہتا ہے کہ یہ ہندوؤں سے لیا ہے؟



سوال:

آج کل اخباروں میں آتا ہے۔ جیسے یوگا کے بارے میں آتا ہے۔

جواب:

یوگا کو تو ہم نے کلمہ پڑھا دیا ہے۔

سوال:

وہ کہتے ہیں کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو ”اللہ ہو“ پہ لگا دیا ہے تاکہ وہ اس میں لگے رہیں اور ہم لوگ لڑتے رہیں اور فتح کرتے رہیں۔

جواب:

وہ لوگ لڑ کے کیا کریں گے؟ فتوحات کریں گے۔ پھر فتوحات کو کیا کریں گے؟ اصل میں یہاں پہ گمراہی ہے۔ پہلے وہ فتوحات کریں گے، ملک حاصل کریں گے اور پھر رخصت ہو جائیں گے۔ مال حاصل کرنا، شہرت حاصل کرنا اور فتوحات کرنا جو ہے یہ سارے کا سارا وہم ہے۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے غور کریں کہ آپ کا ہونا کیوں ہے اور کب تک ہے؟ جو کچھ آپ حاصل کر رہے ہیں کیا یہ حاصل ہوا؟ مثلاً آپ نے مکان حاصل کر لیا، وہ مکان اور لوگوں کے لیے ٹھہر گیا مگر اس کا مکین رخصت ہو گیا۔ یہ واہمہ ہے کہ آپ نے کچھ حاصل کر لیا ہے۔ سکندر اعظم جب فتوحات کرنے کے لیے چلا تو سب کا خیال تھا کہ یہ یونانی لوگ ہیں، جرنیل ہے، بڑا طاقت ور ہے، اس کے آگے کون ٹھہرے گا۔ ایک درویش نے اسے پوچھا کہ تم کدھر جا رہے ہو۔ سکندر نے کہا کہ فتوحات کرنے۔ درویش نے کہا کہ میں سمجھ گیا۔ پوچھا کہ کیا سمجھ گئے۔ کہتا ہے کہ یہ پردیس میں

اپنی قبر بنانے کے لیے جارہا ہے ۔

مارا دیارِ غیر میں مجھ کو وطن سے دُور

رکھ لی میرے خدا نے میری بے کسی کی شرم

تو مقدونیہ کا رہنے والا فاتح ہندوستان بلکہ فاتح دنیا سکندر یہ میں جا کے ختم ہو گیا۔ جب یہ اصل واقعہ سمجھ آ جائے کہ گھر سے قبرستان تک کا سارا سفر ہے تو پھر فتوحات کیا ہوتی ہیں۔ اگر انگریز فتوحات میں لگا ہوا ہے تو انگریز برباد ہو گیا۔ وہ انگریز جو اتنے بڑے شعور والا تھا، جس کی حکومت میں سورج نہیں ڈوبتا تھا اب اس کے ستارے ہی ڈوب گئے۔ مسلمان کو غور کرنا چاہیے کہ اس چیز پہ انگریز نے اُسے نہیں لگایا بلکہ مسلمان ذکر کی وجہ سے اور ذکر کی بدولت ہی قائم ہے۔ ایک بزرگ ایئر پورٹ پر آئے ہوئے تھے اپنے مریدوں سمیت انہوں نے کہا کہ تم لوگ جہاز چلا رہے ہو اور ذکر کرتے وقت اگر سمجھتے ہو کہ ہم پس ماندہ ہیں تو تمہارے ذکر کی بدولت اور تمہارے دم سے یہ سارا قائم ہے یہ نظام ہی اسی دم سے قائم ہے۔ مدعا یہ کہ اس میں اندیشہ نہ کیا کرو ڈرانہ کرو کہ لوگ کیا کہیں گے کہ یہ اس زمانے میں ذکر کرتا ہے۔ اسی زمانے میں تو آپ کو ذکر کرنا چاہیے۔ جو ذکر نہیں کریں گے وہ کیا کریں گے؟ دوکان کریں گے، کاروبار کریں گے اور فتوحات کریں گے۔ مگر فتوحات کی اصلیت دریافت کر لو کہ فتوحات ہیں کیا۔ ایک چیز کو ضرور فتح کرنا چاہیے تھا اور وہ ہے موت۔ مگر اس کو تم سارے مل کے فتح نہیں کر سکتے۔ بڑے افسوس اور شرمندگی کی بات ہے۔ اتنے بڑے ڈاکٹر اور اتنے بڑے انسان موت کو فتح نہیں کر سکے۔ ایسا ہوتا کہ ایک تو فرشتہ ہے اس کو مار دؤ

عزرائیل کو فارغ کر دو۔ مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ ہم سے نہیں مرتا۔ پھر تمہاری فتوحات کیا ہیں۔ بس یہ سارا ہی جھگڑا ہے۔ تو اس بات پہ غور کرو

سوال:

بات یہ ہے کہ جو گیوں، راہبوں اور صوفیاء میں بہت سے چیزیں مشترک ہیں۔ اس حوالے سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن سے لی گئی ہیں۔

جواب:

صوفیائے کرام اور راہب میں فرق ہے۔ اگر ایک صوفی شہر کو چھوڑ کے باہر چلا گیا یا پہاڑ پہ چلا گیا تو ان لوگوں کا ایک طریقہ ہے۔ یہ بڑے کاری گر لوگ ہیں انہوں نے دنیا کو چھوڑا نہیں ہے بلکہ دنیا کو وہاں پہ بلا لیا۔ کیا کام کیا؟ شہر سے دور چلے گئے اور کچھ دنوں کے بعد وہ بستی نظام الدین بن گئی، کچھ دنوں کے بعد اجودھن کو پاک پتن بنادیا، سب کچھ صاف کر دیا۔ وہ شہر چھوڑ کے آرام سے بیٹھ جاتے ہیں لگتا ہے کہ گم سم بیٹھے ہیں، کچھ عرصہ بعد دو چار بندے وہاں گئے، پھر دس بندے گئے۔ ان کے چھوٹے موٹے کام بھی کیے اور ان کو کوگر بھی سمجھا دیا۔ پھر بیس آدمی چلے گئے۔ اگر کوئی بے باک صوفی ہے تو وہاں ڈھول بجنے شروع ہو گئے۔ لیکن وہاں پر انہوں نے مسجد بنادی۔ پھر سوچا کہ اتنی دور سے آتے ہیں اور ان کو یہاں کھانا نہیں ملتا تو لنگر بھی بنادیا، پھر جمعہ پڑھانے کا انتظام بھی کر دیا، آپ جیسا کوئی مولوی وہاں Appoint کر دیا۔ پھر صوفیائے کرام کا وہ علاقہ ایسا ہو گیا کہ شہر سے باہر رہنے والا سارے شہر پہ راج کر رہا ہے، بادشاہی



کر رہا ہے۔ یہ راہب نہیں بلکہ فتوحات کے مالک ہوتے ہیں۔ داتا صاحب لاہور سے باہر بیٹھ گئے۔ اس وقت داتا صاحب نہیں کہلاتے تھے۔ تو وہ بھائی دروازے کے باہر درخت کے نیچے آرام سے بیٹھ گئے۔ آہستہ آہستہ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ بندہ خوب صورت ہے بات لا جواب ہے یہ قصہ کیا ہے۔ ایک جوگی کو بھی اطلاع ہو گئی۔ اس نے دودھ والوں کو منع کر دیا کہ ان کو دودھ مت دو ورنہ تمہاری گائے اور بھینس دودھ کی جگہ خون دیں گی۔ تو ایسا ہی ہوا اور خون آنا شروع ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں تم دیکھنا کہ کیا ہوتا ہے۔ پھر وہاں لنگر پکنا شروع ہو گیا، حلوے کے کڑاہ پکنے شروع ہو گئے۔ ”داتا“ کا لفظ ہندی کا لفظ ہے۔ تو ہندوؤں نے کہا کہ یہ تو داتا ہے۔ ”غریب نواز“ بھی ہندوؤں نے کہا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تم میری بات بعد میں سننا پہلے ایک دیگ بناؤ اور اس میں ایک سو بیس من چاول ڈالو اور کھاتے چلے جاؤ۔ غریب نوازی تو خود بخود شروع ہو گئی۔ تو یہ لوگ شہر سے دور رہ کر بھی شہروں کو کنٹرول کرتے تھے۔ یہ دوسروں کو کھلاتے تھے اور خود نہیں کھاتے تھے دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے تھے۔ یہ سارے کے سارے اپنے گھر کے بڑے پکے لوگ ہوتے تھے۔ اب آپ دیکھو کہ اجیر شریف ہندوستان میں ہے اور آپ اسے یہاں بیٹھ کے یاد کرتے جا رہے ہیں۔ 1965ء کی جنگ کا ایک واقعہ ہے یہاں پر کچھ لوگ خواجہ غریب نواز کا عرس منا رہے تھے اور اوپر سے حملہ ہو رہا تھا۔ ایک بندے نے کہا کہ تم یہ کیا عرس منا رہے ہو اوپر سے تو وہ بم پھینکتے جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو جائے گا وہاں سے چادریں آئیں گی۔ ہمارے

پانٹوں کو حکم نامہ ہو گیا کہ خبردار اجمیر شریف میں بم نہ پھینکنا، دلی کے اندر بھی، بستی نظام الدین میں بھی نہ پھینکنا، سرہند شریف میں بھی نہ پھینکنا، کلیر شریف میں بھی نہ جائے۔ انہوں نے کہا کہ کیوں نہ پھینکیں، یہ تو دشمن کا علاقہ ہے، کہنے لگے کہ یہ اپنے ہی علاقے ہیں۔ تو وہاں بیٹھ کے بھی یہ لوگ کنٹرول کیا کرتے ہیں۔ آپ کوئی ایسا صوفی درویش بتا دو جس کی جگہ یا خانقاہ شہر سے باہر ہی رہی ہو۔ کمال کی بات تو یہ ہے کہ ان لوگوں نے شہر بسا دیے۔ وہ جہاں جہاں جا کے بیٹھ جاتے ہیں وہاں میلہ لگ جاتا ہے۔ میں کسی لمبے چوڑے دعوے کی کیا بات کروں، یہاں ہم نہ اشتہار لگاتے ہیں اور نہ کوئی اور بات کرتے ہیں، شہر کے اندر بیٹھے ہیں اور گرم سم ہو کے بیٹھے ہیں، کسی واقف کو میں نے اطلاع ہی نہیں دی کہ یہاں کیا ہوتا ہے، کوئی شکل صورت بھی نہیں بنائی تا کہ کسی کو پتہ ہی نہیں چلنا چاہیے، بس آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں، گمنام۔ اگر اس کو Open کر لیا جائے، میں یہ کہہ رہا ہوں، شہر سے باہر چلے جائیں تو تیسرے دن شور شرابہ ہو جائے گا۔ ایک بندے نے کہا کہ مسلمانوں کی فقیری تو آسان ہے، بس شہر سے باہر ایک جگہ بنالو، آستانہ بنالو۔ یہ گمراہ ہونے کا، پیر بننے کا نسخہ ہے کہ وہ وہاں جا کے بیٹھ جائے، ایک دیگ پکا لے اور پکا تا جائے، وہاں پر پانی کا ایک تالاب بنالو اور یہ کہو کہ جو اس تالاب سے پانی لے گا اُسے شفا ہوگی۔ اللہ تو شفا دینے والا ہے۔ کاروبار چل پڑے گا اور تولے کے حساب سے پانی پکے گا۔ اس طرح پیر صاحب کا کاروبار چل پڑے گا۔ مدعا یہ ہے کہ نقلی بھی اس سسٹم کی وجہ سے آباد ہو گئے تو پھر اصلی کی تو بات ہی اور ہے۔ تو یہ درویش شہر آباد کرنے والے لوگ تھے۔ شہر سے باہر آ جاتے تھے لیکن مکمل



ہوتے تھے۔ ان لوگوں نے بڑی حکومت کی ہے۔ یہ راہب نہیں تھے۔ راہب کا مقام اور ہے۔ یہ تو Directly ہی Involve ہو جاتے ہیں اور ایک پیر کے حوالے سے آتے ہیں اور ان کے پیر بھائی ساتھ ہی ساتھ آتے ہیں پورے کا پورا سلسلہ ہوتا ہے۔ اور پھر یہ لوگوں کے اندر گھوم پھر جاتے ہیں۔ آپ یہ دیکھو کہ اُس زمانے میں میاں میر صاحب شہر سے باہر ہوتے تھے اور بادشاہ ان کے دربار میں آتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے زمانے میں امیر خسرو جو کہ بادشاہوں کے بادشاہ تھے وہ دن بھی وہاں اور رات بھی وہاں ہوتے تھے۔ بابا فرید صاحب کی جو شادی ہوئی ہے وہ بادشاہ بلبن کے ہاں ہوئی۔ تو وہ شکر بھی کھلاتے تھے اور شکر کی بارش بھی برسا سکتے تھے پھر گنج شکر ہو گئے۔ تو یہ تو بڑے بڑے طاقت ور لوگ تھے شہر آباد کرتے تھے۔ صوفیائے کرام نے رہبانیت اختیار نہیں کی ہے۔ یہ پورے کے پورے اتالیق ہوا کرتے تھے اور سیکھ کے آیا کرتے تھے۔ داتا صاحب اپنے وطن سے باہر ہیں اور جتنا ان پر لوگوں نے سلام کیا جتنا یہاں پر قرآن شریف پڑھا گیا ہے اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے۔ حالانکہ بظاہر یہ پردیسی ہیں لیکن لاہور کو آپ آج تک داتا کی بستی کہتے ہیں۔ تو اس نامعلوم انسان نے کہاں سے چل کے پردیس کے اندر کیسی بادشاہی کی کہ زمانے بیت گئے مگر اب تک بادشاہی چلی آرہی ہے۔ کسی کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کون ہیں اور بہت کم لوگوں نے ان کی کتاب پڑھی ہے لیکن اس کے باوجود آج تک ان کی بادشاہی ہوتی آرہی ہے۔ یہ خاص واقعہ ہے۔ اور ایک جہانگیر بادشاہ ہے جہاں تم کبھی کبھی جاتے ہو وہ بھی اگر کوئی فنکشن ہو دو آدمی



وہاں چلے گئے، فوٹو لے لیا، سکول کے بچے وہاں لے جاتے ہیں اور وہاں  
 ویرانیاں ہوتی ہیں، چیللیں اور گندھ وہاں بیٹھے ہوتے ہیں۔ تاریخ میں ہوتا ہے کہ  
 جہانگیر بادشاہ نور جہاں آصف جاہ \_\_\_\_\_ اور یہ پتہ بھی نہیں ہوتا کہ داتا صاحب  
 کون ہیں مگر وہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جا رہے ہیں۔ تو یہ دلوں پر بادشاہی  
 کرنے والے تھے۔ یہ رہبانیت نہیں کرتے بلکہ آنا فانار رہبانیت کو توڑ دیتے  
 ہیں۔ اس لیے ان کو سمجھو کہ یہ کون لوگ ہیں \_\_\_\_\_  
 اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ سعید صاحب \_\_\_\_\_ حافظ صاحب بولیں۔

سوال:

یہ جو قرآن مجید کی موجودہ ترتیب ہے کیا نزولی بھی یہی ہے۔

جواب:

ایک دفعہ انگلینڈ اور امریکہ کے درمیان موومنٹ چلی تھی کہ یہ جو  
 ڈرامے ہیں یہ شیکسپیر کے لکھے ہوئے ہیں یہ کسی اور کے لکھے ہوئے ہیں مگر  
 نام اس کا لگ گیا ہے۔ امریکہ نے یہ موومنٹ چلائی تھی تاکہ وہ جو شہرت ہے وہ  
 ختم ہو جائے اور ڈرامے لاوارث مرجائیں۔ بڑی پریشانی ہوئی اور انہوں نے  
 ثابت کرنے کی کوشش کی۔ بعد میں ایک آواز آئی کہ جس شخص نے یہ ڈرامے  
 لکھے ہیں اسی کا نام شیکسپیر ہے چاہے وہ کوئی بھی تھا۔ پھر ایک موومنٹ لاہور میں  
 چلی۔ کہا گیا کہ یہ جو مزار ہے یہ داتا صاحب کا نہیں ہے بلکہ داتا صاحب کی قبر جو  
 ہے وہ قلعے کے اندر ہے۔ لاہور کے اندر ہی یہ واقعہ ہوا۔ کسی نے یہ بات کی تاکہ  
 کوئی ایسا واقعہ ہو جائے کہ یہاں سے ایک بار مقام اکھڑ جائے۔ کیونکہ داتا

صاحبؒ کسی کو چلنے ہی نہیں دیتے اور ساری شہرت ان کے پاس چلی جاتی ہے۔ انہوں نے سوچا کہ یہاں سے ایک دفعہ قبر کو ہٹاؤ، قلعے میں لے جاؤ تا کہ یہ مقام ختم ہو جائے اور آگے وہ مقام ملے نہ ملے، بس پھر ایسی بات نہیں ہوگی۔ یہ بات چلتے چلتے بڑا واقعہ بن گیا۔ تب کچھ لوگوں نے کہا کہ جو داتا صاحبؒ قلعے کے اندر ہیں ان کو غیر معروف ہی رہنے دو اور جو یہاں پر ہیں ان کو داتا کہو۔ تو داتا گنج بخشؒ یہی ہیں جن کا یہاں مزار ہے۔ آپ کے لیے یہ کافی ہے۔ اب قرآن پاک کی ترتیب کا کیا ہے؟ اگر تم قرآن پاک نہ پڑھنا چاہو تو یہ ترتیب صحیح نہیں ہے، یہ ترتیب جو ہے Chronological نہیں ہے اور اگر تم پڑھنا چاہو تو تمہارے لیے یہی ترتیب آئی ہے اور تم اس کو قائم کرو، اسے قبول کرو۔ تمہیں اس سے کیا غرض کہ اس کا Chronological Order کیا ہوگا۔ آپ اَلَمْ سے شروع کر دو اور والناس تک جا پہنچو۔ بس یہی ترتیب چلی آرہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا حافظ و ناصر ہے اور اس نے اس میں سے الگ الگ ٹکڑے نازل فرمائے، عطا فرمائے، ترتیب یہی ہے، ازلی ترتیب یہی ہے، لوح و قلم پر یہی ترتیب ہے۔ یہ فی لوح محفوظ ہے، وہاں لکھا گیا، محفوظ کیا گیا اور ترتیب یہی ہے جو کہ اب ہے۔ اور یہ ترتیب کب بنی ہے؟ بعد میں۔ یہ Patch work میں نازل ہوتی رہی ہے۔ پہلے یہ نازل ہوتا رہا ہے اور پھر یہ ترتیب آگئی۔ اس کو قبول کرلو۔ یہی ترتیب ہے۔ اگر اس طرح بحث کرو گے تو آپ کے لیے قرآن، قرآن نہیں رہے گا اور آپ پڑھنا چھوڑ دو گے۔ اگر یہ کہو گے کہ نماز ایسے نہیں ہے تو اسے بھی پڑھنا چھوڑ دو گے۔ پھر اگر یہ کہا کہ اسلام اس حالت میں تھا ہی نہیں، جیسے اب



ہے تو اسلام کو چھوڑ دو گے۔ تو آپ اس کو نہ چھوڑو بلکہ اس کو پڑھتے جاؤ اس وقت تک پڑھتے جاؤ جب قرآن کا شعور مل جائے۔ آپ سب کو اس کا Order پتہ ہے کہ اس کی شان نزول کیا ہے کون سی سورۃ مدنی اور مکی ہے۔۔۔۔۔۔ ان ساری باتوں کا آپ کو پتہ ہی ہے۔ یہ سوال کیوں پیدا ہوتا ہے؟ تاکہ آپ اتنی بڑی کتاب کے دباؤ سے بچ جائیں۔ آپ نہ بچنا بلکہ اسے پڑھتے جاؤ۔ ترتیب ایسے ہی ہے یہی رائج ہے اور یہی رائج رہے گی۔ اس لیے ماننے والے یہ کہتے ہیں کہ اللہ کی طرف سے یہی ہے۔ یہ تو آپ کو پتہ ہے کہ پہلے کیا واقعہ ہوا تھا اور بعد میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ اس میں ذرا بھی شک پڑ گیا تو آپ سارے واقعہ کو Miss کر دو گے۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ قرآن میں ہے کیا پرانے قصے روایات اور کچھ نصیحتیں۔ لیکن یہ خاص بات ہے کہ ان پڑھ لوگوں کو بھی یہ یاد ہو جاتا ہے زبر اور زیر کا فرق نہیں ہوتا۔ جس کو اپنے باپ کا نام یاد نہیں ہوتا اس کو قرآن حفظ ہو جاتا ہے۔ یہ معجزہ ہے۔ مدعا یہ ہے کہ دین جس حالت میں آپ کے پاس آیا ہے اس کو ماضی کے حوالے سے نہ توڑنا کیونکہ یہ بھی تاریخ ہے اور وہ بھی تاریخ ہے۔ ایک کہتا ہے کہ کیا تم نے وہ کتاب پڑھی ہے تو دوسرا کہتا ہے کہ میں نے کوئی اور پڑھ لی ہے۔ آپ میں سے کچھ لوگ شیعہ ہو جائیں گے اور کچھ لوگ سنی ہو جائیں گے اور پھر لڑنا شروع کر دیں گے۔ ان سے پوچھا کہ کیا تم نے امام پاک کو دیکھا ہے؟ کہنے لگے کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ پھر پوچھا کہ کیا یزید کو دیکھا ہے؟ کہتے ہیں کہ دیکھا تو نہیں ہے۔ پھر تم کیوں لڑ رہے ہو کیا تم امام پاک کے ساتھ تھے یا یزید کے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں کہ ہم نے اس طرح کا واقعہ سنا ہے۔



در اصل تم تاریخ کی پیداوار ہو، تم نہ امام کے ساتھ ہو اور نہ یزید کے ساتھ ہو بلکہ تم تاریخ کے ساتھ ہو جس کو یہ تاریخ ملی یہ وہ بن گیا، جس کو وہ تاریخ ملی وہ یہ بن گیا۔ اس لیے آپ محبت کے ساتھ غور کرو کہ قرآن شریف کیا ہے اس کو پڑھتے جاؤ۔ پھر وہ کہیں گے کہ نماز میں ایسی کیا بات ہے۔ نماز ایسے ہی ہے اس کی ترتیب ایسے ہی ہے جیسے اب ہے بس پڑھتے جاؤ۔ پھر کہیں گے کہ اتنی مصروف زندگی ہے پانچ نمازوں کا کیا فائدہ ہے، دو سے کام چل جانا چاہیے آج کل بہت مشکل ہے۔ تو آپ آج کل ہی پانچ نمازیں پڑھو۔ اس کو Change کرنے کی کوشش نہ کرو۔ آپ بکے کاروبار میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آپ غازی ہو جائیں گے تو زیادہ سے زیادہ آپ کے بیس منٹ لگیں گے۔ چوبیس گھنٹوں میں ایک آدھ گھنٹہ آپ اپنے آپ کو فی سبیل اللہ دے دو۔ زیادہ ٹائم نہیں لگے گا۔ میں نے آپ سے پہلے بھی کہا تھا کہ وہ سوال کرو جس سے آپ کی ذات کا تعلق ہو۔

سوال:

اسلام میں طرز حکومت کا کیا تصور ہے؟

جواب:

طرز حکومت اس کو بتایا جاتا ہے جس نے حکومت کرنی ہو۔ آپ کو میں طرز اطاعت سکھا سکتا ہوں۔ یہ سکھا سکتا ہوں کہ اسلام میں طرز اطاعت کیا ہے۔ آپ طرز اطاعت سیکھ لو۔ طرز حکومت اس کے لیے ہے جس کو نامزد کیا جانا ہے وہ آپ کو بتا دے گا، سارے گر سکھا دے گا بلکہ سب سیدھا کر دے گا۔ تو

یہ جس کا کام ہے وہی کرے۔ آپ فکر مند نہ ہوا کرو کہ وہ کون ہوگا وہ طرز حکومت کیسی ہے۔ مجلس شوریٰ کیا ہوتی ہے خلیفۃ المسلمین کیا ہوتا ہے یہ جمہوریت ہوتی ہے کہ مارشل لاء ہوتا ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اسلام میں ہوتا ہے۔ ایک بات یہ سمجھ لو کہ جو وہ حکمران ہوگا اس کے ساتھ محبت اتنا ہی لطف دے گی جیسے اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں لطف ہے۔ اگر لطف نہیں ہے تو وہ حکومت جبر ہے اور آپ برداشت کرو آپ پر عذاب ہے وہ برداشت کرتے جاؤ۔ جب لطف آنا شروع ہو گیا تو سمجھو کہ پھر یہ اسلامی حکومت ہے۔ اسلامی حکومت وہ ہے جس میں آپ کو خلیفۃ المسلمین سے اتنی محبت ہو جیسے آپ کی اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے محبت ہوا کرتی ہے۔ جب آپ کو اللہ سے محبت ہے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہے تو آپ ان دونوں محبتوں میں فرق نہیں کر سکتے کیونکہ دونوں کی کیفیت ایک ہی ہے۔ اسی طرح اولی الامر سے بھی آپ کی محبت دہی ہوگی۔ جب اطاعت میں خوشی محسوس ہو تو یہ ہے اسلامی حکومت۔ یعنی کہ ڈیوٹی میں خوشی ہو ڈیوٹی میں بیوٹی پیدا ہو جائے۔ ورنہ تو لوگ باپ کا حکم بھی نہیں مانتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ اب بس کریں صبح سے آپ حکم دیتے آرہے ہیں۔ اور اگر باپ سے محبت ہو تو وہ کہے گا کہ اور حکم فرمائیں۔ یہ ہے Pleasure تو ڈیوٹی Pleasure بن گئی۔ جب آپ کے اندر اطاعت Pleasure بن گئی اور خوشی پیدا کرنے لگ گئی تو وہ اسلامی حکومت ہے اور اگر جبر پیدا ہونا شروع ہو گیا Suffocation پیدا ہونی شروع ہو گئی، محسوس پیدا ہونا شروع ہو گیا چاہے وہ کلمہ پڑھ کے حکومت کرے وہ



بے ایمانوں کی حکومت ہوگی۔ ایسی حکومت مسلمانوں میں حبس پیدا کر دے گی۔ اگر مسلمانوں میں حبس پیدا ہونا شروع ہو جائے تو حکومت چاہے کوئی بھی ہو وہ غیر اللہ کی ہے۔ اور مسلمانوں میں اگر فراخی قلب پیدا ہو جائے کشادگی طبع پیدا ہو جائے اور وہ حکمران کو ایسے تسلیم کریں جیسے اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تو پھر وہ اسلامی حکومت ہے۔ بات اتنی ساری ہے کہ ایسا ہونا چاہیے اور وہ آدمی ایسا ہی ہونا چاہیے۔ ایک آدمی تو ایسا ہو جو اس گئے گزرے دور میں اگلے کسی دور کی کوئی یاد تازہ کر دے۔ تو وہ ہے اسلامی حکومت۔ جمہوریت تو آپ کو ویسے بھی راس نہیں آ سکتی۔ نہ اللہ تمہارے ووٹ سے اللہ بنا نہ اسلام تمہارے ووٹ سے ہوا نہ کوئی پیغمبر تمہارے ووٹ سے منتخب ہوا نہ اولیائے کرام تمہارے ووٹ سے بنے۔ اب جمہوریت یہاں پر کیا کرے۔ غریب آدمی پریشان حال ہے اب جمہوریت کیا کرے اگر اس کا افسر کہہ رہا ہے کہ ووٹ دو تو وہ کیا کرے۔ میں بار بار آپ کو کہتا ہوں تاکہ یاد رہے کہ جس ملک میں 51 فی صد لوگ جھوٹے ہوں اس ملک میں انتخاب جیتنے والا گمراہ ہوگا۔ وہ جھوٹوں کے ووٹ سے بنا۔ کیونکہ ووٹروں کی اکثریت جھوٹی ہے۔ آپ یہ دیکھو کہ ہندوستان کے اندر پاکستان بن گیا حالانکہ اکثریت ہندوؤں کی تھی۔ دین کس کے پاس تھا؟ اقلیت کے پاس۔ تو اقلیت نے ایک ملک بنا دیا۔ اب اگر آپ سچے لوگ اقلیت میں ہیں تو سچے لوگ ایک سچا آدمی منتخب کر کے دکھاؤ تاکہ تمہیں بھی سمجھ آئے کہ بات کیا ہے۔ اب تو مصلحت اندیشی ہے، واقعات ہی اور ہوئے پڑے ہیں ضرورت ہی اور ہے ایک تقریر کا نام ہے سیاست وہ بھی رٹی ہوئی تقریر ہونی



چاہیے، موچی گیٹ میں جلسہ ہونا چاہیے، صبح انتخاب ہونا چاہیے اور پھر آدمی جیت گیا۔ یہ سب غلط ہے۔ اسلام میں کیسی حکومت ہونی چاہیے؟ جو مسلمانوں کی فلاح کے لیے ہو۔ اس میں کیا خوبی ہونی چاہیے؟ وہ مسلمانوں میں وحدت عمل پیدا کر دے۔ تو ایسی حکومت ہونی چاہیے۔ وہ مسلمانوں میں وحدت کردار پیدا کر دے وحدت افکار پیدا کر دے۔ ایسی حکومت ہو جس میں اچھوں کی قدر ہو اور بروں کے لیے نیکی کا پیغام ہونا چاہیے۔ ایسا ملک ہونا چاہیے، ایسی حکومت ہونی چاہیے۔ یہاں تو حکومت ایک پارٹی کی ہوتی ہے پہلے یہ لوگ آ جاتے ہیں دوسرے اپوزیشن میں ہوتے ہیں پھر وہ لوگ آ جاتے ہیں۔ جمہوریت مارشل لاء دے جاتی ہے مارشل لاء جمہوریت دے جاتا ہے۔ جمہوریت اور مارشل لاء آپس میں لگے ہوئے ہیں۔ ہمیں پتہ ہی نہیں ہے اور نہ ان کو ہمارا پتہ ہے۔ کتنے لوگ ہیں جنہیں پتہ ہے کہ اب ملک میں کیا ہو رہا ہے۔ کیا حکومت کو پتہ ہے کہ آپ کے ذاتی حالات کیا ہیں۔ حکومت خود بڑی مجبور ہے ان کے ذاتی مسائل بہت ہوتے ہیں وہ اپنے ذاتی مسائل حل کرے یا آپ کے مسائل حل کرے۔ ابھی تک آپ کے ملک میں غریب کو تعلیم نہیں مل سکی۔ آپ کا اسلامی ملک ہے اور اس میں تعلیم کے دس نظام چلے ہوئے ہیں۔ جامعہ نعیمیہ حنفیہ الگ ہے، ایچی سن کالج الگ، اسلامیہ ہائی سکول الگ۔ اب یہ تینوں تعلیمیں جو ہیں ان سے آگے جا کے پھر فساد ہی فساد ہوگا۔ بچوں کو ایک سی تعلیم دے کے تو دیکھو۔ اسلامی حکومت وہ ہوگی جو ایک تعلیم بنائے، ایک جیسا عقیدہ بنائے، ایک جیسا عمل پیدا کر دے۔ تب جا کر اسلامی حکومت بنے گی۔ اس طرح نہیں بنتی کہ

مغربی جمہوریت ہو یا کوئی اور نظام ہو۔ آپ دعا کرو کہ کبھی آپ بھی دیکھو کہ اسلامی حکومت ہوتی کیا ہے۔ آپ نے تو دیکھی نہیں ہے۔ مسلمانانِ ہندوستان کا قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے ساتھ یہی جھگڑا تھا کہ یہ بندہ اسلامی ملک بنا رہا ہے اور اصل میں علماء تو ہم ہیں یہ کیا کر رہا ہے؟ تو وہ کہنے لگے کہ جو اسلامی ملک پاکستان بنا رہے ہیں ان میں سے کوئی مسلمان لگتا نہیں ہے یہ قائد اعظم کیسے ہے اسے کافر اعظم ہی کیوں نہ کہہ دیں۔ تو لوگ یہ کہتے تھے۔ تو ان بیچارے علماء نے نہ مانا، وہ کہتے تھے کہ اس کی عادت اور ہے، مزاج اور ہے، پہلے اس سے کلمہ سنو، پھر ہم اس کے پیچھے چلیں گے۔ تو وہ لوگ بڑے پریشان ہو گئے۔ ابوالکلام آزاد کو یہ بات سمجھ نہ آئی کہ قائد اعظم کیسے حکومت چلائیں گے۔ کچھ اور بھی اسلامی جماعتیں تھیں جو یہ بات نہ سمجھ سکیں اور وہ کہتے تھے کہ یہ ہے کیا قصہ کیا ہے۔ آپ کو اس لیے اب یہ بات سمجھ نہیں آ سکتی کہ اسلامی حکومت کیا ہونی چاہیے۔ کیا اسلامی حکومت وحدتِ کردار کا نام ہے؟ کیا وہ قائد اعظم کی سی حکومت ہو؟ اگر یہ بات ہے تو بہت سارے علماء اس کے خلاف تھے، کچھ مشائخِ خلاف تھے اور کچھ ساتھ بھی تھے۔ اگر یہ اسلامی حکومت ہے تو اتنا اسلام چاہیے جتنا قائد اعظم کے پاس تھا۔ اگر ان علماء جتنا چاہیے تو پاکستان میں قائد اعظم کا کیا مقام ہے۔ یہ سوال آپ کو بتا رہا ہوں۔ سوال سمجھ نہیں آیا؟ قائد اعظم اور داتا صاحبؒ کے درمیان کیا رُق ہے؟ دونوں کا آستانہ ہے، دونوں کا مزار ہے، پھر کیا فرق ہے؟ اگر Destiny of the Nation قائد اعظم سے وابستہ ہے تو پھر فقراء کا کیا مقام ہے؟ علماء صاحبان کا کیا مقام ہے؟ ابوالکلام آزاد کا کیا مقام ہے؟ اگر ان کے



ساتھ آپ کی عاقبت وابستہ ہے تو پھر سیاستدانوں کا کیا مقام ہے۔ جب یہ مسئلہ حل ہو جائے گا تو پھر آپ کے ہاں اسلامی حکومت آئے گی۔ ہمارے ہاں ایک تو مشائخ ہیں اور پھر علماء ہیں۔ پھر دو کانفرنسیں کیوں ہوتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ آج مشائخ کی میٹنگ ہو رہی ہے، پھر علماء کی میٹنگ ہو رہی ہے، یہ قانون ایک کیوں نہیں ہو جاتے۔ جس دن یہ دونوں ایک ہو گئے، اس دن اسلامی حکومت آئے گی یعنی جب علماء اور مشائخ ایک ہو گئے، اس دن اسلامی حکومت آئے گی۔ جس دن لیڈر اور آپ کے مشائخ ایک ہو گئے تو اس دن اسلامی حکومت آئے گی۔ جب آپ کا اسلامی سربراہ اتنی محبت پیدا کر لے کہ آپ کا دل قبول کرے تو اس وقت اسلامی حکومت آئے گی۔ یہ کب آئے گی؟ آسکتی ہے۔ آنا فانا بھی آسکتی ہے۔ ابھی تو آپ خواتین کو ووٹ دو، پھر حضرات کو ووٹ دو، پھر آپ کے ہاں فتوے لگیں گے، پھر اور پریشانیاں ہوں گی، پھر اور دقتیں ہوں گی۔ دعا کرو کہ یا رب العالمین تو ہی فیصلہ کر دے ورنہ ہم غلط فیصلہ کرنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ دعا کیا کرو کہ یا رب ہم سے غلط فیصلہ نہ کرو، اپنا ہی صحیح فیصلہ فرما۔ بس پھر آپ کو اسلامی حکومت مل جائے گی۔ ابھی تو اس کا تصور بھی دور کا ہے۔

یہ سوال بھی آپ نے اپنا نہیں کیا، کسی اور کا کیا ہے۔

سوال:

آنکھیں تو ترستی ہیں کہ ایسا دیکھیں۔

جواب:

کسی نے پوچھا کہ مرد حق آگاہ کی کیا نشانی ہے، وہ کہاں ہے، اسے کیسے



دیکھا جائے؟ انہوں نے کہا کہ کیا تو نے اُسے شہید کرنا ہے۔ پہلے آپ اپنے آپ کو تیار کرو اور دیکھو کہ تم مردِ حق کے قافلے میں ہو گے یا اس کو شہید کرنے والے ہو گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے۔ اگر تمہیں مردِ حق آگاہ دکھا دیا جائے تو تم ویسے ہی تلوار لے کے اس کے پیچھے پڑ جاؤ گے کیونکہ تمہارا یہ Behaviour پرانا چلا آ رہا ہے۔ یہاں سے پھر یزید اور امامِ پاک کی جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جتنے بھی مردِ حق آگاہ آئے لوگوں نے انہیں شہید کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کو کیا بنائیں، اس کو منصور بنادیتے ہیں۔ منصور حلاجؒ کا قصور ہے یا نہیں، اس کو سولی ضرور لگا دو۔ ہر بار ہی مردِ حق کو سولی لگا دیا گیا۔ ہر بار ہی اُسے تم نے اذیت کے ساتھ رخصت کیا۔ مردِ حق آگاہ کو تم ہمیشہ ہی پتھر مارتے رہے۔ وہ جب بھی آیا تم نے اُسے پریشان کیا۔ اب اس کو سیانا ہو کے آنا چاہیے۔ اب امامِ وقت ایسے نہیں آئے گا، اب شہادت کا زمانہ گزر گیا۔ اب تم اپنی جانوں کی فکر کرو۔ وہ کسی نہ کسی انوکھی سواری پر آئے گا تا کہ تم لوگ اس کے ساتھ کوئی ضد بازی نہ کرو۔ لوگوں کو پتہ ہوتا ہے کہ اس سے عقیدت کرنی پڑے گی، اطاعت کرنی پڑے گی، بڑا مشکل کام ہوگا، اس لیے کہتے ہیں کہ اس پہ فتویٰ لگاؤ اور اس کو ختم کرو۔ لیکن اب بڑی بڑی دقتیں ہوں گی، کچھ علماء کو شہید ہونا پڑے گا، کچھ مشائخ کرام Dispatch ہونا شروع ہو جائیں گے، کوئی نہ کوئی غلطیاں نکلیں گی، پھر یہ واقعہ ہوگا۔

سوال:

کہتے ہیں کہ مجذوب با اختیار ہوتا ہے، وہ جو کہتا ہے بات بن جاتی ہے۔

جواب:

مجنوب كى بات تو بن جاتى هـ لىكن اس كـ لىـ بات كا بننا يا بـرنا  
برابر هوتا هــ تو مجنوب وه هوتا هــ كـتـ هـ كـ مجنوب كا كـا هـا هـا مستند هـ  
ـ كـتـ او كـتـ اللـ بـوـ

لىكن اس كو آپ كـ خـر اور شر كا پـتـ نـهـىـ هـتاـ اگر آپ مجنوب كـ پاس چلـ كـنـ  
اور مرىد هـو كـنـ پـر كـا كـ بـمارى دور كـرـىـ وه كـبـ كا كـ رخصت هـو جا بـمارى دور  
هـو جاـ كـىـ تو وه بنـهـ مر كـىـ اس طـرـ بـمارى دور هـو كـىـ كـونـكهـ وه بنـهـ هـى رخصت  
هـو كـىـ وه آپ كا مسـلهـ حل كـرتـا هــ مجنوب كى بات اور هــ كـهـىـ مجنوب كـ  
پاس علاـجـ كـ لىـ نـهـ چلـ جـناـ وه كـبـ كا كـ كـىـا هـا بـمارى بـوىـ دىـر هـو كـىـ هـىـك  
نـهـىـ هـور هـا تو رخصت هـو جاـ تو بنـهـ رخصت خـتمـ هـمـىـشـهـ كـ لىـ هـىـك هـو كـىـاـ تو  
مجنوب كا فـىـصلـهـ عام طور پـر اىـسا هـى هـتا هــ اس كـ پاس هـىـك كـرنـ كا نامـ نـهـىـ  
هـتا وه نـىـا بنـا سـكتـا هــ وه كـتـا هــ كـ Destroy دىـكـا جـاـ كـاـ اسـ كـهـىـ كـ يـه  
ملك هـىـك نـهـىـ هـور هـا تو وه كـبـ كا كـ نـىـا بنـا لوـ اس كو كـىـا فـرق پـرتـا هــ تو مجنوب كا  
فـىـصلـهـ فـاسـلـ هـتا هــ لىكن اس كو يـه پـتـ نـهـىـ هـتا كـ اصل بات كـىـا هــ اگر وه  
خـر بـوزـنـ بـىـنـىـ پـهـ آ جـاـ تو خـر بـوزـنـ بـىـنـىـ چلا جـاـ كـ مجنوب كا كام هـى اور هـتا  
هــ اس كا مزاج هـى اور هـتا هــ اس كا مزاج يـه نـهـىـ هـتا جس طـرـحـ آپ كـ  
ها كـتـ هـى كـهـ واللـ باللـ بـسم اللـ كـهـنا كـهـا يـىـ وه كـبـ كا كـ كـهـا و تو كـهـا و شـهر كـهـا  
جا و نـهـىـ تو فـاـقـىـ كـرتـىـ جا وـ تو اس كا مزاج اور هــ وه اس تـرـتـىـبـ مـىـ نـهـىـ  
هـتا جس طـرـحـ آپ تـرـتـىـبـ مـىـ هـوـ وه يا تو سورج كـ ساـتـهـ آنـكـهـ ملا نا شـروع



ہو جاتا ہے یا پھر اندھیروں سے چھپتا پھرتا ہے۔ مجذوب بالکل ہی انتہا پر ہوتا ہے  
 گرمی بھی اس کے پاس ہوتی ہے اور سردی بھی اس کے پاس ہے۔ پتہ نہیں تمہیں  
 کون سا ہاتھ لگ جائے۔ وہ کہتا ہے کہ یہ حکومت ٹھیک نہیں ہوتی، اس کو اڑا دو  
 سب کو اڑا دو۔ اُسے کہیں کہ عوام بھی ٹھیک نہیں تو وہ کہتا ہے کہ ان کو بھی اڑا  
 دو۔ اس لیے حکم یہ ہے کہ مجذوب سے بچ کے رہو اور انہیں شہروں سے باہر  
 رکھو۔ مجذوب کو شعور نہیں ہوتا کہ وہ دور کی اصلاح کرے۔ وہ کہتا ہے کہ تم  
 مسلمان ہو، یہ اسلام ہے؟ کہتے ہیں کہ ہاں۔ تو وہ کہتا ہے کہ سب جھوٹے مسلمان  
 راتوں رات غرق ہو جائیں۔ سویرے کتنے بندے بچیں گے؟ تو مجذوب یوں  
 فیصلہ کرتا ہے۔ اُسے کوئی کہے کہ یہاں پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو وہ کہے گا کہ کیا  
 اسی ملک میں مسلمانوں میں جھوٹ بولتے ہیں یا اللہ جتنے بھی جھوٹے ہیں وہ  
 راتوں رات غرق ہو جائیں۔ سویرے کتنے بندے بچیں گے؟ تو مجذوب یوں  
 فیصلہ کرتا ہے۔ اُسے کوئی کہے کہ یہاں پر لوگ جھوٹ بولتے ہیں تو وہ کہے گا کہ کیا  
 اسی ملک میں مسلمان جھوٹ بولتے ہیں یا اللہ جتنے بھی جھوٹے ہیں وہ راتوں  
 رات صاف ہو جائیں۔ مجذوب کے فیصلے اسی طرح ہوتے ہیں۔ آپ اس سے  
 بچ کے رہنا۔ مجذوب یہ کر سکتا ہے۔ مجذوب بہت کچھ کر سکتا ہے۔ عام طور پر  
 مجذوب کو نظام حکومت نہیں دیا کرتے۔ اور نہ دینا چاہیے۔ کبھی کبھی ان کے  
 پاس اختیار آ جاتا ہے تو یہ تمہیں نہیں کر دیتے ہیں جب سالک سے نکل کے بات  
 مجذوب کے پاس چلی جائے پھر ملک بڑی مشکل سے Set ہوتا ہے۔ دعا یہ ہونی  
 چاہیے کہ آپ مجذوبوں سے بچ کے رہیں۔ وہ بڑے طاقتور ہوتے ہیں، گرم



ہوتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ ہوتے ہیں؟

جواب:

ہاں ہوتے ہیں بالکل ہوتے ہیں۔

سوال:

کیا یہ صرف تصور تو نہیں ہے؟

جواب:

میں بتاتا ہوں کہ مجذوب کب بنتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی ایک مقام پر حیرت کے اندر گم ہو جائے وہ مجذوب ہوتا ہے۔ مجذوب پر ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ کسی ایک آدمی پہ غم آجائے اور وہ برداشت سے زیادہ ہو تو اس کے لیے تمام رنگینی حیات بیکار ہے وہ اُسی غم میں رہے گا سوگوار ہوگا۔ اُسے اگر کہیں کہ تمہارا وہ عزیز تو پچھلے سال فوت ہوا تھا اب کیا ہوا وہ کہتا ہے کہ ہمارے ہاں کوئی پچھلا سال یا اگلا سال نہیں ہوتا ہمارے ہاں ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ اب وہ مکمل غم میں آ گیا۔ اس کا غم جانے والا نہیں ہے۔ تو غم کا موسم ایک ہی موسم ہے۔ یہاں سے آپ کو مجذوب کا شعور مل جائے گا۔ مجذوب نے جب اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا کوئی شعبہ دیکھا تو وہ وہیں کھڑا ہو گیا۔ اگر اُس نے کہا کہ میں دوبارہ ملنا چاہتا ہوں اور وہاں پہ آواز آ گئی کہ ہم یہیں ملیں گے تو وہ بیس سال وہیں کھڑا رہا۔ اس طرح وہ مجذوب ہو گیا۔ مجذوب جو ہے وہ کسی ایک

کیفیت میں جامد، منجمد ہو جاتا ہے۔ اب اس کا موسم وہی موسم ہے جو اصحابِ کہف کا موسم ہے۔ اگر بیس سال گزر گئے، پچیس سال گزر گئے تو وہ کہتا ہے کہ ابھی تو وہ کہہ گئے تھے کہ ہم آتے ہیں۔ تو وہ اسی خیال میں گم ہے۔ زمانے بدل جائیں، موسم بدل جائیں، بادشاہیاں بدل جائیں مگر اس کا ایک ہی موسم ہے۔ تو مجذوب کا موسم ایک ہی موسم ہوتا ہے۔ سالک جو ہے یہ موسموں کے ساتھ سفر کرتا ہے یہ سیانا ہوتا ہے۔ اور مجذوب جو ہے وہ Sincere ہوتا ہے حیرت میں گم ہوتا ہے اسی ایک خیال میں گم ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے ۔

مُنمِ محوِ خیالِ اُونِیِ دَانمِ گُجا رِفتَم  
شُدَم غرقِ وصالِ اُونِیِ دَانمِ گُجا رِفتَم

یعنی میں اُس کے خیال میں خدا جانے کہاں سے کہاں چلا گیا۔ اب یہ وہ مجذوب ہے جو تھوڑا سالک بھی ہے کیونکہ یہ ساتھ ساتھ بیان کرتا جا رہا ہے۔ یہ قلندر ہوتا ہے۔ کون ہوتا ہے؟ جو مجذوب ہوتا ہے اور سالک ہونے کے حوالے سے بات بیان کرتا ہے۔ یہ بقی قلندر کا شعر ہے۔ کہتے ہیں کہ جانا کہاں تھا، گئے کہاں، قصہ کیا ہوا کیا اور پھر اس کے بعد آنکھ کھول کر دیکھا۔ ایک اور مجذوب کہتا ہے کہ ۔

چلوہ گاہِ ناز کے پردوں کا اٹھنا یاد ہے

پھر ہوا کیا اور کیا دیکھا یہ کس کو ہوش تھا

یہ دوسرا مجذوب کہتا ہے کہ پھر کیا ہوا، یہ ہمیں پتہ نہیں ہے۔ ایک اور مجذوب ہوتا ہے جو سالک زیادہ ہے اور مجذوب کم ہے وہ کہتا ہے کہ ۔

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں

محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی جلوہ گاہ میں  
 حسن ہزار طرز کا اک جہاں اسیر ہے  
 ملحد بے خبر بھی گم جلوہ لا الہ میں  
 در پہ تیرے جو آ گیا اب نہ کبھی مجھے اٹھا  
 گردش مہر و ماہ بھی دیکھ چکا ہوں راہ میں

تو وہ ایک ہی راہ میں گم ہو گیا اور گردش مہر و ماہ بھی آگئی مگر اُس کو کسی واقعے کا پتہ  
 نہیں اس کے لیے صرف ایک ہی بات ہے کہ کل بھی تمہاری یاد تھی اور آج بھی  
 تمہاری یاد ہے۔ تم کون ہو؟ کہتا ہے کہ یہ بھی نہیں پتہ۔ پھر مجذوب پر ایک مقام  
 ایسا آتا ہے کہ محبوب کی یاد بھی اُس سے گم ہو جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ تمہیں کس کی یاد  
 نے کہاں پہنچایا تو وہ کہتا ہے کہ وہ گم اور میں بھی گم نہ محبوب کے نام کا پتہ ہے نہ  
 محبت کے نام کا پتہ ہے اُسے یہ بھی پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کس کی تلاش میں نکلا ہے۔  
 پھر وہ کہتا ہے کہ اب پتہ ہی کچھ نہیں ہے پتے کا بھی پتہ نہیں ہے۔ تو وہ اپنے نام  
 سے بھی گم ہو جاتا ہے۔ یہ اس کا اعجاز ہے۔ مجذوبوں کے بڑے بڑے درجات  
 ہیں۔ اس لیے مجذوب ہوتے ہیں اور ضرور ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف  
 سے ایسا ہوتا ہے۔ یہ اللہ کی راہ میں ایک مقام ہے وادی حیرت ہے اور حیرت  
 کے اندر گم ہو جانے والے مجذوب ہو جاتے ہیں۔ ان پر جلوہ آشکار ہو جاتا ہے  
 اور وہ وہیں کے وہیں رہ جاتے ہیں۔ سبحان اللہ! سبحان اللہ!! بس وہ اسے دیکھ  
 رہے ہیں۔



پردے اٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی ادھر نظر بھی ہے

بڑھ کے مقدر آزما سہر بھی ہے سنگ در بھی ہے

تو وہ وہیں کے وہیں رہ گئے اور دیکھتے جا رہے ہیں۔ اُسے اگر کہا جائے کہ ادھر دیکھ کیا ہو رہا ہے تو وہ کہتا ہے کہ کون کیا ہوا، ہم کون ہیں، کچھ نہیں پتہ۔ اُس کو جس نام سے پکارو وہ بولے گا نہیں کیونکہ وہ مجذوب ہو گیا۔ مجذوب جو ہے یہ ایک رنگ کے اندر گم ہو جانے والا انسان ہے۔ آپ کے ہاں تو ہمہ رنگ نے رنگیاں ہیں، غم کا الگ موسم ہے اور اس میں آپ اور طرح کے ہوتے ہیں اور خوشی میں بن سنور کے جاتے ہیں، کھانے کے لیے ذرا اور طرح بن کے جائیں گے، پینے کا موسم ہے تو اور طرح جائیں گے، تو آپ کی زندگی میں تبدیلیاں آتی رہتی ہیں۔ آپ پہلے کسی آدمی کی تعریف کرتے ہو اور اسی زبان سے اس کی بد تعریفی کرتے ہو، پہلے آپ محبت کی شادی کرتے ہو اور پھر اس سے بیزاری کرتے ہو کہ میرا چاکس بڑا غلط نکلا۔ خود ہی اچھا کہتا ہے اور خود ہی برا کہتا ہے۔ اب گلہ کرتا ہے کہ دوست دھوکہ دے گیا۔ جب ہم کہتے تھے کہ یہ دھوکے باز ہے تو کہتا تھا کہ یہ میرا پکا دوست ہے۔ تو یہ تمہاری عادت ہے Change ہونے کی۔ یہ تمہارے رنگ ہیں اور الگ الگ جلوے ہیں۔ مجذوب کا جلوہ ایک ہی جلوہ ہے، ایک ہی رنگ میں گم ہو جانا۔ تو مجذوب ہوتا ہے ضرور ہوتا ہے، ذرا خیال کرنا، دھیان کرنا۔ یہ نہ کہنا کہ وہ نہیں ہوتا۔ بلکہ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے، سالک بعد میں ہوتا ہے اور مجذوب پہلے ہوتا ہے۔ وہ بہت طاقت ور چیز ہے۔

اور کوئی بات کرو \_\_\_\_\_ پوچھو \_\_\_\_\_ بولو \_\_\_\_\_

کوئی خیال ہو \_\_\_\_\_ کوئی بات پوچھو \_\_\_\_\_  
سوال:

جب دین مکمل ہوا تھا تو بڑا اچھا تھا مگر بعد میں تباہ ہوتا گیا۔

جواب:

یہ آپ کی تباہی ہو رہی ہے کیونکہ آپ تسلیم سے بچنا چاہتے ہیں۔ آپ دین کے اندر نقائص نکال کے اپنی بے دینی کا تحفظ کرنا چاہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ تمہارا گھر جس میں تمہارے ماں باپ سب ہیں، دادا حضور تک سب ٹھیک تھا مگر اس کے بعد تم برباد ہو گئے۔ اگر کوئی بیٹا اچھا ہو، خاندانی ہو تو وہ کہے گا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہمارا خاندان بدنام نہیں ہوگا۔ تو اچھا بیٹا جو شریف النفس ہو وہ کہے گا کہ میرے ماں باپ کی آبرو کے لیے ابھی میں زندہ ہوں، جب تک میں زندہ ہوں آبرو کی حفاظت کروں گا۔ اسلام مسلمان کے عقیدے کا نام ہے۔ اگر تم مسلمان نہیں ہو تو باقی مسلمانوں کو میں کیا کروں۔ تمہارا ذاتی نام اگر یوسف ہے تو یوسف کے عقیدے کا نام کیا ہے؟ اسلام! اب تم اسلام کے عقیدے کے محافظ ہو۔ اب بتاؤ کہ اسلام میں کیا نقص ہے۔ اسلام کون ہے؟ اب اسلام کوئی لٹرچر نہیں ہے، لائبریری نہیں ہے بلکہ مسلمان کا عقیدہ ہے۔ مسلمان اگر اپنے عقیدے پر قائم ہے تو اسلام بالکل قائم ہے۔ آپ بتاؤ کہ کیا آپ عقیدے پہ قائم ہو؟ کیا عقیدے کے محافظ بننا چاہتے ہو؟ ہمت نہیں ہے۔ کیا عقیدے سے نکلنا چاہتے ہو؟ کوشش کر رہا ہوں۔ یہاں سے مار کھائے گا۔ یہ عقیدہ ایسے ہے جیسے آئینہ۔ اسلام کیا ہے؟ آئینہ۔ اس میں کون سا چہرہ نظر آتا ہے؟ اپنا \_\_\_\_\_ اگر



تم ایسے ہی ہو تو وہ بھی ایسا ہی ہے۔ تم نزدیک ہو جاؤ تو اسلام نزدیک ہو جائے گا۔ تم آئینے کے اندر ہو جاؤ تو اس سے مل لو گے۔ تم ہٹ جاؤ گے تو وہ بھی ہٹ جائے گا۔ اسلام تو تم سے زیادہ نازک مزاج ہے۔ جو شخص اسلام میں کوئی کمزوری دیکھنا چاہتا ہے یا دکھانا چاہتا ہے یا بیان کرتا جا رہا ہے وہ بالکل اپنے آپ کو مسلمان ہونے سے ہٹا رہا ہے۔ میں جو آپ کے سوال کا جواب دے رہا ہوں تو مجھے اسلام پر یقین بے گماں ہے، پختہ یقین ہے، پھر یہ یقین علم بن جاتا ہے۔ اگر تمہیں یقین ہو جائے گا تو تمہارا یقین بھی علم بن جائے گا۔ اپنے عقیدے پر تمہارا یقین ہی کمزور ہے۔ استغفر اللہ تعالیٰ۔ تمہیں اپنی آنکھوں کی بینائی پر شک ہو گیا ہے، اپنی اولادوں پر تمہیں شک ہو گیا ہے، اپنے گرد و پیش پر تمہیں شک ہو گیا، اپنی عاقبت پر تمہیں شک ہو گیا، اپنے اللہ پر شک ہو گیا، اپنے دین پر شک ہو گیا، تمہیں اپنے آپ کے ہونے پر شک ہو گیا۔ Thy tenure is precarious۔ آپ یہ کہو کہ ہم اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔ اگر لوگ کہیں کہ سب کا عقیدہ ٹوٹ گیا، سب لوگ تو کافر ہو گئے، تم کیوں مسلمان ہو؟ آپ کہو کہ عقیدے کے مستند ہونے کی یہی بات ہے کہ میں ابھی تک مسلمان ہوں۔ تو سند کیا ہے؟ کہ اس گئے گزرے دور میں ہم آج بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں، اسلام کی اور کیا حفاظت چاہیے۔ جب ہندو اسلام پر شک کرتے تھے تو ہمارے پاس جواب ہوا کرتے تھے، کافر شک کرتے تھے تو ہمارے پاس جواب ہوا کرتے تھے لیکن جب مسلمان ہی شک کرنے لگ جائے تو جواب کہاں سے آئے۔ اس لیے خیال کرو کہ کہیں منافقت نہ پیدا ہو جائے۔ اس طرح عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور عذاب کا



ایک حصہ شروع ہو چکا ہے۔ کون سا حصہ؟ کہ آپ کے گھروں کا سکون ختم ہو چکا ہے۔ عذاب کا یہ حصہ نازل ہو چکا ہے۔ اس بات کا خیال رکھو اور اپنے ایمان پر ایمان لاؤ۔ اپنے اعتقاد پر اعتقاد رکھو اپنے Faith پر Faith رکھو۔ تم لوگ اپنے Faith سے Faithless ہو گئے ہو۔ کتاب والے اسلام کو چھوڑ دو کیونکہ تیرے ہونے کا نام اسلام ہے، مسلمانوں کے عمل کا نام اسلام ہے، تمہارے عقیدے کا نام اسلام ہے۔ اللہ کے ہونے یا نہ ہونے کا تمہیں کیا فرق پڑ گیا۔ اللہ تمہاری محفل میں پہلے کب آتا تھا جو کہ اب نہیں آتا۔ اللہ اپنی جگہ پر جی و قیوم دائم اور قائم ہے آج بھی ایسے ہے جیسے تھا۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا دور بھی ہو گیا۔ داتا صاحب کا مزار بھی بنا پڑا ہے اتنی عالی شان مسجد بنی ہوئی ہے بڑی رونقیں لگی ہوئی ہیں۔ لنگر پکتے جارہے ہیں۔ تو آپ کے آنے سے کیا فرق پڑا؟ فرق پڑ سکتا ہے اگر آپ کا اپنا Faith جو ہے وہ Restore ہو۔ اگر تم کافر ہو جاؤ تو میں ماسٹڈ نہیں کروں گا لیکن اگر منافق ہو جاؤ گے تو مجھے بڑا فسوس ہوگا۔ اور منافق تم ہوتے جارہے ہو جب سے تم اسلام پر شک کرنے لگ گئے ہو۔ اس لیے کبھی یہ شک نہ کرنا۔ اپنے باپ کی شان میں کبھی گستاخی نہ کرنا۔ کیونکہ وہی تو تمہارے اچھا ہونے کا ایک جواز ہے، سند ہے۔ تمہارے لیے اچھا ہونے کا ایک جواز اسلام تھا اور مسلمانوں کے لیے سند تھی کہ ہم اسلام کے ماننے والے ہیں۔ آپ اب کس بات پر شک کرنے لگ گئے ہو۔ آج آپ نیک ہو جاؤ تو اسلام ٹھیک ہے۔ بھائی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ جاؤ تو یہ ٹھیک ہے۔ تاریخ کے اندر سے حوالے مت نکالو۔ اپنا حوالہ دو کیونکہ آج تم اس بات کے وارث ہو۔ یہ

زمانہ تمہارا زمانہ ہے چار دنوں کا میلہ تمہارا اپنا میلہ ہے اسلام تمہارے زمانے کا اسلام ہے اسلام ہمہ حال درست ہے اس کو کوئی فرق نہیں پڑا ہمیشہ یہ صحیح ہے۔ مسلمانوں کے Behaviour کا نام ہے اسلام۔ اور مسلمان کون ہیں؟ آپ۔ شک کون کرے گا؟ کافر۔ اگر کلمہ پڑھنے والا شک کرے تو؟ وہ منافق ہے۔ کافر بخشا جاسکتا ہے کیونکہ شاید اس کو توبہ نصیب ہو منافق کو یہ نصیب نہیں ہوگا۔ منافق وہ لوگ ہیں واذا خلوا الى شیطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزنون یہ ہے منافقین کی بات۔ ان کی زبان پر کلمہ ہے اور دل میں شک ہے۔ کلمہ کیا ہوتا ہے؟ یہ اظہار یقین ہے۔ اور اگر یقین نہ ہو تو کیا اظہار کرتے جا رہے ہو۔ اگر نہیں مانتے تو کہو کہ میں خدا کو نہیں مانتا یہ اچھی بات ہے اگر خدا منوانا چاہے تو منوالے گا لیکن صرف باہر سے نہ کہنا کہ میں ماننے والوں میں ہوں۔ یہ منافق ہے۔ منافق وہ ہے جو کلمہ پڑھے مسلمانوں میں رہے اور اسلام پر شک کرے۔ اس بات سے بچو۔

اور کوئی بات \_\_\_\_\_ Anyone \_\_\_\_\_ کوئی بولے \_\_\_\_\_  
 نہیں تو دعا کرو \_\_\_\_\_ جس طرح ہم کہتے ہیں کہ یا اللہ ہمارے جسم کی بیماریوں کو دور فرما ہم یہ کہتے ہیں کہ ہماری روح کی بیماریوں کو بھی دور فرما۔ یا رب العالمین اعتماد کی کجی بھی دور فرما۔ ہمارے اعتماد کو اور یقین میں بدل۔ ہم جیسے بھی کلمہ پڑھنے والے ہیں تو ہمیں مزید یقین عطا فرما۔ ہمیں ایمان کے اندر زیادہ ایمان عطا فرما۔ ہم لوگوں کو اپنی مہربانیوں میں رکھ۔ ہمیں آسانیاں عطا فرما۔ کامرانیاں عطا فرما۔ یا رب العالمین ہمیں مہربانی سے محروم نہ فرمانا۔ یا رب

العالمین ہمیں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما۔ پھر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ ایمان کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ یہ سارا قصہ کیا ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ یا رب العالمین تو وہ محبت عطا فرما!

صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ و  
اصحابہ اجمعین۔ آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



والتسليم في هذه الحالة هو  
التي كانت في حالة من  
التي كانت في حالة من  
التي كانت في حالة من

والتسليم في هذه الحالة هو  
التي كانت في حالة من  
التي كانت في حالة من



4

4



1. میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔
2. یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ دے تو زندگی کے بہت سے شعبے ہیں ان میں کوشش کیسے چھوڑ دیں؟
3. جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہو سکتا ہے؟
4. سر! جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟
5. جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے اور جب دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے۔
6. یہ جو چپ کا روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟
7. انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماشینیہ کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں اب ان کی اسناد کیسے کریں؟

خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر رہی نہیں گئی تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا تو نصیب نہیں ہوا۔

9 سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا۔

10 سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں، گھر بار ہے، رشتہ دار یاں ہیں، دوسرے لوگ ہیں۔ ہم یہاں سے بے شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔ اور اس پر حتی الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔ اس کا سدباب کیسے کریں؟

11 ابھی آپ Thoughtlessness اور Sightlessness کے متعلق کچھ بتا رہے تھے تو Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔

12 دل تو جسم کا قائد اعظم ہے اس کے بارے میں ضرور کچھ فرمائیں۔

13 سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں، جب گھر جاتے ہیں تو بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں، گھر والوں کے کچھ اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں۔

14 سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم آپ کے ساتھ  
جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی نہیں بولتے۔





سوال:

میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ یہ جو بزرگوں کی توجہ ہوتی ہے وہ کیسے حاصل کی جاتی ہے۔

جواب:

اپنے ذہن کو خاموش کر دیں۔ جو خیال آئے اُسے چھوڑ دیں پھر دوسرے کو چھوڑ دیں حتیٰ کہ آپ کے اندر ایک Thoughtlessness پیدا ہو جائے گی۔ آپ اخباروں میں بھی پڑھتے رہتے ہیں کہ لوگ Weightlessness پیدا کرتے ہیں۔ یہ Weightlessness کیا ہوتی ہے؟ کہ انسانی Gravitational pull کے ساتھ وزنی ہے پھر اگر یہ انسان اپنے آپ کو بے وزن کر دے تو وہ فلانی بھی کر سکتا ہے اور Float بھی کر سکتا ہے۔ تو انسان جو ہے وہ Gravitation کے مقابلے میں Lavitation کرتا رہتا ہے وہ بغیر کل پرنزوں کے زمین سے اٹھ سکتا ہے تو ایسے انسان اڑتے رہتے ہیں اور یہ کرتے رہتے ہیں۔ تو انسان جو ہے وہ تمام Pull سے آوٹ ہو سکتا ہے۔ اگر ذہن کو کسی مشین سے یا سرنج سے سُن کر دیا جائے تو پھر انسان تکلیف سے بچ جاتا ہے۔

صدمہ جو ذہن پر دباؤ ڈال رہا ہو اُس کا علاج یہ ہے کہ ذہن کو سُن کر دو۔ جب ذہن سُن ہو جاتا ہے تو وہ صدمہ کم ہو جاتا ہے۔ اس طرح شدتِ صدمات کم ہو جاتے ہیں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اپنے سوچنے والے ذہن کی سوچ کا دروازہ کبھی کبھی بند کر دیا کرو اور اُسے کہو کہ خاموش ہو جا۔ انسان یہ کر سکتا ہے۔ اس سے کیا حاصل ہوگا؟ توجہ کا شعبہ زندہ ہو سکتا ہے۔ کبھی کبھی ایسا کر لیا کرو کہ آنکھیں بند کر لو۔ جب آپ نے Visible سے آنکھیں بند کر لیں تو جو Invisible چیزیں نظر آرہی ہیں ان کو بھی نہ دیکھو۔ جب آپ آنکھیں بند کر لیتے ہیں تو آپ بند آنکھوں کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ دیکھتے رہتے ہیں کہ کوئی آرہا ہے اور کوئی جا رہا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے اس کو بھی نہ دیکھو۔ اس طرح توجہ زندہ ہو سکتی ہے۔ ایک اور پراسیس یہ ہے کہ آپ بولنا بند کر دیں۔ جس طرح آپ باقی روزے رکھتے ہیں اسی طرح ایک دن چپ کا روزہ رکھ لیں۔ کیا انسان پھٹ جائے گا؟ ایک دن میں نہیں پھٹے گا۔ تو وہ خاموش ہو جائے۔ یعنی کہ عادتاً یا کوشش کے ساتھ ایک دن کے لیے گفتگو کا فاقہ کر لے۔ اگر آپ گفتگو کو ایک دن کے لیے فاقے میں رکھو تو عین ممکن ہے کہ توجہ کا شعبہ زندہ ہو جائے۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی اور کو بولنے دیں۔ اگر اپنی گفتگو بند کر دو گے تو دوسرے کو بولنے دو گے۔ آپ تو بولنا بند ہی نہیں کرتے پھر کوئی اور کہیں سے کیا بولے۔ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ پھر ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ سُنا بند کر دیں۔ اپنی سماعت بند کر دیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے ناں کہ کوئی آپ سے کہے کہ میں نے یہ بات کی ہے تو آپ کہتے ہیں کہ میں نے نہیں سُنا، میں اور بات سوچ رہا تھا، میں نے آواز نہیں



سُنی کیونکہ میں اور خیال میں تھا۔ ایک خیال میں آپ ہوں تو دوسرے خیال کی آواز نہیں آتی۔ اسی طرح ایک توجہ میں ہوں تو دوسری توجہ کی آواز نہیں آتی۔ اگر ساری آوازیں Simultaneously بند کر دی جائیں تو عین ممکن ہے کہ کہیں اور سے آواز آجائے۔ اُسے کہتے ہیں دُور کی آواز۔ تو وہ دُور کی آواز آسکتی ہے۔ آنکھیں بند کر لو تو شاید دُور کا منظر نظر آجائے۔ بولنا بند کرو تو شاید کوئی اور آپ کے اندر آ کے بول پڑے۔ کیا پتہ کیا ہو جائے۔ سوچنا بند کرو تو شاید تمہیں کوئی اچھی سوچ مل جائے۔ اسی طرح کبھی Feelinglessness پیدا کر لو احساس کو بند کر لو۔ یہ بے حسی نہیں ہے بلکہ کم حسی ہے یعنی لاجس ہو جانا۔ ایسا کر لو کہ آج احساس کی چھٹی ہے۔ پھر غم کی کوئی خبر بھی بے معانی ہو جائے گی۔ بے شک آدھی دنیا ختم ہو جائے کیونکہ آج تو لاجس ہونے کا دن ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ ہم آج جس کا روزہ رکھے ہوئے ہیں۔ اگر ایسا کرو تو توجہ زندہ ہو سکتی ہے۔ اب آپ نے کوئی لمبا چوڑا پراسیس نہیں کرنا بلکہ ذہن کا پراسیس جدھر چلتا جاتا ہے اُسے اُدھر سے موڑ دو۔ تو وہ تھوڑی دیر کے لیے بے حس ہو جائے گا، جامد ہو جائے گا، ساکت ہو جائے گا۔ اور اگر اس وقت اللہ کا ذکر بھی کرو تو عین ممکن ہے کہ اس سٹیج پر آپ کسی اور شعبے سے متعارف ہو جائیں۔ اور یہ مضمون انسان کے اندر سے پیدا ہو سکتا ہے، جانوروں میں پیدا نہیں ہو سکتا ہے، درختوں میں پیدا نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کے اندر ہی ہوتا ہے۔ تو وہ انسان جو اپنے آپ کو تھوڑی دیر کے لیے Handover کر دے، لا کے حوالے کر دے تو اللہ مل جاتا ہے۔ ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔ یعنی وہ تھوڑی دیر کے لیے اپنی نفی کر دے، اپنی سوچ کو بھی اپنی سوچ نہ

کہنے نہ سوچے کوئی دیکھا ہوا منظر بھی یاد نہ کرے آواز بند کر دے خیال بند کر دے کھانا بند کر دے پینا بند کر دے یعنی کہ سب پٹ بند کر دے قلعے کے سب پٹ بند کر دے تو پھر اصلی پٹ کھل جائے گا۔ اس طرح کو اڑ کھل جاتے ہیں۔ اس پر کوئی نہ کوئی اور شے آشکار ہو سکتی ہے۔ یہ تو ایک پراسیس ہے جو توجہ کو بیدار کرتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ جب ہم یہاں بیٹھتے ہیں اور تلاوت شروع ہوتی ہے تو تلاوت سے تھوڑی دیر پہلے ایک سناٹا آ جاتا ہے۔ وہ جو سناٹا سا آتا ہے وہ اپنی کوشش نہیں ہوتی ہے بلکہ وہ خود بخود ہی آوازیں بند کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ سب لوگ توجہ میں داخل ہو گئے تو آپ لوگ توجہ میں روز ہی داخل ہوتے ہیں بلکہ ہم آغوش توجہ میں بیٹھتے ہیں۔ وہ جو توجہ ہے وہ ہمیں کوئی اور عطا کر دیتا ہے کہ اب توجہ میں بیٹھو۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ شور ختم ہو جاتا ہے ورنہ تو آپ بڑے بولنے والے لوگ ہیں اور مذاکرات تو آپ کا شعبہ ہے۔ مدعا یہ کہ توجہ تب آتی ہے جب آپ کی سوچ کی عادت ذرا بدل چکی ہو خیال کی Weightlessness ہو جائے Thoughtlessness ہو جائے Sightinglessness ہو جائے۔ آپ Hearinglessness کر دیں تو پھر آپ کچھ سماعت کریں گے۔ تو آپ یہ چیزیں ترک کر دو۔ اس کو ترک کہتے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے یہ ترک کر کے دیکھو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بات کا پتہ چل جاتا ہے اور پھر آپ کے اندر جو چور ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے جس کو انسان چھپا کے بیٹھا ہوتا ہے اور خیال کے اندر اس کو پالتا ہے اسی سے باتیں کرتا رہتا ہے اسی کی سنتا رہتا ہے۔ ہر آدمی کے



اندر ایک خیال ہوتا ہے اور آپ خیال کا طوطا اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ وہ کیا چیز ہے؟ ایسا خیال جس میں آپ کی Ambition ہوتی ہے، عزائم ہوتے ہیں، توجہ ہوتی ہے، طلب ہوتی ہے، آپ کا مستقبل ہوتا ہے اور کبھی ماضی بھی وہی ہوتا ہے۔ اس کو آپ اگر تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیں تو اس کو کہتے ہیں کہ آپ مرنے سے پہلے مر گئے۔ تھوڑی دیر کے لیے اپنا محبوب مشغلہ اپنی محبت کے ساتھ ترک کر دو، چاہے دس منٹ ہی ہوں۔ تو وہ منٹ بھی بہت ہیں ان میں زمانوں کے فاصلے طے ہو جاتے ہیں۔ وہ کام جو آپ سوچ کے اندر کرتے رہتے ہیں وہ چھوڑ دو۔ کہتا ہے کہ پھر میرے پاس کیا رہ گیا۔ وہ جو چیز رہ گئی ہے وہی تو ہے اور پھر تمہارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ تو یہ توجہ پیدا کرنے کے طریقے ہیں۔ ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی اپنے آپ کو جاگنے کے زمانے میں سلا دو اور سونے والے زمانے میں جاگو، نصف شب میں پکارو تو تم دیکھو گے کہ کائنات کے اندر ایک اور طرح کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے۔ تہجد کی نماز کو روٹین نہ بنالینا کہ ساڑھے تین ہو گئے، پونے چار ہو گئے، فنافٹ تہجد گزاری شروع ہو جائے۔ روٹین کی تو آپ پہلے بھی پڑھ رہے ہیں۔ کم از کم وہ نماز توجہ کی ہونی چاہیے تاکہ اس وقت خاموش فضاؤں کے اندر کوئی نیا احساس بیدار ہو۔ اور اس احساس کو بیدار ہونے دیا کرو۔ پھر دیکھو کہ Nature کیا کہتی ہے، نیچر آپ کے لیے کوئی پیغام لائی ہے کہ نہیں لائی۔ ہر آدمی کے لیے ایک پیغام ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے آپ کو اپنے آپ سے Detach کرو۔ کبھی تھوڑی دیر کے لیے اپنے گھر کے آگے سے گزر جاؤ یہ سوچ کر کہ آپ کبھی گھر کے اندر نہیں جائیں گے، تو There will be a time تو



ایسا وقت بھی آئے گا اور That time will not be far off جب تم نہیں ہو گے تو کیا ہوگا کیونکہ ایسا ہو سکتا ہے کہ انسان نہ ہو۔ اسی گھر کے اندر سے پہلے بھی بڑے بڑے خواب نکل گئے۔ تو وہ نکل جاتے ہیں۔ وہ کیا بستیاں تھیں جو بس رہی تھیں اور وہ کیا واقعات تھے جو ہو رہے تھے۔ پھر محسوس ہوگا کہ اس گھر کے اندر رہنے دینے کے لیے تم اللہ کا کتنا شکر ادا کرو گے۔ آپ کہو گے کہ شکر ہے کہ تو نے بچوں میں رہنے دیا ہے، کیونکہ یہ بھی ہمیشہ نہیں رہے گا۔ پھر توجہ پیدا ہو سکتی ہے۔ آپ اپنا عمل بدلیں تو توجہ پیدا ہوگی۔ آپ تو روٹین کے کام کرتے ہیں اور اس طرح روٹین کی باتیں روٹین میں ہوتی ہیں۔ اگر فیکٹری کے کاروبار میں آپ لگے ہوں تو توجہ کیسے پیدا ہوگی۔ جو مشین جس طرح سیٹ ہے اُس نے اُسی طرح کام کرنا ہے، کمپیوٹر جہاں سیٹ ہے اس نے وہی کام کرنا ہے، ہر روز وہی کام، ہر روز وہی کام، ہر روز کے بعد بھی وہی واقعہ اور ہر مہینے کے بعد بھی وہی واقعہ، جمع کرتے جاؤ، پیسے لیتے جاؤ اور کاروبار کرتے جاؤ، کچھ دوستوں کے ساتھ جھگڑا کرو گے، کچھ دشمنوں کے ساتھ جھگڑا کرو گے لیکن اگر صلح کر لو پھر دوسرے واقعات شروع ہو جائیں گے۔ آپ آنے والے دنوں کے بارے میں سوچو۔ اپنی اس روٹین کو کبھی کبھی آپ توڑا کرو۔ اور جب آپ اسے توڑیں گے تو آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ تو یہ ساری توجہ کی بات ہے۔ آپ توجہ کے ساتھ قرآن شریف پڑھیں، اپنے واقعات کو توجہ کے ساتھ دیکھا کریں، توجہ کے ساتھ غور کیا کریں اور اللہ کریم کو جب آپ دیکھو گے تو آپ پہ آشکار ہو جائے گا کہ آپ کے ساتھ کیا واقعہ ہے، آپ یہاں کس کام کو بھیجے گئے ہیں۔ کتاب سے یہ بات نہیں

ملے گی۔ اگر آپ کا اللہ زندہ ہے تو پھر آپ کے ساتھ زندہ بات ہونی چاہیے اور وہ بات ہو سکتی ہے۔ آپ جھگڑانہ کیا کریں اور اپنے آپ پہ تھوڑی سی توجہ کریں اور اپنے اللہ کے ساتھ بھی  
سوال:

سر! کیا بات کرنے میں وقت لگتا ہے یا یہ ایک دم بھی ہو سکتی ہے  
جواب:

یہ Gradual بھی ہو سکتی ہے لیکن عام طور پر یہ ایک ڈرامیک اطلاع ہے کہ You are not what you think yourself تو آپ وہ نہیں ہیں جو اپنے آپ کو سمجھ رہے ہیں، آپ Different آدمی ہیں۔ جس طرح بعض اوقات فارن ایڈ آ جاتی ہے یہ بھی اسی طرح ہوتا ہے۔ فارن ایڈ کے بارے میں مولانا رومؒ نے ایک کہانی لکھی ہے۔ ایک شیر تھا، وہ اپنا بچہ کسی علاقے میں چھوڑ کے چلا گیا۔ اتفاق سے وہ بچہ بھیڑوں کے ساتھ رہنے لگ گیا۔ اس کو بھیڑوں کی صحبت مل گئی تو وہ بھیڑوں جیسا ہو گیا، ان کے ساتھ چلتا پھرتا اور کھاتا پیتا تھا جیسے وہ کرتے۔ ایک دن ایک اور شیر نے اُسے دیکھا تو سوچا یہ بچہ تو اپنا ہے، شیر کا بچہ ہے لیکن اس کی عادتیں تو بھیڑوں جیسی ہیں، یہ تو اور قسم کا جانور بن گیا ہے۔ اس نے بچے کو بلایا اور کہا کہ تو شیر ہے۔ بچے نے کہا کہ شیر کیا ہوتا ہے۔ اُس نے کہا شیر تو بڑی چیز ہوتا ہے، یہ تو تمہاری خوراک ہے جن سے تم نے دوستی کی ہوئی ہے۔ بچے کو سمجھ نہ آئی۔ شیر نے اُسے کہا کہ تو میرے ساتھ آ، میں تجھے بتاتا ہوں۔ وہ بچے کو ایک تالاب پہ لے گیا اور کہا کہ دیکھ یہ تیرا عکس ہے اور یہ میرا



عکس ہے، کیا دونوں میں باہم مشابہت ہے؟ بچے نے کہا کہ مشابہت تو ہے۔ کہتا ہے کہ یہ دیکھ کہ میں اور تو ایک جنس ہیں۔ بچے نے کہا کہ کہتا تو تو تھیک ہے، یہاں تو ایک ہی جنس ہے۔ شیر نے کہا کہ اب اس جنس کا عمل دیکھ کہ یہ کیا ہوتا ہے۔ اس نے بھیڑ کو پکڑا اور کھا گیا پھر بچے سے کہا کہ یہی تیرا عمل ہونا چاہیے۔ تو اسے بھی جوانی آگئی اور وہ بھیڑ کو پکڑ کے کھا گیا۔ اس طرح اُس کے اندر کا شیر زندہ ہو گیا اور اس کو کسی فارن ایڈ نے زندہ کیا اور نہ تو وہ کسی اور صحبت میں جا رہا تھا۔ جب اس کو اصلی اطلاع دی گئی کہ یہ تو کیا کرتا جا رہا ہے وقت ضائع کرتا جا رہا ہے، تو تو کسی اور کام کے لیے آیا ہے۔ جب کوئی وہ ”اور کام“ کر کے بتا دے تو سمجھ آ جاتی ہے

کہ for something اور I am meant for something different better وہ جب آشنا ہو جائے گا تو پھر اور واقعہ ہو جائے گا۔ یہ چیز انسان خود نہیں کر سکتا، وہ تو خود تکلیف میں ہوتا ہے اور بعض اوقات محتاط ہوتا ہے۔ اس قسم کے شعبے میں دل کے شعبے میں محتاط ہونا اور بزدل ہونا تقریباً برابر ہی ہوتے ہیں۔ تو یہ واقعات ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی بتانے والا ہو تو پھر وہ بتاتا ہے اور پتہ چلتا کہ صحبت کا کتنا اثر پڑتا ہے، محفل کا کتنا اثر پڑتا ہے۔ اس لیے باز کی صحبت باز کے ساتھ اور زاغ کی صحبت زاغ کے ساتھ، وہ اور ہے اور یہ اور ہے، اپنی اپنی نسبتیں ہیں۔ گدھ اور شہباز دونوں بلند پرواز ہوتے ہیں، دونوں دور نگاہ ہوتے ہیں، دور بین ہوتے ہیں، دیکھنے والے ہوتے ہیں، وہ ایک ساتھ پرواز کر رہے ہوں تو ان کا پتہ کہاں چلتا ہے؟ جہاں مُردار کو دیکھ کر گدھ نے نیچے فلائٹ کی اور شہباز اوپر ہی اڑتا رہا۔ تو بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ انسان گدھوں میں رہ کے اپنی شہبازی



بھول جاتا ہے۔ اگر کوئی شہباز آجائے تو وہ کہے گا کہ  
اے طائر! ہوتی اس رزق سے موت اچھی  
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

گدھ کہتا ہے کہ یہ رزق تو ہمارا حاصل ہے تو وہ کہتا ہے کہ یہی تو تیرا حاصل ہے  
جو تو کمار رہا ہے یہی تو نہیں کمانا تھا۔ کہتا ہے کہ اس کے بغیر زندگی کیسے ہوتی ہے تو  
شہباز نے کہا کہ دیکھ ایسے زندگی ہوتی ہے تو فلائٹ جو ہے یہ شہباز کا رزق ہے  
Height اس کا رزق ہے اور گدھ کا رزق مُردار ہے۔ Seagull کو کہا گیا کہ  
تُو یہ لے لے بھوکا ہے نیچے آ جا تو وہ کہتا ہے کہ I am in flight, soaring  
high بلندی میری خوراک ہے اوپر جا کے مر جاؤں گا مگر میں نے نیچے نہیں آنا۔ تو  
بعض اوقات فلائٹ جو ہے وہ بینک بیلنس سے بہتر ہوتی ہے۔ یہ PK-77 والی  
فلائٹ نہیں ہے یہ کوئی اور ہی فلائٹ ہوتی ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ تو  
کبھی کبھی آپ اپنے آپ کو اپنے علاوہ سے بھی آشنا کیا کریں۔ آپ بات کو سمجھے  
نہیں ہیں، غور سے سُنو۔ ہم گرد و پیش میں جو کچھ دیکھ رہے ہیں وہ کائنات بہت  
Multicoloured ہے، ملٹی جلی ہے، کائنات میں بے شمار Activities ہیں،  
پوری کائنات بھری پڑی ہے لیکن سب چیزیں آپ کے لیے نہیں ہیں، پہلی بات تو  
یہ ہے۔ یہ ایک دوکان ہے، بھرا ہوا سٹور ہے مگر سب چیزیں آپ کے لیے نہیں  
ہیں۔ سب چیزیں آپ کی تمنا میں بھی نہیں ہیں، سب چیزیں آپ کے علم میں بھی  
نہیں آسکتیں، صرف دیکھنے تک ہیں۔ آپ اپنا راستہ دیکھیں کہ آپ کو اسی بھری  
ہوئی کائنات میں سے کتنا کچھ لینا ہے تو آپ کو اپنی اوقات سمجھ آ جائے گی، کہ ہم

تو اتنی سی بات کے مسافر ہیں، یہاں سے لے کے وہاں تک جانا ہے اور زیادہ سے زیادہ اتنی چیزیں آپ استعمال کر سکتے ہیں اس کے بعد آپ کی زندگی ختم ہو جائے گی۔ اب کائنات تو بھری ہوئی ہے لیکن سارے خیالات آپ کے کام کے نہیں ہیں۔ آپ کے کام کا صرف ایک ہی خیال تھا جو آپ نے کرنا تھا، جو آپ کر سکتے تھے جس کام کے لیے آپ Competent تھے یا Competent ہو سکتے تھے۔ تو وہ کام دریافت کرنا ہوتا ہے۔ وہ کام جو ہے وہ Thoughtlessness کے ذریعے سمجھ آ سکتا ہے کہ قدرت نے مجھے کس کام کے لیے بنایا۔ وہ پھر Bang کرتا ہوا آتا ہے اور زور سے دروازہ کھٹکھٹا کے آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں آ گیا ہوں۔ یہ پوچھتا ہے کہ تو کون ہے؟ تو وہ کہتا ہے کہ میں تیرے مستقبل کا اصلی منصوبہ ہوں جو کہ بھیجنے والے نے بنایا ہے۔ پھر انسان سمجھ جاتا ہے کہ میں تو غلطی پہ تھا، اب اچانک مجھے یہ بات سمجھ آ گئی ہے۔ تو سمجھانے والا یہ سمجھاتا ہے۔ قرآن کی کتاب کو بھیجنے والی اور آپ کو انسان بنانے والی ایک ہی ذات ہے اس نے آپ کے لیے بڑی آسانیاں رکھی ہیں۔ کیونکہ ذات ایک ہے، مالک ایک ہے وہ انسان کو بہت کچھ عطا کر دیتا ہے۔ اس لیے اپنے آپ کو Thoughtlessness کے بعد جب مالک کے روبرو پیش کرتے ہو تو پھر کہا کرو کہ مجھے کسی خیال سے آگاہ فرمایا جائے کہ میں کیا کروں۔ پھر مالک آپ کو بات سمجھائے گا اور آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ یوں انسان چل نکلتا ہے۔ جب وہ چل نکلا تو پھر چل ہی نکلا۔ تو توجہ کے ساتھ اپنے آپ کو آگاہ کرو۔ انسان کا سب سے اچھا حاصل یہ ہے کہ وہ توجہ حاصل کرے۔ اور یہ تو Minimum توجہ ہے آپ آخری توجہ



حاصل کرو۔ کسی اور نگاہ کی توجہ حاصل کرنا سب سے اچھی بات ہے کہ ہم وہاں تک پہنچے جہاں ہم ان کی توجہ میں آ گئے۔ ان کی توجہ میں آ گئے تو پھر بات بن گئی

اور کوئی بات پوچھو

سوال:

یہ جو ابھی آپ نے کہا کہ توجہ میں آ گئے تو اس کو ذرا تفصیل سے سمجھا

دیں۔

جواب:

یہ مالک کی توجہ میں آنا ہے۔ جب تمہارے ہر کام کا حوالہ مالک کی ذات ہو تو سمجھو کہ تم اس کی توجہ میں آ گئے۔ مثلاً کھانا برائے اللہ ہو، محنت برائے رضائے الہی ہو اگر صبح جلدی اٹھنا ہو تو وہ بھی اللہ کے لیے ہو، دیر سے سونا ہے تو وہ بھی اللہ کے لیے، ”آج ہم کھانا نہیں کھائیں گے“ یہ بھی اللہ کے لیے یعنی کہ تمہارے عمل کا Genuinely مدعا وہ ہو یا مدعا وہ ہو یا پھر ابتدا وہ ہو۔ اگر اللہ تمہاری زندگی کا حوالہ بن جائے تو عین ممکن ہے کہ تم اس کی توجہ میں آ جاؤ۔ تو حوالہ وہ بن جائے۔ وہ بن سکتا ہے اور بنتا رہتا ہے۔ مثلاً آپ چار آدمی مل کے بیٹھے ہیں تو یہ مل کے بیٹھنا اللہ کی خوشنودگی کے لیے ہو، اللہ کی خوشی کے لیے آپ بیٹھے ہوں تو یہ سمجھو کہ تمہارے مل بیٹھنے کا حوالہ اللہ کی ذات ہے۔ پھر عین ممکن ہے کہ اللہ بھی اپنی توجہ آپ کی طرف کر دے۔ توجہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ بے شمار گمراہیاں کر سکتے تھے مگر بچ گئے اور جو گمراہ ہونے کے لیے بڑے



Competent تھے بڑے تیار تھے، گمراہ ہونے کے لیے بڑے Properly adjusted تھے انہیں اللہ کے حوالے نے بچالیا، اللہ کی مہربانی نے بچالیا۔ اور جس کا کام ہوتے ہوتے بگڑ گیا، دراصل وہ گناہ تھا اور اللہ نے بچالیا۔ غلطی سرزد ہوتے ہوتے فحش گئے، یہ اللہ کے کام ہیں۔ اس کی توجہ میں آنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو تمہاری Dormant sensibilities ہیں وہ Suddenly awaken ہو جائیں۔ بس کام بن گیا۔

بن گئی بات، بات بن گئی

کیسے بن گئی؟ آپ کا سونے والا شعبہ بیدار ہو گیا، خفتہ جو ہے وہ جاگ اٹھا۔ بس اس کے ظاہر ہونے کی بات ہے۔ کوئی آدمی اللہ سے علیحدہ نہیں ہے کیونکہ ہر آدمی اس سے اجازت نامہ لے کے آیا ہے اور اللہ نے اس کے سرٹیفکیٹ پر دستخط کیے ہیں۔ آپ دنیا میں آنے کے لیے ویزہ لے کے آئے ہو، آپ کو Almighty نے Direct authority جو ہے وہ Issue کی ہے کہ جاؤ۔ اللہ کہتا ہے کہ میں تمہارا مالک ہوں۔ آپ Direct اللہ کے بنے ہوئے ہیں۔ جب انسان پیدائش کے آغاز سے سانس تک پہنچتا ہے تو یہ سانس جب عطا ہو رہی ہوتی ہے تو یہ مالک کا اذن ہوتا ہے، امر ہوتا ہے۔ بچے میں جس وقت سانس کی ابتدا ہوتی ہے تو یہ سمجھو کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اللہ کا اذن ہے، امر الہی ہے۔ اس سے پہلے وہ لوتھڑا ہی ہے۔ جب سانس آیا تو دراصل یہ اذن ہے، امر ہے کہ ”اب ہو جا، بچہ ہو جا“۔ اللہ نے اتنا کہا کہ ”ہو جا“ تو آنکھ، بیٹھی، آواز، خیال، احساس، محبتیں، لذتیں اور کتنی ہی چیزیں \_\_\_\_\_ بس رونقیں لگ گئیں اور میلے لگ گئے۔ بس ”ہو جا“

کہنے کے امر سے بے شمار شعبے کھل گئے۔ اب آپ کبھی تو یہ کہو کہ جس نے ”ہو جا“ کہا ہے وہ آپ کو اپنی طرف کرے۔ پھر وہ دوسرا حکم آئے گا جب آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ جب آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں تو آپ کو ہر شعبہ اس کی طرف رجوع کرائے گا حتیٰ کہ آپ سونے سے جاگ اٹھیں گے اور آپ ”الگ“ بن جائیں گے۔ یہ تو بڑی آسان سی بات ہے۔ یا یوں کہو کہ آپ نے انسان ہونے کی حیثیت سے دنیا میں جو کچھ Collect کر لیا، چلتے چلتے دریا سے پتھر اٹھالیا، پانی لے لیا، ایک سٹور ہاؤس بنا لیا۔ یہ سب چھوڑ تو آپ نے جانا ہی ہے یا یہ چھن جانا ہے تو چھوڑ جانے سے پہلے اس سارے کا مالک اللہ کو بنادو چاہے نہ دو مگر دینے میں آپ کو کیا اعتراض ہے۔ تو اگر اللہ کو مالک بنادو تو یہ دیکھو کہ اللہ کو اس کی ضرورت نہیں ہے، وہ محتاج نہیں ہے، وہ لایحتاج ہے۔ تو اللہ کو جہاں پر ضرورت ہو آپ اپنی اشیاء کو اس کے Handover کرتے جاؤ۔ اپنے واقعات کو، اپنی جوانی کو، اپنی صحت کو، اپنے حالات کو اور اپنے سٹور ہاؤس کو اس کے نام لگاتے جاؤ تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ تم توجہ سے آشنانہ ہو سکو۔ تو یہ کام کون کر سکتا ہے؟ یہ تو وہی کر سکتا ہے جو اس کا اپنا ہو۔ جو اللہ کو اپنا سمجھے گا وہ اس کا اپنا ہو گیا۔ آپ نے اپنے پاس سے تو کچھ بھی نہیں کیا، صرف اتنا کیا کہ ادھر سے اپنے نام والی چیز اٹھا کے اللہ کے نام پر ادھر رکھ دی۔ یہ اتنا چھوٹا سا کام ہے۔ یہ میں آپ کو اس کی عملی شکل بتا رہا ہوں۔ تو عملی شکل کیا ہے؟ ادھر سے اپنے نام پر جو اٹھایا وہ ادھر اللہ کے نام پر رکھ دو۔ جس چیز کے تم مالک ہو اب اس کے امانت دار بن جاؤ۔ بس پھر توجہ کا شعبہ زندہ ہو جائے گا۔ آپ آج مالک ہو لیکن یہ کہو کہ



ہم تو اس چیز کے امین ہیں، چیز تو اللہ کی ہے۔ Even آپ کے بچے بھی۔ ذرا احساس کرو اور خیال کرو کہ جو چیز تمہاری ملکیت ہے دراصل وہ تمہاری ملکیت نہیں ہے اور تم اس کے کیا ہو؟ اس کے امانت دار ہو، امین ہو۔ تو چیز کس کی ہے؟ مالک کی ہے۔ اب آپ کے اندر توجہ کا شعبہ بیدار ہونا شروع ہو جائے گا۔ یعنی کہ مالک ہونے کے باوجود ملکیت چھوڑ دو۔ یہ تو کوئی مشکل بات نہیں ہے ناں؟ تو یہ چیز کس کی ہے؟ اللہ کی ہے۔ اور جب تم گاڑی میں ہوتے ہو اور کوئی اپنا جگہ آجائے تو اس کی مدد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک انسان کو ایک دکھی انسان کو آپ کا سکھ کس حد تک سکھ پہنچاتا ہے؟ آپ جو سکھی انسان ہیں وہ دکھی انسان کے کس حد تک کام آتے ہیں۔ تو یہ سوچا کرو کہ اللہ کے لیے ہم کیا کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ جو ہم آج بیان کر رہے ہیں یہ واقعہ دوبارہ بیان ہونا ہے۔ جو آج ہم کر رہے ہیں کل کو جب یہ ریل دوبارہ آپ کے سامنے چلائی جائے گی تو اس وقت آپ کو یہ نہ کہنا پڑ جائے کہ اس جگہ پر میں اپنی اصلاح کر سکتا تھا، یہ واقعہ غلط ہو گیا تھا۔ پھر آپ کہیں گے کہ اللہ میاں کیا ایک چانس اور مل سکتا ہے۔ اس نے کسی کو چانس نہیں دیا۔ اور آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ جو چیزیں کل کو افسوس بن جائیں گی انہیں آج بھی نہ کرو۔ کل کو اگر یہ سوچنا ہے کہ یہ واقعہ ہم یوں کر سکتے تھے تو اس کو آج ہی کر لو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ آپ اداس ہو جایا کرو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ تھوڑے سے دانا تو ہو جاؤ۔ آپ کے اندر بے شمار صلاحیتیں ہیں، آپ بہت Competent ہیں۔ Competent آدمی کی تعریف کیا ہے؟ جو خود آج کی امکانی صلاحیتوں میں راضی رہے اور آنے والی



امکانی صلاحیتوں میں راضی رہے۔ تو وہ دانا آدمی ہے۔ جو اپنی صلاحیتوں کے باوصف آج بھی اپنے آپ پر راضی نہیں ہے اور کل بھی راضی نہیں ہونا تو یہ کیسی دانائی ہوگی۔ آج کی صلاحیتوں کے اندر آپ راضی رہیں، مطمئن ہوں، قلب مطمئن ہوں۔ اور جو آگے آنے والا وقت آئے اس میں بھی قلب مطمئن ہوں۔

بس یہ کام کر لو۔ آج پر مکمل راضی ہو جاؤ۔ راضی رہنے کی کیا تعریف ہے؟ اپنی زندگی پر راضی وہ ہے جو اس میں نہ اضافہ کرنا چاہے اور نہ تخفیف کرنا چاہے۔ تو وہ راضی ہے۔ اضافہ کا معنی ہے کہ Improvement ہو، I am happy

I am happy provided I get that provided اور پھر یہ کہے کہ I am happy provided this thing is eliminated - تو Elimination کا امکان نکال دو اور

اضافے کی توقع چھوڑ دو۔ تو راضی وہ ہے۔ راضی انسان پورا بے نیاز ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے حوالے سے چل رہا ہوتا ہے اور نہ زندگی میں اضافہ چاہتا اور نہ تخفیف۔ تو کمی نہیں کرنی اور اضافہ نہیں کرنا۔ کمی کا کیا مطلب ہے؟ کہ انسان کہے کہ یا اللہ سب کچھ ٹھیک ہے، بس یہ تکلیف نکال دو۔ اور اضافہ؟ ہم ٹھیک ہیں، بس یہ چیز حاصل ہو جائے۔ آپ دونوں سے آزاد ہو جائیں تو آپ خوش رہیں گے۔ یہ ہوتے ہیں صحیح اور صلاحیت والے انسان۔

یادِ ماضی کے پچھند پرزے تکلیف دہ نہ ہوں تو پھر آپ راضی ہو جائیں گے۔ یہ جو آپ کا حال ہے جو آپ اپنے ہاتھ سے لکھتے جا رہے ہیں یہ حال کل کو ماضی بننے والا ہے اور پھر یہ Remote ماضی ہو جائے گا یعنی بہت دور کا ماضی۔ تو آج اس کے اندر کوئی Repentance نہ آنے دینا اس میں کوئی واقعہ ایسا نہ

ہو کہ کل کو پچھتانا پڑ جائے۔ ہم محفل کی بات نہیں کر رہے بلکہ پچھتانا تو آپ کی تنہائی نے ہے۔ تو آپ کو تنہائی میں پچھتانا نہ پڑے۔ تو تنہائی کی غلطیاں نہ ہوں تاکہ تنہائی میں پچھتانا نہ پڑ جائے۔ تو تنہائی کی غلطیاں آپ نکال دیں تاکہ آنے والی تنہائی یاد ماضی کے حوالے سے مجروح نہ ہو جائے۔ انسان آج کے دن جو کچھ لکھ رہا ہے وہ دراصل اپنا مستقبل لکھ رہا ہے اور یہ چیز ماضی بن رہی ہے۔ تو یہ راز یاد رکھنا کہ آپ نے لکھا مستقبل ہے اور یہ بن رہا ہے ماضی۔ تو آپ آج جو عمل کر رہے ہیں یہ مستقبل ہے اور یہ ماضی بننے والا ہے اسی میں آپ کا مستقبل پوشیدہ ہے۔ اللہ مہربانی کرے اور آپ کو یہ بات سمجھ آ جائے۔ اس لیے یہ کیفیت محبت سے آتی ہے اللہ تعالیٰ کی محبت سے آتی ہے یہ بندے کے مجاز سے نہیں آتی جو کہ آپ کی محبتیں ہوتی ہیں جن میں حاصل لینا دینا اور وجود ہوتا ہے۔ وہاں یہ وجود نہیں ہوتا بلکہ وہاں اصلی وجود ہی ہوتا ہے اصلی مالک ہوتا ہے۔ تب یہ بات سمجھ آ جاتی ہے۔

سوال:

یہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ راضی وہ ہے جو کوشش چھوڑ دے تو زندگی کے تو بہت سے شعبے ہیں ان میں کوشش کیسے چھوڑ دیں؟

جواب:

اس سے لائف کے Main Events میں فرق نہیں پڑے گا۔ کمال تو یہ ہے! کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ Great will become great۔ اب Great کون ہوگا؟ جسے اللہ Great بنائے۔ اس طرح آپ کی اپنی Greatness



راست سے ہٹ جائے گی جو کہ آپ کا غرور ہے یعنی جو Greatness آپ بناتے ہیں وہ غرور پیدا کرتی ہے اور جو Greatness اللہ عطا کرتا ہے وہ Humility پیدا کرتی ہے۔ بس آپ یہ فرق سمجھ لیں کہ جب اللہ آپ کو عظیم بنائے تو آپ بڑے تحمل مزاج ہوں گے اور جو انسان اپنے آپ کو عظیم بنائے گا تو وہ بڑا مغرور ہو گا۔ اس طرح جہنم کا ایندھن بننے کا خطرہ ہوتا ہے۔ جو Greatness آپ حاصل کرتے ہیں اس میں غرور پیدا ہونا لازمی ہوتا ہے کیونکہ انسان کہتا ہے کہ یہ ہم نے حاصل کیا، مثلاً وہ کہتا ہے کہ یہ مکان ہم نے بنایا ہے اور اس کی دیوار پر کیا کچھ لگایا ہوا ہے۔ اس طرح غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا آدمی کہتا ہے کہ مکان کی کیا بات کریں یہ اللہ کے انعام ہیں اس کے احسانات ہیں اتنے احسان کہ گناؤں تو گناہ سکوں یہ اس کی طرف سے آسرا ہے، زین بسیرا ہے نہ تیرا ہے نہ میرا ہے، بس اس میں ہم بسیرا کرتے جا رہے ہیں اس میں مسافر ہیں۔

تو ہے بازارِ امکاں کا تماشائی

اب ہم اس مسافر خانے سے نکلنے والے ہیں کسی وقت ہی نکلنے والے ہیں اللہ کے امر کا انتظار ہے۔ اس طرح Greatness پیدا ہو جائے گی۔ کہنے کو تو یہ بڑا آسان ہے مگر کرنے کے لیے یہ بڑا واقعہ ہے۔ پھر آپ کو پتہ چل جائے گا کہ آپ کے حسن کے اندر سے چہرہ نکل گیا یا چہرے کے اندر سے حسن نکل گیا۔ کبھی نوٹ کیا آپ نے؟ تو بیوٹی کے اندر سے چہرہ نکل گیا اور چہرے کے اندر سے بیوٹی نکل گئی۔ کہتے ہیں کہ چوڑیاں تو لگی رہیں مگر اندر سے صحت نکل گئی۔



زیورات گردن میں لٹکے رہے مگر بندہ نکل گیا، غائب ہو گیا۔ کبھی آپ نے یہ نوٹ کیا؟ کہ آویزے تو آویزاں رہے مگر بندہ غائب ہو گیا۔ اسی طرح انا کا چراغ تو جلتا رہا مگر بندہ ہی نہ رہا۔

رستے میں اک شجر ہے زمیں پر پڑا ہوا

سایہ مگر ہے اپنی انا پر اڑا ہوا

تو سایہ ابھی کھڑا ہوا ہے۔ اُسے کہتے ہیں کہ جس کا تو سایہ تھا، اکڑ کر رہا ہے، وہ درخت تو گرا پڑا ہے۔ درخت گر گیا مگر سایہ کہتا ہے کہ میں نے نہیں مرنا۔ اسی طرح بندہ اندر سے ٹوٹ جاتا ہے مگر انا نہیں ٹوٹی، کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا۔ خدا کے بندے تیرا آخری وقت آ گیا ہے مگر وہ کہتا ہے کہ میں نہیں مانتا، میں نہیں مانتا۔ تو یہ ہے انا۔ جن باتوں پہ انا ہوتی ہے، جن باتوں پہ غرور ہوتا ہے وہ باتیں، مغرور بنانے والے لمحات، وہ لمعات، وہ واقعات، وہ دوست اور وہ زمانہ سب چلے گئے۔ اب غرور کس بات کا ہے۔ مگر وہ پھر بھی نہیں مانتا۔ درخت گر گیا مگر درخت کا سایہ بدستور کھڑا ہے، اکڑا ہوا ہے اور کہتا ہے کہ میں نہیں گروں گا۔ تو یہ ہوتی ہے انسان کی انا، کہ واقعہ ختم ہو چکا ہے مگر انا باقی ہے۔ اب اس انا سے نکلنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اللہ کے فضل کو پکارو یا اللہ ہم بھنس گئے، اپنی انا میں پھنس گئے، انا میں جکڑے گئے۔ بے شمار لوگ اس مقام پر برباد ہوئے۔ انہیں جب کہا جاتا ہے کہ یہ بات مان جاؤ تو کہتے ہیں کہ میں نہیں مانتا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ ایسے بادشاہ کو اگر کہیں کہ تیری سلطنت ختم ہو گئی ہے تو کہتا ہے کہ ہم نہیں مانتے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، تم شہنشاہِ معظم کے روبرو کھڑے ہو، اسی طرح Behave کرو۔ وہ کہتا ہے

کہ جس کا تو شہنشاہِ معظم تھا وہ سلطنت ہی برباد ہو گئی، تیرا شہر بھنجور ہی لٹ گیا، اب تو کیا ہے۔۔۔ اس لیے یہ سوچنے والی بات ہے اور کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ وہ جو آپ حاصل کر رہے ہیں وہ سنگ ریزے ہیں اور وہ آپ کے کام نہیں آئیں گے۔ آپ صرف چند آدمیوں کو متاثر کرنے کے لیے کوئی کام کرتے ہیں اور اگر وہ متاثر ہونے والے غائب ہو جائیں تو وہ واقعہ فیل ہو جائے گا۔ مثلاً اپنے کزن کو دکھانے کے لیے آپ نے کچھ بنالیا، بڑے خوش ہو جاتے ہیں۔ وہ جو آپ کی ترقی سے جلتے تھے وہ مر گئے اور جو واقف لوگ اس سے خوش ہوتے تھے وہ بھی مر گئے تو اب آپ نے کیا ترقی کرنی ہے۔ ایک آدمی روتا تھا کہتا تھا کہ اس لیے روتا ہوں کہ جلنے والے مر گئے افسوس تو یہ ہے۔ جلنے والے آپ کی زندگی کو Great بنانے کا کام کرتے ہیں۔ حاسد جو ہے یہ بھی ایک طرح سے آپ کا محافظ ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حاسد بھی چلا گیا اور دوست بھی چلا گیا، اب میں نے کس لیے محنت کرنی ہے۔ اب تو اجنبی دیس ہے اس اجنبی دیس میں کیا بڑا ہونا ہے اور کیا نہیں ہونا۔ کچھ عرصہ بعد آپ اپنے ماحول میں اجنبی ہو جائیں گے اب آپ نے کس سے بات کرنی ہے۔ آشنائی نہ رہا تو بات ہی ختم ہو گئی۔ وہ جو تھا وہ نہ رہا تو اب اور کیا رہے گا۔ سب ختم ہو گیا۔ اگر دشمن رہے تو بھی رونق لگی رہتی ہے اور اگر دشمن ہی نہ رہا تو پھر سارے اجنبی ہیں۔

ایک آدمی نے بتایا کہ کسی جگہ تو الی ہو رہی تھی، تو الی عروج پہ تھی، رونق کا میلہ اور میلے کی رونق تھی، لوگ رقص و سرود کر رہے تھے۔ وہاں اس آدمی کو جگہ نہ ملی، اس نے شور مچایا اور کہا کہ مجھے اندر جانے دو۔ انہوں نے کہا کہ اتنی بڑی محفل ہے



تو بیکار آدمی کہاں جائے گا۔ کہتا ہے کہ یہ میری ہی غزل گائی جا رہی ہے۔ تو جس کے کلام پر رقص کیا جا رہا تھا اس کو اندر ہی نہ جانے دیا گیا۔ ایک آدمی نے کہا کہ فیروز سنز کے شوکیس میں یہ میری کتاب پڑی ہوئی ہے جو میں نے لکھی ہے اور میں باہر بس سٹاپ پہ انتظار کر رہا ہوں، بس آئے کہ نہ آئے۔ تو زندگی میں ایسے ایسے لوگ آئے ایسا واقعہ بھی ہوا۔ ایسے لکھنے والے بھی آئے کہ ان کی کتاب پر جنھوں نے جو کمایا اس سے ان کی کوٹھی بن گئی اور وہ بس سٹاپ پر تھے۔ تو کچھ عرصے کے بعد سب ہونا ان ہونا ہو جاتا ہے اور پھر آپ نے زندگی اپنی ذات کے ساتھ گزارنی ہے اپنی ذات کی تنہائی کے ساتھ گزارنی ہے۔ آپ کی تنہائی ہی آپ کے کام کی چیز ہے۔ آپ اس بات کو سمجھ لیں۔ اگر سمجھ گئے تو بہت آسانی ہو جائے گی۔ اپنے آپ کے ساتھ دوستی پیدا کرو اور اپنے آپ کو اپنی شرارتوں سے بچاؤ۔ اپنے آپ کو اپنی کثرت طلب سے بچاؤ۔ تو اپنے آپ کو بچالو۔ آپ Good soul ہیں اپنی روح کو بچالیں کیونکہ اُس نے اس زندگی کے سفر کے بعد بھی کام آنا ہے۔ روح نے کہاں کام آنا ہے؟ زندگی کے بعد کے سفر میں بھی کام آنا ہے۔ یہ سفر یہاں ختم نہیں ہوگا بلکہ آگے ایک اور سفر شروع ہو جائے گا اور وہاں صرف روح کا کام ہے۔ وہ وقت آنا ہے۔

سوال:

جس بزرگ سے کوئی مستفید ہونا چاہے تو کیا اس کے پاس رہنا لازمی ہوتا ہے؟ کیا آدمی دور رہ کے بھی مستفید ہو سکتا ہے؟



جواب:

آپ ”رہنا“ کسے کہہ رہے ہیں؟

سوال:

جیسے ابھی آپ کے پاس ہیں۔

جواب:

فرق یہ ہے کہ نگاہ میں رہنا ہے یا کہ دل میں رہنا ہے۔ اگر نظر میں نہ رہو تو دل میں رہو۔ بس یہی بزرگ کرتے ہیں۔ بزرگ کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ اس کے ساتھ فزیکل قربت نہیں ہوتی۔ فزیکل قربت بھی ہوتی ہے مگر اصلی قربت وہی ہوتی ہے جو Spiritual قربت ہوتی ہے یعنی کہ اس کے دل میں رہنا اس کے خیال میں رہنا۔ اگر وہ بزرگ وہاں سے خیال کی توجہ کریں تو آپ کو باریک خطوط پر بھی توجہ کر سکتے ہیں۔ یہ ”باریک خطوط“ ایک خاص لفظ ہے۔ اور یہ بہت زیادہ Forceful ہوتے ہیں۔ زندگی میں آپ جہاں بہت بڑی غلطی کرتے ہیں تو وہاں پر بھی بزرگ آپ کو بچا سکتے ہیں۔ آپ چھوٹی غلطی سے زیادہ ڈرا کریں کیونکہ بڑی غلطی کا آسانی سے پتہ چل جاتا ہے اور چھوٹی غلطی ایسی ہوتی ہے جس سے Fault Find نہ ہو سکے اور یہ زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔ بزرگوں کے پاس رہنا بھی ٹھیک ہے مگر میں پاس رہنے کو اس لیے Encourage نہیں کر رہا کیونکہ روحانیت میں فاصلہ کوئی فاصلہ نہیں ہوتا نہ کوئی جغرافیائی فاصلہ ہوتا ہے اور نہ کوئی تاریخی فاصلہ ہوتا ہے۔ داتا صاحب آج سے ہزار سال پہلے آئے تھے مگر آپ کے لیے داتا صاحب آج ہی آئے ہیں ابھی آئے ہیں جب ہم گئے

ہیں اسی وقت آئے ہیں۔ اب یہ فاصلہ کوئی فاصلہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ داتا کی نگری ہے مگر جہاں بھی کوئی داتا کو چاہنے والا ہے وہاں نگری ہے نہ یہ مزار کا نام ہے نہ یہ مسجد کے مینار کا نام ہے نہ اس خانقاہ کے ایریا کا نام ہے بلکہ یہ محسوس کرنے والے اور دل میں رکھنے والے کا نام ہے۔

سوال:

سر! جو ہمارے جیسا کچا آدمی ہوتا ہے وہ کیا کرے؟

جواب:

وہاں کچا کچا کوئی نہیں ہوتا، وہاں یا تو ”آدمی“ ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔

سوال:

میں دو تین سال پہلے ایک مختلف آدمی تھا اور اب آپ کے پاس مختلف آدمی ہوں۔ تو پہلے تو میں کچا تھا۔ اب اس محفل میں ہیں تو ہمیں کسی کام کا موقع ملنا چاہیے۔

جواب:

آپ اس وقت عمل میں بظاہر کچے تھے مگر نصیب میں اتنے پکے تھے کہ ہم سارے شہر چھوڑ کے یہاں آئے بیٹھے ہیں۔ تو یہ تو جادو گر ہے۔ راے صاحب کو پتہ ہے کہ ہم اتنی اتنی بلوغ و وسیع و بصیرت محفلیں ترک کر کے یہاں پہ آ گئے۔ باقی لوگ کدھر سے کدھر چلے گئے اور ہم یہاں آ کے بیٹھ گئے۔ تو کوئی نصیب پیچھے لگا ہوا تھا۔ آپ اس نصیب کی بہت قدر کریں۔ سچ پوچھو تو میں کھانے پینے سے بڑا لرجک ہوں میں اس بات کا شوقین نہیں میں اس لیے کھا

لیتا ہوں تاکہ تم مائنڈ نہ کرو۔ باقی لوگ بھی ایسے کرتے لیکن میں کہتا ہوں کہ تم میرے مہمان ہو چلو کھالو۔ تو اندر سے تو آپ بالکل اور ہیں۔ تو یہ دیکھو کہ نصیب ہے کیا شے؟ اب اگر کوئی اندر سے آزرده ہو تو میں جانتا ہوں کہ یہ آزرده نہیں ہے بلکہ یہ ٹھیک ہے۔ اس لیے میں اُس کو مبارک دیتا ہوں۔ جو آپ نے کیا اگر وہ نہیں ہوا تو اچھا ہوا ہے کیونکہ جب اللہ کرے گا تو اچھا ہوگا۔ اگر آپ نے بہت محنت کی ہے تو اس محنت کی وجہ سے تو بچے ہوئے ہیں پھر یہ سارا 'Raw' سارا کچر ختم ہو جائے گا اور پھر سب صاف ستھرا ہو جائے گا اللہ ہی اللہ ہو جائے گا۔ اس وقت وہ لوگ جو حق پسند ہیں انصاف پسند ہیں وہ اہلیت والے ہوں گے۔ وہ اللہ کے بندے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرماتا ہے۔ دعا کیا کرو کہ خدا اچھے بندے کو اچھے دور میں لائے۔ اچھا بندہ بھی بُرے دور میں پٹ جاتا ہے اور برا بندہ بھی بُرے دور میں پٹ جاتا ہے۔ اگر اچھا بندہ اچھے دور میں آجائے تو پٹے گا نہیں۔ پچھلا دور اور تھا وہ دور ظالم تھا اس لیے اس میں اچھے اچھے بندے پٹ گئے۔ اگر اچھا دور آگیا تو اچھے بندے آجائیں گے۔ اس لیے دعا یہ ہونی چاہیے کہ اچھے دور میں مخلص لوگ آئیں۔ یہ نہ ہو کہ مخلص لوگ شہید ہی ہوتے جائیں ورنہ شہید ہونے کا شعبہ تو ہے ہی سہی۔ لیکن ہم بہت ساری شہادت دے چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مخلصین کو اچھے دور میں لائے اور مخلصین جو ہیں وہ عوام کی خدمت کریں۔ اس لیے اے بلال صاحب! اللہ کا بڑا شکر ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ مہربانیاں فرماتا رہتا ہے کسی کی دعا پتہ نہیں کہاں کام آجائے۔ آپ نے تو دیکھا ہوا ہے کہ پہلے کتنے زیادہ لوگ ہماری محفل میں ہوا کرتے تھے لیکن اب جو بندے ہیں یہ



بہت ہیں۔ ہمیں بہت بندے نظر آرہے ہیں۔ اس کی وجوہات کیا ہیں! یہ ہمیں پتہ نہیں لیکن یہ اللہ کی مہربانی ہے جب ہم ڈوبے تو ایک دور ڈوبے گا اور جب ہم اُبھرے تو اک دور اُبھرے گا۔ یہ بڑی بات ہے۔ میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ آپ لوگ ضائع نہیں ہوں گے۔ یہ بظاہر کچھ بھی نہیں ہے لیکن سب کچھ یہی ہے۔ تو جو بظاہر کچھ نہیں لگتا یہ سب کچھ ہے۔ آپ لوگ ایک مہربانی کریں کہ ذاتی تشویشات سے ذاتی طور پر بچیں۔ آپ اپنی ذاتی پریشانیوں سے خود ہی بچ جایا کرو۔ ہم نے یہ محفل Pure اللہ کے لیے اور اللہ والوں کے لیے رچائی ہوئی ہے۔ ہم لوگ کبھی کبھی زمان و مکان سے الگ بیٹھ کے زمانے سے Detach ہو کے اللہ کی بات کرتے ہیں اور تو ہم کرتے ہی کچھ نہیں ہیں۔ ہم لوگ ہفتے میں ایک دن ایک گھنٹے کے لیے ملتے ہیں پھر بھی ہفتہ بھر کی ہماری خوراک پوری ہو جاتی ہے اللہ کی مہربانی کا پورا ہی حساب ہے۔ اس ایک گھنٹے میں اگر اثر ہو جائے تو پھر ٹھیک ہے۔ اثر کیا ہوتا ہے؟ آپ مخلصین ہو جائیں۔ یا اللہ اچھا دور لاتا کہ سب لوگ اچھے اچھے کام کریں۔ اب یہ اللہ کے کام ہیں۔ اچھے دور میں آپ کو برا جمانا ہونا چاہیے۔ ہم اس وقت کو برا بھی نہیں کہتے لیکن اس سے بہتر ٹائم آنے والا ہے۔ اس بہتر ٹائم میں آپ Functionary بن جائیں اللہ تعالیٰ آپ سے کام لے۔ آپ اپنے ذاتی کام بھی کرتے جائیں میں منع نہیں کرتا لیکن ذاتی طور پر تشویش نہ ہو۔

اب کوئی اور بات پوچھیں \_\_\_\_\_ جو دل میں آئے وہ پوچھا کرو

سوال:

جب ہم اس محفل میں ہوتے ہیں تو باتوں کا اثر ہوتا ہے اور جب دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں تو اثر کم ہو جاتا ہے۔

جواب:

ہم بار بار آپ کو ادھر بلاتے ہیں اور آپ بار بار دنیا کی طرف واپس جاتے ہیں۔ یہ واپسی کا کیا حساب کتاب ہے؟

دوسرا سوال:

سر! ان کا یہ سوال بہت اچھا ہے کیونکہ ہم جب اس ماحول میں جاتے ہیں تو وہ سب کچھ بھول جاتے ہیں جو یہاں سنتے ہیں۔

جواب:

اللہ آپ کو زندہ رکھے۔

تیسرا سوال:

سب سے بہتر یہ ہوگا کہ آپ کی موجودگی میں ایسی محفل میں موت آجائے تاکہ اس کے بعد یہ مسئلہ ہی نہ ہو۔

جواب:

آپ سلامت رہیں!

انسان سے دنیا نکلتی نہیں ہے جب تک کہ وہ وقت سے پہلے مرنے جائے۔ تو دنیا رہتی ہے۔ جب دنیا بڑی خطرناک شے ہے۔  
الخذر اے جب دنیا الخذر

یہ جہاں منزل نہیں ہے رہ گزر  
 خوب صورت ہے جہاں رنگ و بو  
 کارواں سے ہی کچھڑ جائے نہ تو  
 کتنے دارا و سکندر کھو گئے  
 مل گئے مٹی میں مٹی ہو گئے

یہ حُب دنیا اس وقت سمجھ آتی ہے جب دنیا آپ کے ہاتھ سے مٹی ہو جائے گی۔  
 جب آپ دیکھیں گے کہ یہ مٹی ہوتی جا رہی ہے تو پھر پتہ چلے گا کہ میں نے کیا کیا  
 تھا۔ اس لیے آپ لوگ دعا کرتے جاؤ کہ کون سی بات کرنی ہے اور کون سی نہیں  
 کرنی۔ دنیا کا حاصل کرنے کا شعبہ اگر برائے رضائے الہی نہ ہو تو دنیا رکاوٹ  
 بن جاتی ہے۔ آپ دنیا حاصل کریں لیکن برائے رضائے الہی۔ یہی تو آپ کا  
 اصل حاصل ہے۔ محنت تو ٹھیک ہے لیکن ساتھ ہی سخاوت کا شعبہ وابستہ ہے۔  
 فقیروں کو بھی بھوک لگتی ہے ناں آپ دعا کیا کرو کہ کوئی بھوکا فقیر مل جائے۔ اللہ  
 کہتا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ کسی نے اگر فقیر کو کھانا کھلا دیا اور فقیر اُسے دعا  
 دے گیا تو دعا سے مسئلہ حل ہو گیا۔ اس طرح آپ کی حاصل کی ہوئی دنیا آباد ہو  
 گئی کہ فقیر کے کام آئی۔ یہ حاصل ہے اللہ تعالیٰ کے لیے کہ آپ کا دنیاوی  
 حاصل اللہ کے لیے استعمال ہو گیا۔ یہ دعا کیا کریں کہ آپ کا دنیاوی حاصل دین  
 کے لیے کام آئے اور اللہ کی رضا کے لیے کام آئے۔ اگر یہ نہ ہوا تو دنیاوی حاصل  
 فساد ہے یہ انا ہے۔ دعا کیا کریں کہ آپ کی محبتیں جو ہیں وہ مجاز سے نکلیں۔ جو  
 لوگ آپ سے دنیاوی طور پر وابستہ ہیں ان لوگوں کو بھی دینی محبت کی طرف لے



چلو۔ انہیں بتاؤ کہ یہ راستہ ایسے ہے اس راستے پر چلو، ہم آپ کو Like کرتے ہیں، پسند کرتے ہیں، آپ بھی اس سفر میں ہمارے ساتھ آجائیں۔ تو سنگت محبت والی ہو اور جانا رضائے الہی کے لیے ہو۔ تو محبت کی سنگت بنالو۔ اور محبت کی سنگت اگر In itself رہ جائے تو یہ گمراہ ہو جاتی ہے۔ تو یہ یہاں تک نہ رہے۔ سنگت جو ہے، سہیلیاں جو ہیں وہ پانی بھر کے لائیں اور اگر پانی بھر کے نہ لائیں تو سہیلیاں بنانا بے کار وقت ضائع کرنے والی بات ہے۔ تو سنگت جو ہے، ساتھی جو ہے وہ برائے رضائے الہی ہو۔ تو اپنے محبوبوں کو اپنی بیویوں کو ساتھ ملا تے ہوئے رضا کے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ پھر محبت کی اجازت ہے۔ آپ صرف مجاز کو حاصل کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ چراغ اتنا قیمتی نہیں ہوتا جتنی روشنی قیمتی ہوتی ہے۔ بس روشنی لو اور آگے چلتے جاؤ اور رضائے الہی کے لیے چلتے جاؤ۔

اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ بولیں \_\_\_\_\_

سوال:

حضور! لگتا ہے کہ یہ تو انسان خود نہیں کر سکتا بلکہ اگر کوئی کروانا چاہے تو کروا سکتا ہے۔

جواب:

اگر کوئی انسان کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ جب آپ کو پتہ چل جائے کہ یہ کام ہم نہیں کر سکتے تو جو دوسرا کام آپ کر رہے ہیں وہ بھی نہ کرو۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم چائے نہیں پی سکتے تو پھر لسی پینا بھی چھوڑ دو۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم نیکی نہیں کر سکتے تو پھر گناہ چھوڑ دو۔ یہ مطلب کہ

ہیں؟ اگر آپ کہتے ہیں کہ ہم گناہ نہیں چھوڑ سکتے تو کم از کم گناہ چھوڑنے کی تمنا ہی کر لو۔ اور اگر یہ تمنا نہیں کی جاسکتی تو پھر! Get out! \_\_\_\_\_ اگر آپ Negativity کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ چھوڑنے کی تمنا کرتے ہیں تو پھر ہمارے ساتھ آپ کا کیا تعلق ہے۔ یہ تو خواہش کا نام ہے۔ اس کا تعلق تو دنیا سے ہے اور آپ کی دنیا ہے کیا۔ آپ نے تو چند ٹوٹے ہوئے ٹکڑے اکٹھے کیے ہوئے ہیں، آپ کے پاس ہے کیا \_\_\_\_\_ بین الاقوامی طور پر آپ جا کے دیکھیں تو آپ کو اپنی غربی پر شرم آئے گی۔ آپ کا جو حاصل ہے وہ باقی دنیا کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ آپ تو پس ماندگانِ جہان ہیں۔ کھانے کے لحاظ سے پیسے کے لحاظ سے اور دولت کے لحاظ سے آپ کے پاس کچھ بھی نہیں۔ پھر غرور کس بات کا؟ آپ کے پاس ہے کیا جو چھوڑنا مشکل ہو رہا ہے۔ بس ایک غربی ہے اور آپ اسے نہیں چھوڑنا چاہتے۔ آپ دیکھیں کہ دولت والوں نے کس طرح دولت چھوڑی، دولت مندوں نے کیا کیا چھوڑا، صحت مندوں نے اللہ کے نام جنگیں کیسے لڑیں \_\_\_\_\_ آپ کے پاس تو ہے ہی کچھ نہیں۔ اگر آپ کا اکاؤنٹ دیکھا جائے تو وہ Negative نکلے گا، اس میں ادھار نکلے گا، کچھ ایڈوانس لیا ہو گا اور کچھ اور ڈرافٹ لیا ہوگا، کچھ لیا ہوا ہے اور کچھ لینے والے ہوں گے۔ آپ تو غریب لوگ ہیں، ساری قوم ہی غریب ہے۔ ان سے پوچھو جن کے پاس دولتیں ہیں، وہ پریشان ہیں۔ مغرور وہ ہوتا ہے جو لاعلم ہوتا ہے۔ تو آپ جو عمل کر رہے ہیں وہ چھوڑ کے دیکھیں، پھر آپ کو بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر آپ صرف چھوڑنا چاہتے ہیں تو بھی یہ عبادت ہے۔ آپ کہیں کہ یا اللہ یہ بدی ہے اس کو ہم چھوڑنا



چاہتے ہیں۔ اگر آپ سچے دل سے چھوڑنا چاہیں گے تو یہ چھٹ جائے گی۔ جو اللہ کے راستے پر صدقِ دل سے چلنا چاہے تو اللہ اُسے راستہ دیتا ہے۔ یہ تو نہیں ہے کہ وہ راستہ بند کر دے۔ اُس نے آپ کو بھیجا ہی اس لیے ہے اگر خواہش کریں تو راستہ آشکار کرے گا۔ آپ خواہش تو کریں۔

اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ آپ بولیں \_\_\_\_\_

سوال:

آپ نے آج فرمایا ہے کہ جب راستہ نہ مل رہا ہو تو بہتر ہے کہ رُک جاؤ اور چپ کر جاؤ۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا کو فرمایا کہ تین دن چُپ کا روزہ رکھو اور حضرت مریم کو حکم دیا کہ تین دن تک کسی سے بات نہ کرو۔ ان دونوں واقعات کا تعلق اولاد سے ہے اور معجزے سے ہے۔ یہ جو چپ کا روزہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے حکماً کہا ہے تو اس کی کیا معنویت ہے؟

جواب:

اس کی معنویت میں نے اس طرح پیش نہیں کی تھی۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر آپ اپنی صفات کو تھوڑا سا Stay order کر دو تو صفات میں نکھار آجاتا ہے۔ اگر Process of thinking کو تھوڑا سا شاپ کرو تو Thinking جو ہے وہ Bright ہو جائے گی، گویائی کو شاپ کرو گے تو گویائی مل جائے گی، سماعت ختم کرو گے تو اصلی آواز آجائے گی کیونکہ اب تو آوازوں کے شور میں وہ آواز گم ہو گئی ہے۔ تو آوازیں اتنی زیادہ آگئی ہیں کہ وہ آواز گم ہو گئی ہے پتہ نہیں چلتا کہ اتنی آوازوں میں اُس کی آواز کون سی ہے۔ گرد و غبار کے اندر



Sight گم ہو گئی ہے۔ اگر آپ نے اس بات کو صرف اپنی ذات تک ہی لیا ہے تو پھر Calculation، Ambition اور Cause، Effect کے رشتے سوچتے ہوئے آپ اپنا عمل کرتے جائیں۔ Till you arrive at a final destination اور پھر اس پر راضی رہیں۔ تو یہ تو ایک طریقہ ہے۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ ایسا واقعہ نہیں ہو رہا تو پھر اپنی Diversion سے پہلے یہ محسوس کر لیا جائے کہ عزائم آپ کی صلاحیت سے زیادہ ہیں۔ اگر عزائم صلاحیت سے زیادہ ہوں تو یہ ہمارے نزدیک جرم نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک یہ جرأت ہے اور جرأت رندانہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس صلاحیت نہیں ہے لیکن خواہش ہے۔ تو اس کا کیا کیا جائے؟ اس کو یہ کہا جاتا ہے کہ اپنی صلاحیتیں جو ہیں ان کو Upgrade کرو اور Upgrade کرنے سے پہلے انہیں Denounce کرو۔ اگر آپ کی Speech میں گویائی کی صلاحیت ہو جائے، آپ کو Power of speech عطا ہو جائے، آپ کو Eloquence عطا ہو جائے اور Speech کے اندر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں عطا ہو جائیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ یا تو یہ ذکر کی شدت سے عطا ہوتی ہیں یا کسی کی توجہ سے عطا ہوتی ہیں یا Speechlessness پیدا کرنے سے عطا ہوتی ہے۔ میں یہ نہیں بتا رہا کہ دو تین دن کا روزہ رکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے بے شمار لوگوں کو بڑی جگہوں پر یہ کرایا ہے، مشائخ کرام میں سے ہر آدمی کو اس میں سے گزارا جاتا ہے۔ وہ جو مقام ہوتا ہے جب درخت ان کے ساتھ بولتے ہیں، جانور باتیں کرتے ہیں، شیر بات کرتے ہیں، تو وہ ان کے خاموشی کے زمانے ہوتے ہیں۔ اگر خاموش ہوں گے تو اس طرح بولیں گے ورنہ شیر ان کے ساتھ

اس طرح تو نہیں بولے گا۔ تو ان کو اور زبانوں سے آشنائی ہوتی ہے۔ تو  
 Speechlessness جو ہے یہ Power of speech ہے۔ Power  
 of speech کہاں پنہاں ہے؟ آپ کی Speechlessness میں۔ یہ نہ  
 ہو کہ جو منہ میں آیا وہ بول دیا۔ پھر تو کام خراب ہو جائے گا۔ اس سے پوچھیں کہ یہ  
 تم نے کیا کہہ دیا تو وہ کہے گا کہ منہ سے بات نکل گئی تھی۔ اگر وہ  
 Speechlessness سے آشنا ہوتا تو یہ بات نہ کرتا۔ کسی کی بات آپ کی  
 زبان میں آسکتی ہے ایسے واقعات ہو سکتے ہیں۔ میں نے یہ کہا تھا کہ کوئی اور آپ  
 کی زبان سے بول سکتا ہے، کوئی اور پاوریہ بات کر سکتی ہے۔ آپ کو تو پتہ ہے کہ  
 پاوریہ جو ہے وہ عمل کرتی رہتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندہ صرف گزر گیا اور  
 دوسرے بندے پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دوسرا بندہ کہتا ہے کہ یہ جو میرے پاس سے  
 گزرا ہے اس سے مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا کیونکہ یہ عزرائیل تھا مجھے موت کا  
 خوف آگیا۔ حالانکہ وہ لاعلم آدمی تھا نا واقف آدمی تھا مگر اُسے فوراً پتہ چل گیا کہ  
 یہ عزرائیل ہے۔ کہتا ہے کہ عزرائیل مجھے ”وکھالی“ دے گیا۔ یعنی وہ اپنا چہرہ دکھا  
 گیا، روپ نمائی کر گیا۔ تو اس طرح لوگوں کو پتہ چل جاتا ہے۔ اس لیے اپنی  
 صلاحیتوں کو بیدار کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کی رفتار کو روکو، ان کو مدھم کرو اور  
 انہیں اپنے آپ سے Detach کرو۔ اس طرح وہ درست ہو سکتی ہیں۔ اپنی  
 غلطی کا اعتراف کرو، مطلب یہ کہ تھوڑا سا ترک جاؤ۔

مدد جو ہے یہ مانگنے کا نام ہے۔ مدد کب مانگتے ہیں؟ جب یہ کہتے ہیں کہ  
 مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے کیونکہ میرا وہ رزلٹ آ نہیں رہا۔ فارمولا چاہے صحیح ہو



رز لٹ صحیح نہیں آ رہا ہوتا۔ تب کہتے ہیں Dear Lord Almighty! I seek your help اے ہمارے محبوب اللہ! ہمیں آپ کی مدد چاہیے۔ پھر وہ آپ کی Speech کو Twist کر دے گا اور یہ ہو سکتا ہے کہ آپ مضمون زیادہ بیان نہ کریں لیکن تاثیر زیادہ ہو جائے۔ ایک دفعہ ایک بزرگ بیمار ہو گئے اور جمعہ کا خطبہ نہ پڑھ سکے۔ ان کا بیٹا بڑا علم والا اور فصیح و بلیغ دانائی والا تھا۔ انہوں نے جمعے کا خطبہ دیا مگر تاثیر نہ ہوئی۔ انہوں نے علم کے دریا بہا دیے مگر لوگ بیٹھے رہے۔ حتیٰ کہ لوگوں نے کہا کہ آپ ضرور کچھ عطا فرمائیں۔ آپ اٹھے اور فرمایا کہ دیکھو ہماری طبیعت ناساز ہے، پھر بھی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمائے۔

\_\_\_\_\_ آپ نے دو چار ایسے فقرے بولے کہ لوگوں پر یہ تاثیر ہو گئی کہ وہ رونا دھونا شروع ہو گئے۔ تاثیر جو ہے یہ صاحب تاثیر کا نام ہوتا ہے۔ آپ لوگ ابھی صاحب تاثیر نہیں بنے۔ صاحب تاثیر بننے کے لیے تھوڑا سا مؤثر طریقہ اختیار کرو۔ You are not being felt by the people لوگ آپ کو اس لیے شامل نہیں کرتے کہ انہیں آپ کے گریٹ ہونے کا ڈر ہوتا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ He will become اور He will become greater لیکن مستقبل کے لوگوں کے لیے آپ یہ سمجھیں کہ To be felt جو ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک شعبہ ہوتا ہے۔ آپ To be heard تو کر سکتے ہیں کہ You can deliver speech for 24 hours long آپ بولتے جائیں گے اور لوگ سنتے جائیں گے اخبار بھی چھپ جائے گا، لیکن To be felt جو ہے وہ اور شعبہ ہے۔ He came and conquered وہ



آیا اور فتح کر گیا۔ تو بات ختم ہو گئی۔ لوگ بڑے بڑے واقعات کر دیتے ہیں مثلاً وہ آیا اور مسکرایا اور پھر بات ختم ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ اس کے آنے سے ایک لفظ سے قفل ٹوٹ گیا۔ یہ ایک خاص وقت ہوتا ہے، خاص ٹائم ہوتا ہے۔ ایک بڑا مشہور قوال تھا، اس کی کسی راجہ کے ہاں محفل تھی۔ رات کے کئی حصے گزر گئے، بڑا وقت گزر گیا مگر کیفیت نہ بنی۔ اس نے کہا کہ راجہ بھی ہے، لوگ بھی ہیں، بڑی پریشانی ہے، پتہ نہیں بات کیا ہے۔ پھر اس نے اپنے استاد کا بتایا ہوا ایک نسخہ آزمایا، کہتا ہے کہ میں نے ایک بے ترتیب مصرعہ چھیڑا کیونکہ میں تنگ آ گیا تھا، خسرو پڑھا، نظامی پڑھا، جامی پڑھا مگر محفل پر اثر ہی نہیں ہوا۔ وہاں پہ یہ مصرعہ شروع کیا۔

سیاں سے سیاں ملا جا رہے بالم

بالم سے بالم ملا جا رہے سیاں

گرچہ بے معنی فقرہ تھا مگر محفل آدمی ادھر اور آدمی ادھر، نعرے لگ گئے اور محفل جوان ہو گئی۔ تو جب ہم نے ”ملا جا“ کہا تو محفل بن گئی۔ حالانکہ فقرہ بے معنی تھا مگر یہ ایک وقت ہوتا ہے، اُس نے دعا مانگی کہ یا اللہ! وقت نہیں بن رہا۔ جب وقت بن جائے تو بے ترتیب فقرے بھی چل جاتے ہیں۔ آپ لوگوں کا وقت ابھی نہیں بن رہا۔ یہ دعا کیا کرو کہ وقت بن جائے۔ یہ بات پہچانی کرو کہ وقت نہ بننا کیا ہوتا ہے۔ ورنہ آپ بہت زور لگاتے جائیں گے مگر کچھ نہیں بنے گا کیونکہ ابھی وقت نہیں آیا۔ آپ نے زندگی میں بھی تجربے کیے ہوں گے۔ کئی لمبے لمبے خط بے کار ہو کے واپس آ گئے اور بعض اوقات تھوڑی سی بات سے بڑا اثر ہو گیا۔ بعض اوقات چھوٹی سی بات کا اثر ہو جاتا ہے اور بعض اوقات پوری Speech

کا اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ وقت ہی ایسا ہوتا ہے۔ تو تھوڑی سی بات کی تاثیر ہو جاتی ہے۔ اللہ سے یہ دعا کیا کرو کہ یا اللہ بے اثر زمانوں میں مجھے تقریر نہ دے اور با اثر زمانوں میں مجھے خاموش نہ رہنے دے۔ آپ کہیں نہ کہیں Old man ہیں۔ حالانکہ یہ لفظ اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن آپ کے لیے اچھا ہے کیونکہ ہم آپ کے لیے دعا کرنے والے ہیں، آپ اپنے آپ کو جتنا کامیاب دیکھنا چاہتے ہیں ہم اُس سے زیادہ دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہم کیا چاہتے ہیں؟ کہ آپ جو کامیابی دیکھنا چاہتے ہیں ہم اس سے بہتر چاہتے ہیں۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ آپ لوگ کامیاب ہوں۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو پیر ہوتا ہے وہ چاہتا ہے کہ سب کے لیے اچھا ہو کیونکہ اس طرح اس کی مشہوری ہوتی ہے لیکن اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کے لیے ہم چاہتے ہیں کہ وہ کامیاب ہو جائے۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ کامیابی کی اتنی سیٹیں ہیں کہ دس ہزار سے زیادہ بندے ہوں تب بھی وہ ختم نہیں ہوں گی۔ فرض کرو اگر ہم ہی کنٹری کے پریذیڈنٹ بن جائیں تو ہمیں رائٹ بھی چاہیں یعنی نثر نگار نظم نگار بھی چاہیں اور دوسرے شعبوں والے بھی چاہیں۔ آنے والے زمانوں میں کامیابی کے شعبے جو Internationally important ہیں وہ کئی ہزار ہیں۔ اس لیے کامیابی صرف اس تختی کا نام نہیں ہے جو آپ کے سر پر لگے گی بلکہ کامیابی اس آدمی کا نام بھی ہے اُس آدمی کا نام بھی ہے جو چھوڑ گیا ہے وہ بھی کامیاب ہے اور جو لے کے آیا ہے وہ بھی کامیاب ہے جو ہار گیا وہ بھی کامیاب ہے اور جو جیت گیا وہ بھی کامیاب ہے۔ روحانیت جو ہے وہ تو اسلام کا ایک عجب شعبہ ہے۔ اس میں جس نے کمائی لٹا دی وہ بڑا



کامیاب ہے اور جس نے حاصل کی وہ بھی بڑا کامیاب ہے۔ اگر تو ایک سیٹ ہو تو پھر آپ کوشش کر سکتے ہیں کہ آپ ہی کامیاب ہوں مگر سیٹ ایک نہیں ہے بلکہ کامیابی کی بے شمار سیٹیں ہیں یہ بے شمار خوبیوں کی دنیا ہے بے شمار کامیابیوں کی دنیا ہے بے شمار عنایتوں کی دنیا ہے بے شمار اسمائے الہی کی دنیا ہے اس میں عجیب و غریب واقعات ہیں عجیب و غریب تاثیریں ہیں۔ کبھی آپ باطنی اور ظاہری دنیا کو غور سے دیکھیں تو بڑے بڑے واقعات ہیں۔ کہتا ہے کہ شیشم کا درخت اچھا ہے کہ بلبُل اچھا ہے۔ دونوں کا کیا مقابلہ ہے کیونکہ درخت کا شعبہ اور ہے بلبُل کا شعبہ اور ہے۔ اس طرح کروڑوں شعبے ہیں۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ آپ کسی بھی شعبے میں کامیاب ہو جائیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اچھا دور ملے اور آپ اس میں کامیاب ہوں۔

کیوں بھی پرویز الہی ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم چاہتے ہیں ناں؟  
سوال:

جی سر!

جواب:

ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اپنے شعبے کی کامیابی ملے، ہمیں اپنے شعبے کی کامیابی ملے اور دوسرے کو دوسرے کی کامیابی ملے کامیابی کے شعبے کتنے ہیں؟ بے شمار! ختم نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایسی صفات بنائی ہیں ایسے ایسے واقعات بنائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے \_\_\_\_\_ اللہ کا نام لو \_\_\_\_\_



سوال:

انسان کی زندگی میں کئی دور آتے ہیں اور آخری دور میں ماضی کی یاد کے حوالے سے ذہن میں کئی سوچیں آتی ہیں اب ان کی اصلاح کیسے کریں؟

جواب:

سوال اصل میں یہ ہے کہ کیا حال کا ایمان ماضی کے کفر کو مومن کر سکتا ہے۔ ضرور کر سکتا ہے! آپ نے جب آج کلمہ پڑھا، توبہ کا کلمہ پڑھا تو مسلم کون ہوا؟ بخشا کون گیا؟ ماضی کے سارے گناہ بخشے گئے۔ حال کا وہ لمحہ جس نے Relive کیے بغیر ماضی کی اصلاح کرنی ہے وہ حال ہی ہے۔ ماضی کی جو گونج آتی ہے وہ کون دور کرے گا؟ حال \_\_\_\_\_ یادِ گناہ کون ترک کرے گا؟ حال \_\_\_\_\_ اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ حال کی نیت جو ہے وہ ترک نہیں ہوتی، تو پھر اسے پختہ کرو۔ یعنی کہ آپ کے اندر یہ احساس ہونا چاہیے یہ Determination ہونی چاہیے کہ میں نے بخشش میں داخل ہونا ہے۔ یادِ ماضی سے نجات ماضی کی خامی کو Repeat نہ کرنے کا فائز فیصلہ ہے۔ تو یہ نجات ہے۔ آپ کہو کہ If it comes again I will not do it so۔ اس طرح نجات ہو جائے گی۔ تو ماضی کی غلطی سے کیسے نجات ہو جاتی ہے؟ اگر آپ کو دوبارہ وہ چانس ملے تو ویسا نہیں کریں گے۔ ایک جگہ پر دس مجرم دس قیدی تھے ایک آدمی ان کے پاس گیا اور پوچھا کہ اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو کیا کرو گے۔ ان میں سے ایک کہتا ہے کہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں تھا، وہ چارہ تھا جو میں نے کیا ہے There was no wat out اس میں میری کوئی غلطی نہیں

ہے۔ دوسرے قیدی نے کہا کہ میری تو غلطی ہی نہیں تھی، غلطی تو کسی اور کی تھی، میں تو ایسے ہی بے گناہ پھنس گیا۔ تیسرے پہ قتل کا مقدمہ تھا، اس سے کہا گیا کہ اگر تمہیں دوبارہ چانس ملے تو کیا کرو گے؟ اس نے کہا کہ میں اُسے دوبارہ قتل کروں گا۔ تو اس میں ابھی تک نفرت جاری تھی۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں جو Repentance کرنے والے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو ماضی کی غلطیوں کو Justify کرنے والے ہوتے ہیں۔ آپ کس Stage والے ہیں؟

سوال:

ہم Justify تو نہیں کرتے۔

جواب:

تو آپ Repent کرنے والے ہیں۔ یہ جو Repentance ہے یہ نجات کا طریقہ ہے یعنی کہ، If you are given a chance again, You will not do it یا یہ کہ You will do it differently۔ اگر یہ بات پیدا ہوگئی، احساس پیدا ہو گیا کہ دوبارہ ایسی غلطی نہیں کروں گا تو یہی تو نجات ہے۔ یہ توبہ ہے۔ تو ماضی کی غلطیوں میں سب سے خطرناک گناہ وہ ہے جس گناہ کا اس گنہگار کو زندگی بھر احساس نہ ہو۔ وہ گناہ ناقابلِ معافی ہوتا ہے۔ جس گناہ کا وقت پر احساس ہو گیا کہ وہ گناہ ہے تو وہ تو ختم ہو گیا، بخشا گیا۔ تو موت سے پہلے یہ احساس ہونا کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے یا یہ اقرار کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے یا یہ اعتراف کہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے، یہ نجات کا ذریعہ

ہے۔ تو سوال کا جواب کیا ہوا؟ ہر انسان ماضی کی غلطیوں اور غلطیوں کی یادوں اور یادوں کی گونجوں سے بچ سکتا ہے۔ خطا اور نسیان انسان کی سرشت ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تجھے میں نے ضعیف پیدا کیا، خطا کرنے والا پیدا کیا، تم ظلوماً جھولاً ہو، ثم رددناہ اسفل السافلین، اور تمہیں ہی احسن تقویم پیدا کیا، پھر اسفل السافلین بھی کر دیا۔ تو یہ Swing of pendulum درمیان میں oscillate کر رہا ہے۔ اب یہ Oscillation آپ کو نیچر نے دی ہے کہ آپ Going to one extreme اور پھر آپ Going to another extreme \_\_\_\_\_ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اس میں Involve ہو جاتے ہیں اور کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نیکی اور بدی دونوں کا علم حاصل کرتے ہیں۔ نیک آدمی بھی بدی کا علم رکھتا ہے لیکن وہ بدی میں Involve نہیں ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بازار بنایا ہے اور ہر آدمی اس میں سے گزرتا ہے۔ تو یہ دنیا ہے اور ہر آدمی اس بازار سے گزرے گا۔ دنیا میں نیکی، دنیا میں بدی اور دنیا میں خامی جو ہے یہ سب کو معلوم ہوگی۔ جو اس میں Involve ہو گیا وہ گنہگار ہو گیا اور جو Involve نہ ہوا وہ بچ بچا گیا۔ پھر زندگی میں ایک سٹیج آتی ہے جب وہ کہتا ہے کہ کاش ایسا نہ ہوتا \_\_\_\_\_ پہلی سٹیج یہ ہوتی ہے کہ کاش ہم نے وہ کیا ہوتا جو ہم نے نہیں کیا اور کاش ہم نے وہ نہ کیا ہوتا جو ہم کر بیٹھے ہیں کاش It should have been different \_\_\_\_\_ انسان سوچتا رہتا ہے کہ اگر یوں ہو جاتا تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر تو وہ تقدیر کا سفر تھا تو خموش ہو جاؤ اور جس جگہ سے آپ کو تکلیف ہوئی تھی اُس جگہ سے آئندہ لوگوں کو بچاؤ۔ یہ تو بہ کا ایک طریقہ



ہے۔ آپ کہو کہ یہ دریا یہاں گہرا ہے، یہاں میں ڈوبنے لگا تھا مگر پھر اُس کے فضل نے سفینہ کنارے لگا دیا، اب میں اس جگہ پر کھڑا ہو گیا ہوں تاکہ یہاں سے کوئی نہ گزرے I am the lighthouse، یہاں سے نہ گزرنا ورنہ ڈوب جاؤ گے، یہاں پر سب مرد چٹانیں ہیں، ٹکرا جاؤ گے، پاش پاش ہو جاؤ گے، ڈوب جاؤ گے، اس کے Underneath کچھ اور ہی Currents چل رہی ہیں۔ تو اس طرح لوگوں کو بچاؤ۔ بات سمجھ آئی؟ دانا آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنے ماضی کے تجربوں سے دوسروں کو بچائے یا پھر اپنی اصلاح کر لے۔ تو جو کم دانا ہے وہ اپنی اصلاح کر لے اور اگر زیادہ دانا ہے تو لوگوں کو بچائے اور بتائے کہ Gentlemen ! Here is the place جہاں ہم ٹکرائے تھے۔

یہی انداز تھے جس محفل میں لٹ گئی تھی زندگی

تو لوگ یہ لکھتے آرہے ہیں۔ اس طرح وہ بچ گئے۔ تو توبہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ماضی کو نجات میں ڈالنا۔ ماضی نے ہی تو نجات پائی ہے، اگر ماضی گرفتار ہو گیا تو حال بھی گرفتار ہو گیا۔ اس لیے ماضی سے نجات کے لیے توبہ بہت ضروری چیز ہے۔ جس کو غلطی کا احساس ہو گیا، سمجھو کہ وہ نیکی کے قابل ہے۔ سب سے بڑا اور خطرناک مجرم وہ ہے جس کو اپنے ظلم کا احساس نہ ہو۔ اپنے جرم پر فخر کرنے والا تو ویسے ہی برباد ہو گیا۔ جس کو جرم کا احساس نہیں ہو وہ خطرے میں ہے اور جس کو جرم کا احساس ہو گیا وہ بچ سکتا ہے۔ جس نے توبہ کر کے جرم سے نجات پالی وہ بچ گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فلاح پا گیا، سعادت دارین حاصل کر گیا۔ تو یہ شعبے ہیں یعنی جرم پر غور کرنے والا، جرم کو اپنی صفت کے طور پر بیان کرنے والا، جرم

سے لاعلم اور غافل ہونے والا اور جرم پر افسوس کرنے والا پھر یہ توبہ کرنے والا کہ آئندہ جرم نہ ہوگا اور اس جرم سے لوگوں کو بچانے والا۔ تو یہ سارے درجے ہیں۔ تم کسی ایک جگہ ڈھل جاؤ تو بیچ گئے۔ تو جرم بھی ایک استاد کے طور پر آتا ہے Nation کو اس جرم سے بچاتا ہے کیونکہ وہاں تمہیں مبلغ بن جانا ہوتا ہے۔ لوگوں کو بچاؤ۔ بات سمجھ گئے آپ؟ اس لیے اپنے آپ کا ذکر اتنا Carelessly نہ کیا کرو۔ اپنے آپ کی کچھ تو عزت کرو۔ جرم سرزد ہو جائے تو توبہ ہو جائے۔ توبہ کرنے کے بعد اب جرم کا تذکرہ نہ کرو۔ جس طرح جرم کو توبہ ختم کر دیتی ہے اسی طرح توبہ کے بعد جرم کا ذکر اس توبہ کو ختم کر دیتا ہے۔ آپ میری بات سمجھے؟ توبہ نے کیا کیا؟ آپ کا جرم ختم کر دیا اور اگر توبہ کے بعد آپ پھر جرم کا ذکر کر رہے ہو تو اب توبہ ختم ہو جائے گی۔ اس لیے توبہ کے بعد جرم کا تذکرہ نہ کرو۔ عطا کے سامنے تیری خطا کا ذکر ہی کیا۔ جب آپ عطاؤں میں داخل ہو گئے تو اب خطاؤں کا ذکر کیا کرتے ہو۔ اب ان باتوں کو چھوڑو۔

سوال:

خطا تو معاف ہو جاتی ہے لیکن انسان کے اندر یہ خیال آسکتا ہے کہ اگر خطا کے بارے میں یہ علم اتنی عمر گزرنے کے بعد ہوا کہ اب باقی عمر رہ ہی نہیں گئی تو یوں لگتا ہے کہ اب بخشش تو ہو گئی لیکن اتنی زندگی اس حالت میں جینا تو نصیب نہیں ہوا۔

جواب:

انسان کہتا ہے کہ اگر مجھ سے یہ خطا سرزد نہ ہوتی تو میں کتنی اچھی زندگی

بسر کرتا، کاش میں اس وقت تو بہ کر لیتا۔ تو Achievement یہ نہیں ہے

کہ That you may live longer life of happiness or

achievement بلکہ Achievement یہ ہے کہ اس Maturity کے ساتھ

جواب تمہیں آئی ہے، تم سے ایک ایسا کام سرزد ہو جائے جو تمہیں عطا کر دے گا وہ

ساری سرخوشی جو پہلے لحات میں تمہارے زندہ رہنے سے ہو سکتی تھی۔ سبزیاں،

گاڑ، مولیٰ روز آگتی ہیں، چھوٹی موٹی چیزیں ہر روز بنتی رہتی ہیں، کہتے ہیں کہ ۔

مت سبل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتا ہے

تو انسان تو خاک کے پردے سے بنا، ہی بڑی دیر کے بعد ہے ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

سوال:

ہم ساری عمر ساگ کی جگہ گھاس کھاتے رہے اور اب آخری عمر میں پتہ

چلا کہ ہم تو گھاس کھاتے رہے ہیں اور ساگ کھانا نصیب ہی نہیں ہوا۔

جواب:

شکر کرو کہ اب آپ اس سٹیج سے نکل گئے کہ جہاں ساگ کھانے کی

اہمیت ہے۔ آپ ساٹھ سال کی عمر تک انتظار کرتے رہے کہ کہیں کعبے سے آواز

آئے مگر وہ وقت گمراہی میں کٹ گیا۔ سچ پوچھو تو اگر آج آپ کو آواز آئی ہے تو

ساٹھ سال سے کعبہ بھی تمہارے انتظار میں ہے۔ اب تم اس قابل ہوئے ہو کہ

وہاں پہنچو۔ یہاں پر کوئی Wasted Genius نہیں ہوتا، مالک کے سامنے کیا



Wasted Genius بنو گے وہ تو آپ کی تمام باتوں کا ازالہ کر دیتا ہے زندگی میں ایک ایسا لمحہ سازگار آ جاتا ہے کہ آپ کو تمام Compensations حاصل ہو جاتی ہیں۔ کتنے سال کے بعد نبی اپنا اعلان فرماتے ہیں کتنے مخفی سالوں کے بعد ولی اپنا اعلان فرماتے ہیں کتنی مدت بیت جانے کے بعد قائد اعظمؒ کی وکالت کے بعد آخری وقت میں ان سے پاکستان بن گیا اور یہ Achievement ہو گئی۔ انہوں نے پاکستان سے پہلے کوئی چھوٹا پاکستان نہیں بنایا تھا۔ تو جو گریٹ لوگ ہوتے ہیں ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ Success comes to all but to great persons it comes after very late time تو کامیابی بڑے لوگوں کے پاس بڑی دیر کے بعد آتی ہے۔ چھوٹی کامیابی تو ایسے ہے جیسے بچے کی ٹافی تک ہو کہ وہ حاصل ہو جائے۔ شکر کرو کہ آپ کو جلدی کامیابی نہیں ہوئی کیونکہ اب تک تو آپ اس کامیابی کو ختم کر چکے ہوتے اس کامیابی کو کھا چکے ہوتے بلکہ اس کامیابی کو بیچ چکے ہوتے۔ اچھا ہوا کہ آپ اس جنس میں نہیں گئے جہاں لوگ پکتے تھے اللہ نے آپ کے لیے اور وقت بنایا ہے۔ اس کے پاس تو کیا کیا Compensations ہیں کیا کیا واقعات ہیں۔ آپ صرف اپنے لیے زندہ نہیں بلکہ اُس کو بھی پتہ ہے کہ آپ نے کیا کرنا ہے کچھ کام اُس نے وہ بھی کرانے ہیں۔ اس لیے گھبرانے والی بات نہیں ہے کہ وہ کام تب ہو جاتا تو کیا ہوتا۔ کوئی کہتا ہے کہ اگر میں پچھلے دور میں میں وزیر اعظم ہوتا \_\_\_\_\_ تو تو بھی پھانسی لگ جاتا۔ وہ پھانسی کا زمانہ تھا تم بھی لگ جاتے۔ اگر یہ کہتے ہو کہ مجھے ضیاء صاحب کے دور میں صدر بننا تھا تو تیرا

بھی Explosion ہو جاتا۔ قائد اعظمؒ کے بعد تو سب کے ساتھ ایسا ہوا۔ سکندر مرزا کو اللہ معافی دے، اللہ ایوب خان کو بھی معافی دے، اُس کے بعد ڈیڈی کا بیٹا آیا، اس کو بھی اللہ معافی دے۔ ضیاء صاحب کو بھی اللہ معاف کرے۔ اللہ سب کو معاف کرے۔ جانے والوں کا جو حال ہے وہ تو آپ نے دیکھا اور جو آنے والوں کا حال ہے یہ بھی آپ دیکھیں گے کہ کیا حالات بنتے ہیں۔ ابھی یہ کرسی عافیت والی نہیں بن رہی، اس لیے دُعا کرو کہ آپ وہاں ابھی نہ جاؤ۔ تو کوئی جانے والا خیریت کے ساتھ رخصت نہیں ہوا۔ قائد اعظمؒ کی بیماری کا چلو ذکر نہ کرو لیکن لیاقت علی خان کو گولی مار دی تھی کسی نے۔ استغفر اللہ۔ وہ وزیر اعظم تھا، اتنی بڑی انگریزی بولتا تھا، اس نے مہاجروں کے اتنے بڑے مسائل کو حل کیا۔ تو اس کو گولی لگ گئی تھی۔ یہاں پر جو آیا، اس ماحول سے جو نکلا وہ روتا ہوا نکلا۔ آپ کو Greatness کی تمنا ہے اور ”گریٹ“ آدمیوں کا حشر بھی آپ دیکھتے آرہے ہو، پھر بھی کہتے ہو کہ میں کیوں گریٹ نہیں ہوا۔ کیا کوئی عافیت والا بندہ آیا جو Tenure پورا کر گیا ہو۔ قائد اعظمؒ کے بعد کوئی سا بتا دو۔ تو یہ حالات ہیں آپ کے۔ زندہ باد کہنے کے بعد تیسرے دن لوگ مردہ باد کہنا شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ کیا قوم ہے، پہلے زندہ باد والے جلسے میں جاتی ہے پھر مردہ باد والے جلسے میں جاتی ہے۔ عجیب و غریب واقعات ہیں۔ کوئی شے کنارے نہیں لگی۔ نظام مصطفیٰؐ کا دور بھی آیا، بس اللہ تعالیٰ معافی دے۔ ابھی تک وہ لوگ آپ کی اصلاح کر رہے ہیں، آپ کا ”خیال“ کر رہے ہیں۔ جو لیڈر آتا ہے وہ لوگ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہیں اور غریب آدمی کی حالت نہیں بدلی۔ حالانکہ سب غریب

کے نام سے شروع کرتے ہیں۔ اس لیے اگر کامیابی نہیں آئی تو اس میں بُرا بھی نہیں ہوا۔ آپ دعا کرو کہ خیریت کا وقت آئے۔ اگر آپ نے وہ نہیں حاصل کیا جو آپ چاہتے تھے۔

ہم نے چاہا تھا مگر یوں تو نہیں چاہا تھا تو وہ جو کامیاب ہو گئے تھے ان کا حشر بھی دیکھو۔ جہاں آپ ناکام ہو کے رو رہے ہیں وہاں جو کامیاب ہوئے تھے پہلے ان کا حشر تو دیکھ لو۔ ابھی تو ہم اس دنیا کی بات کر رہے ہیں اب اُس دنیا کی بات کرو۔ دعا یہ کیا کرو کہ یا اللہ یہاں کی کامیابی محفوظ کامیابی ہو اور عاقبت بھی محفوظ عاقبت عطا فرما۔ باقی تو سب نمائش پروگرام ہے اس کو چھوڑ دو۔

اب سوال کرو \_\_\_\_\_ بلال صاحب بولیں \_\_\_\_\_ حنیف صاحب بولیں \_\_\_\_\_ کوئی اور بولے \_\_\_\_\_ آپ بولا کریں \_\_\_\_\_ سوال:

سر! ایسے وقت میں کیا کیا جائے جب آپ فرماتے ہیں کہ سوال کرو اور واقعی ہمارے پاس سوال نہیں ہوتا \_\_\_\_\_ جواب:

سوال کیا ہوتا ہے اور جواب کیا ہوتا ہے؟ یہ صرف کیفیت ہوتی ہے ورنہ نہ سوال، سوال ہوتا ہے اور نہ جواب، جواب ہوتا ہے۔ بات صرف یہ ہوتی ہے کہ دینے والے نے بات کیسے عطا فرمائی ہے۔ وہ سوالات جو کسی انسان نے کرنے ہوتے ہیں وہ تو ختم ہو جاتے ہیں۔ پھر کیفیت کے اندر بھی سوال ہوتا ہے کہ یہ



کیسے حاصل ہو اور وہ کیسے حاصل ہو پھر نجات کا سوال آجاتا ہے۔ تو سوال انسان کے اندر رہتا ہے۔ جس بات کو سننے کی تمنا ہو اس کو بولنے کی خواہش ہوتی ہے۔ سوال ضرور رہتا ہے۔

اب آپ بولیں

سوال:

سوال یہ ہے کہ سب کے لیے اچھا وقت ہو۔

جواب:

یہ تو دُعا ہے، اچھا وقت آنا چاہیے اور سب کے لیے اچھا وقت ہونا چاہیے۔ اب اچھے وقت کی نوید کیا ہے؟ اچھے وقت کی نوید یہ ہے کہ آپ لوگ، کم از کم آپ لوگ، یہ چند آدمی جس چیز کے بارے میں Openly یہ علم رکھتے ہیں کہ وہ بدی ہے، اُس سے آپ الگ ہو جائیں۔ نقصان تو ہوگا لیکن چھوڑ دو۔ نقصان بھی کیا ہوگا، بس چھوڑ دو، تو جس کو آپ بدی سمجھتے ہیں اس کو ترک کر دو۔ جس طرح کا دور آپ دیکھنا چاہتے ہیں اپنا کیریئر ویسا بنا لو۔ آپ اللہ کے فضل کو تلاش کرنے والے ہیں، دعا کرنے والے ہیں اور اچھے دور کی تمنا رکھنے والے ہیں۔ وہ دور ضرور آئے گا۔ ہمیشہ ہی دور آتے رہتے ہیں۔ تو اچھے دور کی آرزو کرو

سوال:

سر! میرا سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی اس محفل میں آتے ہیں تو اکیلے آتے ہیں لیکن ہم اکیلے نہیں ہیں، گھر بار ہے، رشتہ داریاں ہیں، دوسرے لوگ ہیں۔ ہم

یہاں سے بے شمار چیزیں دل میں بٹھا کے جاتے ہیں۔ اور ان پر حتی الوسع عمل بھی کرتے ہیں اور کامیاب بھی رہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جو لوگ ہیں وہ بھی اس سچائی میں شامل ہو جائیں۔ لیکن جس کو ہم سچا سمجھتے ہیں اس کو کچھ لوگ سچا نہیں سمجھتے۔ اس کا سد باب کیسے کریں؟

جواب:

یہ آپ کا ذاتی خیال ہے کہ جس کو آپ سچا سمجھ رہے ہیں اس کو لوگ شاید نہیں سمجھ رہے۔ ایک چھوٹی سی بات جاننے والی ہے کہ آپ کو ایک چیز حاصل ہو گئی مثلاً ایک گھوڑا مل گیا۔ اس کے بعد آپ اُسے روسٹ گوشت کھلا دو تو وہ نہیں کھائے گا۔ تو اس کی صفت جاننی چاہیے کہ اس کی کیا صفات ہیں۔ اس کی صفت یہ ہے کہ وہ گھاس کھائے گا، چنے کھائے گا، ایسا رہے گا اور ویسا رہے گا۔ تو یہ گنتی کی چیزیں ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ دوڑے گا۔ انسانی فطرت کی آپ جتنی مرضی ورائٹی دیکھتے جاؤ، انسانی فطرت بڑی محدود سی ہے کہ انسان یہ یہ باتیں چاہے گا۔ تم ابھی راز آشنا نہیں ہو رہے اس لیے اپنے آپ کو سماج سے تھوڑا سا Detach کر لو۔ جب تم راز آشنا ہو گئے تو سب کے لیے وہی راز ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جو اس سے گریز کرے جیسا کہ ابلاغ ہے۔ کوئی انسان ایسا نہیں ہے جس کو تم ادب سے ملو اور وہ تم سے نفرت کرے۔ ایسا کوئی انسان آج تک پیدا نہیں ہوا۔ اُسے ادب سے ملو اور کہو کہ تشریف رکھو چائے بھی پیش کرو۔ اگر وہ ادب سے پیش کرتے ہو تو یہ بات ناممکن سی ہے کہ وہ تمہیں بدعادے۔ تو تم اس کی خدمت کرو۔ یہ بات سمجھنے والی ہے کہ دوسرے انسان سے آپ نے بات

کیسے کرنی ہے۔ نہ آپ Command کرو اور نہ آپ اُسے Curse کرؤ نہ مجبور کرو۔ آپ صرف یہ دیکھو کہ اس آدمی کی ضرورت کیا ہے۔ اگر خاموشی سے کسی آدمی کی ضرورت پوری کر دو تو وہ خاموشی سے دُعا کرتا ہوا چلا جائے گا۔ اس کو بظاہر کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ اگر اللہ کے حوالے سے دیکھو کہ اللہ کے ہاں اس آدمی کا کیا مقام ہو سکتا ہے، کیا مرتبہ ہو سکتا ہے تو پھر تمہیں اصلیت سمجھ آ جائے گی۔ پھر اس آدمی کو اس کی نگاہ سے دیکھو کہ How does he feel about himself پھر تمہیں بات سمجھ آ جائے گی۔ اگر اس کی ضرورت پوری کر کے دیکھو تو سارا واقعہ سمجھ آ جائے گا۔ اس کو اس انداز سے Address کر کے دیکھو۔ کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جنہیں آپ ”ٹو“ کہہ کے بلاتے ہیں تو وہ مائنڈ کر جاتے ہیں۔ وہ اپنے بارے میں ”آپ“ سننا چاہتے ہیں۔ یعنی کہ یہ دیکھو کہ وہ انسان اپنے آپ کو اپنی نگاہ میں کیسے محسوس کرتا ہے۔ پھر یہ زمانہ آپ کے ساتھ چلے گا۔ زمانہ آپ کے ساتھ چل سکتا ہے۔ زمانے کا ایک ہی مزاج ہے اور سالہا سال سے ایک مزاج ہے۔ انسان کو دس گھنٹے کام کرنے کے بعد ریست چاہیے رات آگئی ہے تو اس کو سونا چاہیے اس کو شہرت چاہیے اس کو آج کی ضرورت کے بعد بھی پیسہ چاہیے یہ سلام بھی کرے گا اور اس کو سلام بھی چاہیں اطاعت کرنے کے لیے اسے ایک اچھا لیڈر چاہیے کمائڈ کرنے کے لیے اسے اچھے ماتحت چاہیں پیسہ حاصل کرے گا اور خرچ کرنے کا خواہش مند رہے گا۔ تو آدمی تو بہت Simple ہے اس میں کسی پیچیدگی کی کوئی بات نہیں ہے۔ تو آپ جب بھی لوگوں سے بات کرنا چاہیں تو پھر



ان کے مزاج اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق بات کریں۔ پھر ان کو بات سمجھ آ جائے گی بشرطیکہ آپ اپنے خول سے باہر نکلیں۔ آپ کے لیے خول سے نکلنا مشکل ہے۔ یہاں پر آپ سب لوگ تھوڑی دیر کے لیے آتے ہیں اور اس کے بعد پھر اپنی مصروفیت اور اپنے Crowd میں چلے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود واقعہ چلتا جا رہا ہے اور چلے گا۔ آپ یہاں سے جا کے بات بھول تو نہیں جاتے؟ اس کو لکھا کرو، نوٹ کیا کرو۔

ناظم صاحب آپ بولیں۔

سوال:

ابھی آپ Thoughtlessness اور Sightlessness کے متعلق کچھ بتا رہے تھے تو Heartlessness کے متعلق بھی کچھ ارشاد فرمائیے۔

جواب:

میں اس کے بارے میں کیوں بات کروں۔ یہ تو میرا شعبہ ہی نہیں

ہے۔

سوال:

دل تو جسم کا قائد اعظم ہے اس کے بارے میں ضرور کچھ فرمائیں۔

جواب:

اسی کی خاطر تو سارے واقعے ہو رہے ہیں اور آپ اس کو بھی قانون میں لے آئیں تو پھر کیا بات رہ گئی۔ آپ اپنی جتنی اصلاح کر رہے ہیں سب اسی کے لیے ہے اسی کی رضا کے لیے ہے یہ آپ کی Achievement ہے۔ جتنی

بھی Development ہے اسی کی خاطر ہے، جتنی تک ودو ہے اسی کی خاطر ہے عبادت بھی اسی کی رضا کے لیے ہے۔ ایک مقام پر اسی کا نام ہی اللہ بن جاتا ہے۔ یہ بڑا خاص واقعہ ہے۔ رضا اس کی ہے۔

بٹھا کے دل میں اُسے اس کی ہی نماز پڑھی

اُسی کے گھر ہی کو کعبہ بنا کے دیکھ لیا

اب یہ عجب بات ہے کہ کیا ہوا، کس نے کس کی نماز پڑھی؟ یہ بتاؤ۔ تو اسی کے گھر کو کعبہ بناؤ، اسی کو دل میں بٹھاؤ اور اُسی کی نماز پڑھو۔ تو اپنے دل میں مالک کو بٹھا کے اس کی نماز کیسے پڑھو گے؟ تو لوگ یہ کرتے رہتے ہیں اور یہ بڑے غور والی

بات ہے۔

دعا مانگنے سے پہلے کوئی اور سوال ہو تو

سوال:

سر! یہ ہم جو کچھ یہاں سیکھتے ہیں، جب گھر جاتے ہیں تو بچوں کے کچھ اور تقاضے ہوتے ہیں، گھر والوں کے کچھ اور خیالات ہوتے ہیں تو اس کا ہم کیا کریں؟

جواب:

یہ بڑی آسان بات ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ گھر جا کے کچھ اور Diversity ہو جاتی ہے، Diversion ہو جاتی ہے۔ اگر آپ دولت مند ہیں اور بچوں کے پاس پیسے نہیں ہیں تو جان لو کہ آپ کی دولت آخر بچوں کے کام آئے گی اور آپ کی عبادتیں بچوں کی عاقبت کے کام آئیں گی۔ اب ضروری نہیں ہے کہ ان کو بھی

اس سفر پہ روانہ کر دو۔ اگر ہیڈ آف دی فیملی حج کرنے آیا ہے، نیکی کر کے آیا ہے تو اس کا ثواب اولاد کو بھی مل جائے گا۔ اس لیے اپنے آپ کو پکار کھو۔ آپ اپنے آپ کو پکار نہیں رکھتے۔ آپ کا پکا ہونا جو ہے وہ اولاد کے لیے بہتر ہو جائے گا۔ اگر ساری اولاد آپ کے راستے پر نہیں چل رہی ہے تو فکر کی بات نہیں ہے، کوشش کرتے رہو اور اپنے آپ کو قائم رکھو تاکہ آپ کا ہونا ان کے ہونے کے لیے مفید ہو۔ اگر باپ یا ماں میں سے ایک مفید ہو جائے تو سارے خاندان کے لیے فائدہ ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ وہ سارے آپ کے ساتھ چلیں۔ اگر جاگنے والا ایک ہو تو سونے والا سارا گھر خیریت سے رہے گا۔ اب آپ سارے گھر کو بیدار نہ کر دینا کہ چلو اٹھو جاگو اٹھو بیٹا، سارے لوگ اٹھو۔ اگر تو تہجد گزار ہے تو دعا کرو کہ یا اللہ بچے سو رہے ہیں، غافل ہیں لیکن تیرے فضل کے سہارے سو رہے ہیں، تو ان پر فضل فرما۔ تم ان کو بھی جگانا چاہتے ہو لیکن بچے کیسے جاگیں گے۔ یہ ان کی عمر نہیں ہے۔ ان کو سونے دو اور دعا کرو کہ ان کی نیند حرام نہ ہو اور وہ خیر سے سوئیں، عافیت میں سوئیں۔ دعا کرو کہ یا اللہ بچے گاڑی چلاتے ہیں، یہ خیریت سے رہیں۔ تو دعا کرتے جاؤ۔ تم تو کہتے ہو کہ بچے تمہاری طرح اپنا حج ہو کے بیٹھ جائیں۔ تمہاری عمر اور ہے، ان کی عمر اور ہے۔ بچوں کو تنگ نہ کرو۔ ان کو چلنے دو۔ بچے اور طرح سے رہیں۔ آپ کے شعبے میں بھی یہ بات نہیں تھی بلکہ یہ تو اتفاق سے آپ کی ہم سے ملاقات ہو گئی، چانس ایسا بن گیا کہ اللہ کا فضل ہو گیا۔ مجھے آپ کی وجہ سے اور آپ کو میری وجہ سے کچھ کچھ باتیں سمجھ آ گئیں۔ اب ہم اس میں سارا شہر نہیں ملاتے۔ اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اگر جسم کا



ایک شعبہ خوش رہے گا تو سارا جسم ہی خوش رہے گا۔ آپ زندہ باد رہیں اور اولاد کے لیے آپ دعا کیا کریں۔ آپ کی اولاد ٹھیک ہے۔ اولاد سے نفرت نہ کرنا۔ یہ اللہ کی نعمتیں ہیں جو آپ کو ملی ہیں۔ ان سے بیزار نہ ہونا اور کبھی غصہ نہ کرنا۔ تو غصہ مت کرو اور آرام سے رہو۔ اولاد کے سامنے لال پیلے مت ہوا کرو۔ تو غصہ نہ کیا کرو۔ اگر اولاد بیمار ہو جائے تو غصہ نہیں آتا، اگر ان سے غلطی ہو جائے تو سمجھو کہ یہ بھی تھوڑی سی بیماری ہے۔ دعا سے ان کی اصلاح کرو۔ اپنا Temper Loose کرنا۔ یہ بڑی امانتیں ہیں، ان کی قدر کرو۔ Loose Temper کرنے سے تمہارے دل میں نفرت ہو جاتی ہے اور غصہ آ جاتا ہے۔ ایسا مت کرو۔ بس دعا کیا کرو، دعا کیا کرو! آپ اللہ سے کہیں کہ مجھے توفیق دے کہ میں زمانے کی اصلاح کروں تاکہ اولاد تو محفوظ ہو، تاکہ بعد میں بچے ٹھیک ٹھاک رہیں۔ اب آپ زمانے کی اصلاح کیوں چاہتے ہیں؟ تاکہ آنے والے زمانے میں آپ بچوں کو Secure چھوڑ جائیں۔ اس ماحول میں تو بچے گمراہ ہو جائیں گے۔ یہ کہنا نہیں چاہیے کہ بچے کس طرح کے ہو جائیں گے۔ دعا کرو کہ یا اللہ تیرا نام چلنا چاہیے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم کچھ کریں، مال غیروں کے پاس ہے ہمارے یہ حالات ہیں، پھر ہم بات کیسے کریں؟ یا اللہ اچھے آدمیوں کو اچھی طاقت عطا فرما۔

چھین غاصب کے ہاتھ سے ہمت

اب غریبوں کی بن کے آ قسمت

میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ آئے گا، وہ غریبوں کے آستانے پر بھی آئے گا، نیک

لوگوں کے گھروں میں آئے گا، آپ لوگوں کو طاقت عطا فرمائے گا۔ آپ بس  
 سچے ہو جاؤ اور میرے ساتھ جھوٹ نہ بولنا۔ پھر مسئلہ حل ہو جائے گا۔  
 اور کوئی سوال \_\_\_\_\_ بولیں \_\_\_\_\_

سوال:

سر! آپ نے یہ جو سچ کے بارے میں بات کی ہے تو ہم آپ کے ساتھ  
 جتنا سچ بولتے ہیں اتنا اپنے آپ سے بھی نہیں بولتے۔

جواب:

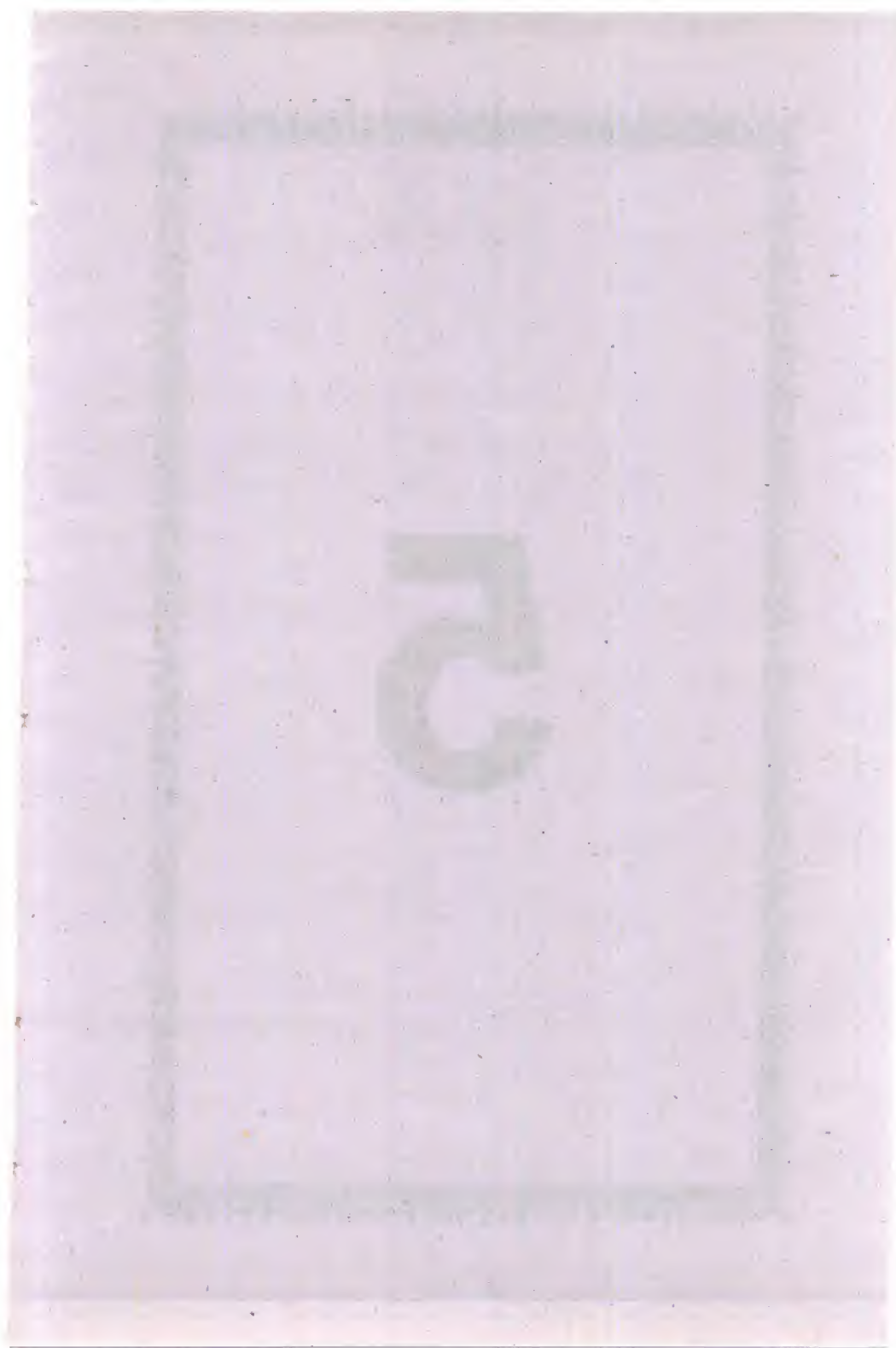
تو یہ اچھا ہے۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ چلو پھر دعا کرو۔ دعا کیا کرنی  
 ہے؟ یا رب العالمین ہمیں دنیاوی خوشیاں عطا فرما اور دینی فنکشن عطا فرما، ہم اس  
 زندگی میں خوش رہیں اور ہماری عاقبت عافیت سے گزر جائے۔ ہم کوئی کام کر  
 جائیں، تیرے نام کا کوئی کام کر جائیں، ایسا کام کہ آنے والے زمانے بہتر طور پر  
 یاد رکھیں اور یہ محفوظ رہے۔ یا رب العالمین ہمیں اندیشوں سے بچا، بہتر زمانے  
 لے آ، اس قوم پر رحم فرما اس اُمت پر رحم فرما، ملت اسلامیہ پر رحم فرما یا رب  
 العالمین! ہم جیسے بھی ہیں تیرے نام لیوا ہیں، ہم سب پر اپنا فضل فرما۔

صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ و نور عرشہ افضل الانبیاء  
 والمرسلین حبیبنا و شفیعنا سیدنا و سندنا و مولانا محمد و آلہ  
 و اصحابہ اجمعین \_\_\_\_\_ آمین \_\_\_\_\_ برحمتک یا ارحم  
 الرحمین

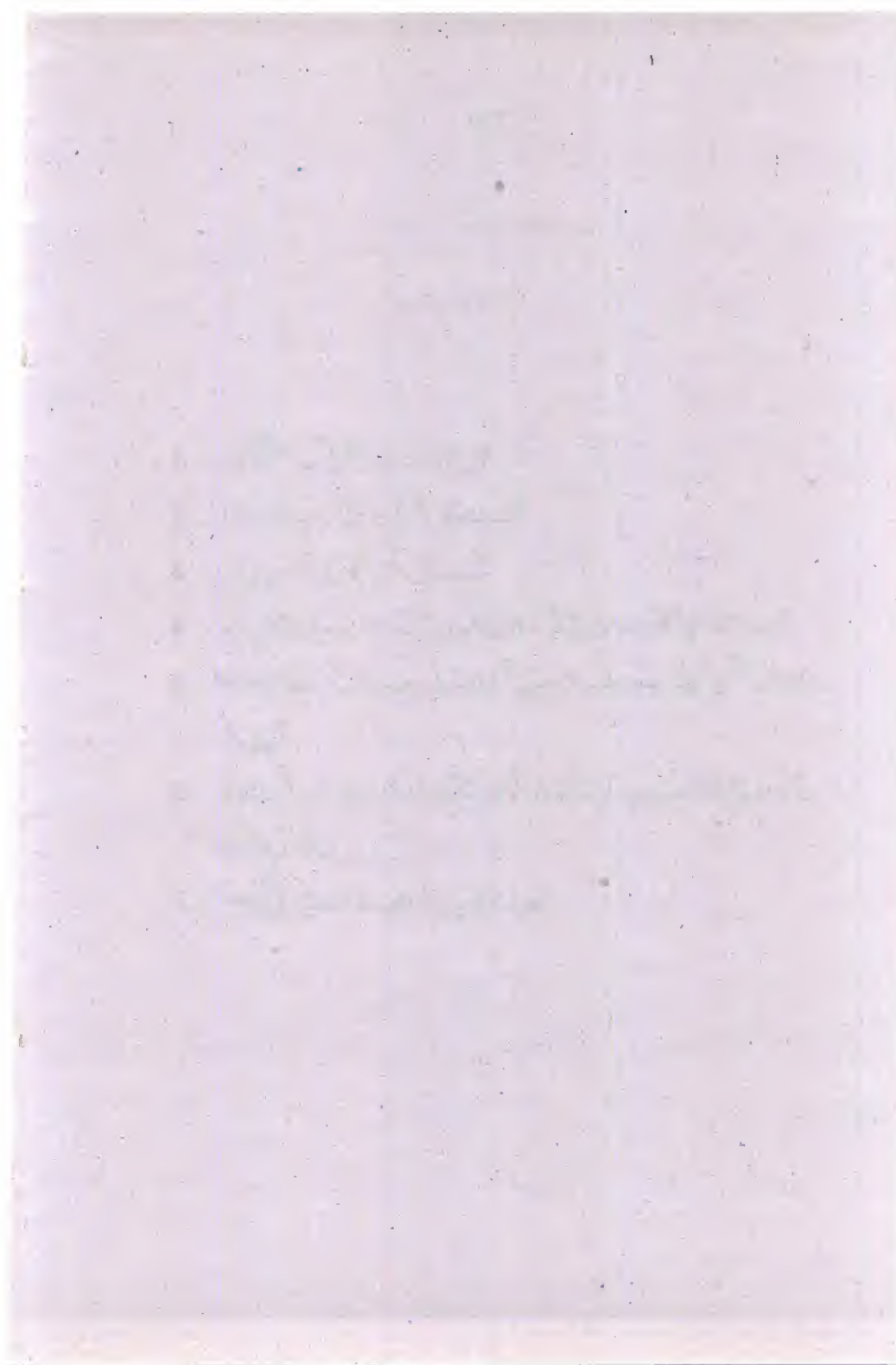
A decorative rectangular border with a repeating floral or foliate pattern, rendered in black ink, framing the central content.

5





- 1 داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟
- 2 داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟
- 3 وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے؟
- 4 سر! یہ جو مجذب ہوتے ہیں یہ کون ہوتے ہیں اور ان کا کیا مقام ہے؟
- 5 اللہ اور اللہ کے حبیبؑ کے زیادہ قریب ہونے کے لیے کیا عمل زیادہ کریں؟
- 6 جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا، جو باتیں آپ سے سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں۔
- 7 تصویرِ شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟





## داتا صاحبؒ کی تعلیمات

جمعرات ۲۱ ستمبر ۱۹۸۹

سوال:

داتا صاحبؒ کی تعلیمات کیا ہیں؟

جواب:

داتا صاحبؒ کی تعلیمات وہی ہیں جو اسلام کی ہیں، جو اسلام کے سارے شعبے ہیں۔ ان کی تعلیمات کو آپ مختصر کیسے کر سکتے ہیں۔ ان کی کسی چیز کے بارے میں پوچھو تو پھر تو بات ہے۔ تعلیمات کے بارے میں یا ایک شخص کی زندگی کے بارے میں پوچھو گے تو یہ اتنا ہی وقت ہے جتنی زندگی ہے۔ ان کی تعلیمات میں کم از کم ”کشف المحجوب“ ہے۔ آگے جو بھی بیان کرے گا وہ ”کشف المحجوب“ کی وضاحت ہوگی اس کا اختصار کیسے ہو سکتا ہے۔ خاص باتوں میں یہ ہے کہ توحید پر ایمان لاؤ وہ لاشریک ہے اس میں کوئی ابہام نہ ہو عبادت کی ڈائریکشن جو ہے وہ Pure اللہ تعالیٰ کی ذات ہو۔ جو فنکشن اللہ کا ہے اس فنکشن کو اللہ تک رکھو۔ جو عبادت آپ اللہ کی کرتے ہیں وہ اللہ ہی کے لیے ہو۔ داتا صاحبؒ کا اپنا ایک واقعہ یہ ہے کہ یہ توحید کیسے ہے؟ یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کو واحد ماننا۔ وہ خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے اپنے پیر صاحبؒ

سے پوچھا کہ آپ توحید کے بارے میں کچھ بتائیں۔ انہوں نے فرمایا کہ توحید کے بارے میں پھر کبھی بتاؤں گا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ وہ اپنے پیر صاحب کے ساتھ حج کرنے جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وہاں جب بیٹھے ہوئے تھے تو سامنے گھوڑے پر ایک سوار نمودار ہوا۔ ہمارے قافلے کے سردار یعنی ہمارے پیر صاحب ان سے جا کے ملے استقبال کیا، دونوں نے آپس میں کوئی بات کی۔ وہ سوار واپس چلا گیا۔ ہمارے پیر صاحب واپس آ گئے۔ میں نے پوچھا کہ جناب یہ کون صاحب تھے آئے کیوں اور گئے کیوں؟ فرمانے لگے کہ یہ تمہارے سوال کا جواب تھا کہ توحید کیا ہوتی ہے؟ داتا صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بڑا غور کیا کہ سوال کا جواب گھوڑے پہ سوار کیسے آیا۔ پیر صاحب نے وضاحت کی کہ بات یہ ہے کہ یہ تھے خضرؑ، وہ آئے تھے اور کہنے لگے کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ پیر صاحب نے کہ ہم حج پہ جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ آپ حج پہ جا رہے ہیں، اگر کہیں تو میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ پیر صاحب نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ نہ چلیں۔ وہ کیوں؟ اس لیے کہ جس کے نام کا حج ہے اس کی جگہ پہ تیری عبادت میں لگ جائیں، ہم تمہارے خیال میں گم ہو جائیں تو ہمارا حج توحید سے باہر ہو جائے گا۔ توحید کا مطلب یہ ہے کہ توحید اتنی منفرد ہو اتنی واحد ہو اتنی Parted ہو کہ اس کے اندر کوئی اور خیال شریک نہ ہو۔ یعنی کہ وحدتِ فکر ہونی چاہیے۔ مثلاً ایک آدمی اللہ کے پاس جا رہا ہے، مسجد میں چلا گیا، وہاں کسی نمازی نے اس کو پیچھے کیا یا اسے کسی کا ہاتھ لگ گیا تو وہاں پر لڑائی ہو سکتی ہے۔ تو وہ مسجد میں جھگڑا کر گیا۔ تو اللہ کی طرف جانے کے بعد اگر پھر بھی تم دنیا کی

طرف رہتے ہو تو پھر تمہیں توحید کا کیا پتہ چلے گا۔ توحید جو ہوتی ہے وہ وحدت مقصد کے ساتھ ہی آتی ہے وحدت فکر کے ساتھ ہی آتی ہے۔ اور یہ اسی طرح ہے جس طرح کوئی دیکھنے والا ہو اور اُسے پتہ نہیں ہوتا کہ وہ کہاں جا رہا ہے۔ وہ انسان اپنے پاؤں نہیں دیکھتا بلکہ جہاں جا رہا ہوتا ہے وہ مقصد دیکھتا ہے۔ تو آنکھ سے آنکھ مل جاتی ہے اور پاؤں خود بخود چلتے رہتے ہیں۔ اس طرح انسان سفر کرتا جاتا ہے۔ جب اس کا مقصد توحید ہو جائے تو اس کا باقی سفر کٹتا جاتا ہے۔ تو توحید کا مدعا یہ ہے کہ مقصد واضح ہو یہ واضح ہو کہ ہم یہ بات اللہ کریم کے لیے کر رہے ہیں اور یہ اللہ کریم کے لیے ہی ہو۔ اگر ہم اللہ کے نام کا کوئی فتنش کرتے ہیں کوئی کام کرتے ہیں مثلاً اللہ کے نام کا کوئی جشن کیا اور پھر اس کے اندر دنیا کے کسی صاحب مرتبہ کو بلالیا یعنی آج ہمارے ہاں اللہ کی یاد منائی جائے گی اور آپ چونکہ گورنر ہیں آپ ہمارے پاس آ جائیں تو یہ توحید نہیں ہوگی۔ توحید کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہ کرنا۔ تو توحید بیان بھی نہیں ہوتی جیسا کہ میاں محمد صاحب نے کہا ہے:

اے توحید محمد بخشا دے کون زبانی

یہ زبان ہے تو بیان نہیں ہوتی۔ وہ جو رسی پہ چلنے والا ہوتا ہے اگر اس سے پوچھیں کہ تو کیسے چل گیا کیونکہ اتنی باریک رسی تھی اتنا لمبا فاصلہ تھا اور نیچے کھائی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ ہمیں کھائی نظر نہیں آئی ہمیں پاؤں بھی نظر نہیں آئے ہمیں وہ مقصد نظر آیا جدھر ہم جا رہے تھے۔ ادھر دیکھتے جاؤ تو رسی بھی Cross ہو جاتی ہے اور بندہ کھائیوں سے بھی بچ جاتا ہے۔ کھائیاں جو ہیں وہ زندگی کی کھائیاں ہیں



تکلفات کی کھائیاں ہیں، بندہ یہاں ادھر ادھر گم ہو جاتا ہے۔ جانا اللہ کے گھر میں ہے، مسجد میں پوچھتے ہیں کہ تو کہاں کا ہے، تیرا دفتر کون سا ہے؟ کہتا ہے کہ میرا دفتر وہاں پر ہے۔ اچھا تو وہاں پر ہوتے ہیں، میں کل آپ سے ملوں گا، فی الحال میں نماز پڑھ لوں۔ یہ جو ہے مسجد سے دنیا نکالنی ہے اس سے بچ جاؤ۔۔۔۔۔۔ یہ داتا صاحبؒ کی تعلیم ہے۔ مقصد یہ ہے کہ اللہ سے صرف دنیا نہ مانگنا۔ توحید کا مدعا یہ ہے کہ انسان اصل مقصد میں قائم رہے، دور کی نشان دہی پر قائم رہے۔ پھر انہوں نے رسالت پر ایمان بتایا۔ ان کی سب سے اہم بات یہ ہے کہ آج سے پہلے جو لوگ بزرگی کے حوالے سے عزت پا گئے ان کی عزت ہی کرتے جاؤ۔ کسی پرانے بزرگ کو قبر سے نکال کے Defame نہ کرو۔ تو اس راستے کو دیکھتے جاؤ۔ تو آپ بزرگوں کی قدر کرو۔ اس راستے میں ملاوٹ نہ کرو، جھوٹ نہ بولو، اللہ نے اگر بزرگ نہیں بنایا تو بزرگ مت بنو۔ جتنا کچھ اللہ نے بتایا ہے یا بنایا ہے، اُتاری رہو۔ انہوں نے یہ سارے واقعات کہانیوں کے روپ میں بڑی اچھی طرح سمجھائے۔ مثلاً یہ کہ فقیر کا راستہ کیا ہوتا ہے، فقیر بڑی بڑی طرز کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک واقعہ اُن کا آپ کو پہلے بھی بتایا تھا۔ کہتے ہیں کہ ہمیں اطلاع ملی کہ کسی بستی میں کوئی درویش رہتا ہے۔ ہم نے سوچا کہ چلو اس درویش کو مل آئیں۔ وہاں ہم چلے گئے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ انہوں نے جب جماعت کرائی تو اُن کے تلفظ میں کچھ صحت نہیں تھی۔ داتا صاحبؒ خود بہت بڑے عالم تھے، شریعت کا بھی ابن کا ایک خاص مقام ہے۔ ان کی قرأت میں داتا صاحبؒ کو زبردست کچھ شیخ نہ لگی یا تلفظ بیٹھا ہوا لگا۔ انہوں نے نماز توڑ کے الگ پڑھی اور اُن

سے ملے بغیر ہی آگئے۔ واپس آئے تو شام ہو چلی تھی۔ راستے میں دیکھتے ہیں کہ شیر آگیا، گرج رہا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں بڑا پریشان ہوا۔ اتنے میں وہ بابا، درویش آگیا اور آ کے شیر سے کہا ”اواللہ کے گئے“ تم ہمارے مہمان کو ہی شروع ہو گئے، چلو بھاگ جاؤ۔ شیر نے سلام کیا اور چلا گیا۔ داتا صاحب کہتے ہیں کہ میں بڑا متاثر ہوا کہ بابا نے شیر کو کہا کہ چلے جاؤ تو شیر سلام کرتے ہوئے چلا گیا۔ انہوں نے پوچھا کہ باباجی یہ کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو تلفظ ٹھیک کر، یہ اور باتیں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تلفظ ٹھیک کرنے کی بجائے پہلے نیت ٹھیک کرو۔ اگر نیت صحیح نہیں ہے تو تمہارا تلفظ کیا ٹھیک ہوگا۔ تو اس بات سے بچو۔ اور نیت درست ہونی چاہیے۔ جس آدمی کی نیت صحیح نہیں ہے وہ چاہے حلق سے ق نکالے یا زبان سے۔ اگر طوطا کلام پڑھ لے تو وہ طوطا ہی رہے گا۔ ذکر کرنے والے طوطے بھی بہت ہوتے ہیں اور وہ اللہ ہو کا ذکر کرتے ہیں، بہت ذکر کرتے ہیں۔ لوگ اللہ ہو کرتے کرتے مانگنا شروع ہو جاتے ہیں، اللہ ہو کے نام پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کچھ لوگ عبادت کرتے کرتے دنیا کے لیے جھوٹ بولنے لگ گئے کہ ایک باباجی ہیں، بڑے درویش ہیں۔ اور اگر اس درویش کے کردار کی جستجو کرو تو اس کے کردار میں کوئی کمی بیشی ہوگی۔ داتا صاحب لکھتے ہیں کہ ایسے لوگ جنہوں نے دنیا حاصل کرنے کے لیے دین کا راستہ اختیار کیا ان کی بخشش مشکل ہے۔ تو انہوں نے دین کو Exploit کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وہ شخص جو مسجد میں، منبر پر خطبہ دیتے ہوئے، اپنے علم کو دنیاوی مرتبے کے لیے استعمال کرے اس آدمی سے وہ شرابی بہتر ہے جو شراب خاتے میں بے ضرر ہو گیا



ہو۔ مطلب یہ ہے کہ دین کو اگر دنیا کے لیے استعمال کر رہے ہو تو اس سے وہ آدمی بہتر ہے جس نے دنیا کو نقصان پہنچانا چھوڑ دیا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ وہ سانپ بہتر ہے جس نے ڈسنا چھوڑ دیا ہو۔ تو وہ یہ تعلیمات بتاتے ہیں، تمام پرانے بزرگوں کے واقعات بتاتے ہیں کہ کس طرح کیا کرنا ہے۔ قوالی کے بارے میں بتاتے ہیں کہ اگر صاحبِ حال نہ ہو تو قوالی نہیں سُننی چاہیے۔ ان کی کتاب کا نام ”کشف الخجوب“ ہے یعنی کہ جو محبوب ہے اُس کے وہ کاشف ہیں اس کو بیان کرنے والے ہیں، راز کھولنے والے ہیں، حجابات اور پردے اٹھانے والے ہیں۔ سب سے بڑا پردہ تو یہ اٹھایا کہ فقر کو الفاظ میں بیان کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ فقر الفاظ میں بیان نہیں ہوتا۔ تصوف جو ہے یہ الفاظ میں بیان ہونے والی بات نہیں ہے، یوں سمجھو کہ تصوف کی انتہا اللہ ہے اور ابتداء اللہ کی یاد ہے۔ بس یہی تصوف ہے کہ اللہ کی یاد میں اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر اسلام پر چلتے گئے، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے چلتے کہاں پہنچ گئے، جہاں تصوف جو ہے اللہ کے پاس پہنچ گیا۔ یعنی کہ وصالِ حق کا جو مخلص راستہ ہے وہ یہ تصوف ہے۔ فرمانے لگے کہ اگر ضابطے میں رہے تو صوفی جو ہے وہ محفوظ رہتا ہے۔ ہر صوفی یا ہر فقیر جو ہے وہ علم والا ہوگا، ہر عارف جو ہے وہ عالم ہوگا لیکن ہر عالم ضروری نہیں کہ عارف بھی ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عرفان عطا ہو جائے اس کو علم ضرور مل جاتا ہے اور خالی علم جس کے پاس ہو ضروری نہیں کہ اس کو عرفان بھی ملے۔ تو یہ ہے بزرگوں کے ادب کا راستہ۔ اسے انہوں نے بڑی بڑی مثالوں سے واضح کیا۔ ایک جگہ فرمایا کہ راز یہ ہے کہ اللہ



تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو میرے علاوہ کسی سے محبت نہ کرو لیکن ایک بات یہ ہے کہ اگر کوئی پیغمبر اپنے بیٹے کی یاد میں اتار دے کہ اس کی آنکھیں بینائی سے محروم ہو جائیں تو اللہ کو تو ناراض ہونا چاہیے تھا لیکن یہ کون سی محبت ہے جو اللہ کو قبول ہو رہی ہے۔ اور جب بیٹا اپنے بھائیوں کے لیے رو رہا ہے تو یہ کون سے محبت ہے جو قبول ہو رہی ہے اور اتنی مقبول ہو رہی ہے کہ بیٹے کی قمیض جو ہے وہ باپ کی بینائی بحال کر رہی ہے۔ تو یہ محبت اللہ کو کیسے قبول ہوئی؟ فرمایا کہ وہ محبت جو اللہ کی راہ میں چلنے والوں کو دنیا کی محبت ہے وہ تفریق ہے۔ اگر آپ اللہ کی راہ پہ جارہے ہیں تو تفریق ہو گئے بیٹے کی محبت میں گئے تو کیا ہو گئے؟ تفریق ہو گئے۔ لیکن اللہ والا اگر اللہ کی یاد میں اپنے بیٹے سے محبت کرتا ہے اور اللہ ہی کی یاد میں رہتا ہے تو یہ تفریق نہیں ہے یہ جمع ہے۔ بلکہ اس کا نام رکھا گیا جمع الجمع۔ جمع الجمع کا معنی کیا ہے؟ کہ اللہ ہی کی یاد میں اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی یا محبت عطا کی۔ تو وہ اللہ کی طرف ہے۔ تم اپنی محبت کو اللہ کی راہ میں اللہ کی راہ سے جدا نہیں کرو گے۔ اور اگر اللہ عطا کرے تو وہ پھر اللہ کی طرف سے ہے۔ اللہ اگر کسی انسان کو کسی انسان کی محبت دے دے تو پھر یہ اور قسم کی داستان ہے۔ تو اسے کہتے ہیں جمع الجمع۔ تو جمع الجمع کی اجازت ہے کہ آپ اللہ کی یاد میں چلتے جارہے ہیں اور وہ چاہے جو جلوہ دکھادے آپ چلتے جائیں۔ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ یہ محبت دنیاوی ہے یا یہ محبت جمع کی ہے؟ اس کی نشانی انہوں نے یہ بتائی کہ اگر اللہ کہے کہ چھوڑ دو اور چھوڑنا آسان ہو تو یہ اللہ کی محبت ہے۔ اور اگر چھوڑنا مشکل ہو تو یہ دنیاوی محبت ہے اور یہ شرک میں آ جاتی ہے۔ اگر ایک

آدمی بیٹے سے محبت کرتا ہے اور بہت محبت کرتا ہے تو یہ محبت اللہ کی راہ میں رکاوٹ بھی ہے اور اللہ کی راہ میں تعاون بھی ہے۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟ اگر آپ کو اللہ کی محبت یہ کہے کہ اس بیٹے کو چھوڑ دو ہمیشہ کے لیے گھر سے نکال دو پھر اگر تم نہ نکال سکو تو تم اللہ کو چھوڑ کے بیٹے کی محبت میں گرفتار ہو گئے یہ شرک ہو گیا۔ اور اگر تم اس کو خوشی سے چھوڑ دو کہ جو اللہ کا فرماں بردار نہیں وہ میرا بیٹا کس بات کا۔ جیسے کہ نوحؑ کو حکم ہوا کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر یہ میرا بیٹا نہیں ہے تو یہ باہر نکل جائے۔ تو وہ ہے الہیات والی محبت۔ بیٹے سے محبت اگر اللہ کی طرف سے ہو تو پھر بیٹے کو چھوڑنا بھی آسان ہے اور اگر چھوڑنا آسان نہ ہو تو یہ تمہاری ذاتی محبت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی بات ہی نہیں۔ تو وہ محبتیں اللہ کی طرف سے گنی جاتی ہیں جن کو آپ اللہ کے لیے چھوڑ دو اللہ کے کہنے پر چھوڑ دو۔ ایسی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے۔ پیسے سے محبت بھی جائز ہے اگر آپ اللہ کے نام پر پیسے سے محبت کر رہے ہو۔ فرق کہاں سے پتہ چلے گا؟ جب اللہ کی راہ میں پیسہ قربان کرنے سے اتنی ہی خوشی ہو جتنی کہ حاصل کرنے کی خوشی ہوتی ہے۔ یہ دیکھا کرو کہ پیسے حاصل کرنے کی خوشی کیا پیسے خرچ کرنے کی خوشی کے برابر ہے۔ خرچ سے مراد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے۔ جو اللہ کے دیے ہوئے مال کو حاصل کرتا ہے اُسے خوشی ہوتی ہے کیا اللہ کی راہ میں خرچ کر کے اُسے اتنی ہی خوشی ہوتی ہے اگر ایسا ہے تو پھر بچت کی راہ ہے۔ اور اگر خوشی نہیں ہوتی تو پھر یہ مشکل ہے۔ اور اگر زیادہ خوشی ہوتی ہے تو شکر ہے کہ جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔ تو وہ اللہ والا ہو گیا۔ جس نے جان کو بچایا یہ اور

آدمی ہے اور جس نے جان کو نثار کیا یہ بالکل ہی اور آدمی ہے۔ تو داتا صاحبؒ یہ باتیں بتاتے ہیں۔ داتا صاحبؒ کی تعلیم جو ہے وہ آسان اور عام فہم ہے اور داتا صاحبؒ کا فنکشن جو ہے وہ ان کے جانے کے بعد بھی جاری ہے۔ وہ تعلیمات کا جو انہوں نے توجہ سے لوگوں کے دلوں میں پیدا کی ہیں وہ بھی ان کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ خواجہ صاحبؒ کا شعر جو ہے:۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نورِ خدا

ناقصاں را پیر کامل کمالاں را راہنما

اگر آپ اس کی تفسیر کریں تو یہ شعر بھی انہی کا دیا ہوا علم ہے اور یہ بڑے مفہوم کی بات ہے۔ وہ بزرگ جو یہاں سے فیض پا گئے ان کا علم بھی داتا صاحبؒ کا علم ہے۔ اس لیے یہ داستان جو ہے یہ ختم نہیں ہوتی۔ داتا صاحبؒ کی تعلیمات کو ایک نشست میں یا ایک مقام پر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تعلیمات اتنی طویل ہیں جتنی ممکن آپ کہہ سکیں، بس پوری زندگی ہے۔ خاص خاص باتیں آپ کو پتہ ہونی چاہئیں کہ ان میں توحید ہے، رسالت ہے، بزرگوں کا ادب ہے، تمام پرانے فقراء کی داستان ہے، تصوف کا راستہ آپ نے واضح فرما دیا کہ یہ راستہ اس طرح ہے اور اس راستے میں حجاب کس طرح آتا ہے وہ وہ حجاب کیسے دور ہوتا ہے، گرہ کب لگ جاتی ہے، وہ پردہ کب آ جاتا ہے جو ہلکا ہوتا ہے اور اٹھ جانے والا ہوتا ہے اور وہ پردہ کب آ جاتا ہے جب انسان پر ختم اللہ علی قلوبہم ہو جاتا ہے۔ انہوں نے رزقِ حلال کے بارے میں فرمایا ہے کہ اگر رزقِ حلال میں شک پڑ جائے تو فاقے کرتے جاؤ۔ اس راستے میں 90% بیماریاں پیسے سے آتی ہے۔



اس لیے فاقے کرنے والا بہتر رہتا ہے۔

آپ اپنے بارے میں سوال پوچھیں

سوال:

وہاں پر حاضری کا کیا طریقہ ہے۔

جواب:

کسی مزار پر کسی آستانے پر جانے کے لیے ایک شرط ہونی چاہیے یا کوئی بلائے یا پھر کوئی بھیجے۔ آپ اس وقت جائیں جب کسی نے بھیجا ہو یا کسی نے آگے سے بلایا ہو۔ اس لیے جب تک آپ کسی بھیجنے والے کو نہیں مانتے، کسی کو شیخ، بزرگ، پیر، فقیر، استاد نہیں مانتے اور اس بھیجنے والے نے بھیجا نہیں ہے تو تم کیا جاؤ گے۔ اور اگر کوئی بھیجنے والا نہ ملے، اگر کسی کا کوئی پیر ہی نہ ہو، بزرگ ہی نہ ہو تو پھر آستانوں پر صرف ایک کام کے لیے جاؤ کہ اے صاحب آستانہ اے بزرگ، میری ایک بات میں مدد کریں، مجھے کوئی زندہ پیر مہیا کرنے میں تعاون کریں۔ یعنی کہ جب کوئی زندہ پیر Available ہے تو آپ اس کے بھیجنے پر جائیں۔ تو کسی بزرگ کے آستانے پر بھیجنے والا زندگی میں کوئی مرشد ہو اور وہ مرشد کہے کہ فلاں جگہ پر چلے جاؤ تو آپ چلے جاؤ۔ اگر مرشد نہیں ہے اور آپ جانا چاہتے ہو تو صرف ایک بات کے لیے جاؤ کہ میرے مرشد کی تلاش میں میری مدد کی جائے۔ کہتے ہیں کہ جس کا مرشد نہ ہو تو وہ داتا صاحبؒ پہ حاضری دیا کرے اور ”کشف المحجوب“ پڑھا کرے۔ جس کا مرشد نہ ہو وہ ”کشف المحجوب“ کو اپنا مرشد سمجھے اور کتاب کو پڑھتا جائے۔ یہ کتاب ایسی رہنمائی

کر دے گی جو ایک اچھے مرشد کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس کو پڑھا کرو۔ تو وہاں جانے کی حاضری کا کیا طریقہ ہوا؟ جب کوئی بھیجے تو آپ جاؤ یا کوئی بلائے اشارہ ہو تو آپ جاؤ۔ ویسے نہ چلے جاؤ جیسا کہ میں نے منع کیا ہے کہ آپ بار بار چلے جاتے ہو تو الی دیکھ کے آگئے، سن کے آگئے، شور شرابا اور دوسرے واقعات، ادھر ادھر، بھائی گیٹ اور سرکس دیکھ کے آگئے۔ ان باتوں سے گریز کرنا چاہیے۔ بزرگ کا عرس جو ہے وہ بزرگی کا عرس ہے۔ اگر بزرگی کا پتہ نہ ہو تو بزرگ کے پاس تم کیا کرنے جا رہے ہو۔ یہ پتہ ہونا چاہیے کہ اس کی بزرگی کیوں ہے؟ اس کا پسندیدہ عمل کیا ہے؟ وہ کس پائے کے بزرگ تھے یا ہیں؟ وہاں جا کے آپ کو کیا چیز دریافت کرنی چاہیے؟ ایسا نہ ہو کہ صرف میلے کے لیے آپ چلے جاؤ۔ وہ میلے کا کوئی مقام نہیں ہے۔ جس نسبت کا بزرگ ہو آپ کو اس نسبت یا کیفیت میں ہونا چاہیے۔ اگر نقش بندی بزرگ ہو تو نقش بندی طریقت میں جانا چاہیے، چشتی بزرگ ہو تو چشتی انداز میں جانا چاہیے، سہروردی ہو تو سہروردی طریقت میں جانا چاہیے تاکہ اس طریقت کا فیض مل جائے۔ اس طرح جلدی مل جاتا ہے۔ بزرگوں کی اپنی اپنی طریقت ہوتی ہے، اپنا اپنا Aroma ہوتا ہے، خوشبو ہوتی ہے، وہاں فیض کا ایک مقام ہوتا ہے۔ وہ اس مقام کا فیض عطا فرماتے ہیں جس مقام سے وہ خود گزرے ہیں۔ اس لیے آپ وہاں اس فیض کے لیے جاؤ بشرطیکہ کسی نے بھیجا ہو یا کسی نے بلایا ہو۔

سوال:

داتا صاحبؒ کی کون سی طریقت ہے؟

جواب:

داتا صاحبؒ نے اپنی طریقت بہت ساری تفصیل کے ساتھ لکھی ہوئی

ہے۔

سوال:

جب ہم سوال کرتے ہیں تو جواب دینے والا کہتا ہے کہ ”من آنم کہ من  
دائم“۔ ایسی بات نہیں کہ میں جانتا ہوں، تو یہ بات کہاں تک صحیح ہے۔

جواب:

سوال کا کیا مطلب ہے؟

سوال:

وہ کہتا ہے کہ میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔

جواب:

کیا وہ معذرت کے طور پر یہ کہتا ہے؟

سوال:

عام طور پر تو تقریباً وہ معذرت کے ساتھ کہتے ہیں۔

جواب:

کیا وہ یہ کہتا ہے کہ ہم تو نہیں جانتے، ناچیز ہیں، ذرہ ہیں، خاکسار ہیں،

میں کیا ہوں یہ تو میں ہی جانتا ہوں۔

سوال:

جی ایسے ہی ہے۔



جواب:

پھر اب سوال کیا ہے؟

سوال:

کیا ایسا کہنے والے کو زیادہ سمجھ ہوتی ہے؟ ان کے کردار کو اور ان کو دیکھ کے ہم جو اندازہ لگاتے ہیں تو وہ تو اور ہوتا ہے۔

جواب:

آپ اس کا اندازہ کیوں لگاتے ہیں؟ آپ اپنا اندازہ لگائیں۔ آپ کے پاس اپنا مقام بھی بہت ہے۔ اگر دوسرے کا اندازہ غلط نکل آیا تو خواہ مخواہ آپ کا وقت ضائع ہو گیا۔ اس لیے پہلا کام یہ کرو کہ دوسروں کا اندازہ نہ لگاؤ، دوسروں کو مانپنا چھوڑ دو۔ اگر اُسے کہیں گے کہ آپ تو بلا ہیں۔ تو وہ کہے گا کہ میں بلا کہاں ہوں؟ میں تو ایک چھوٹا سا آدمی ہوں، ناچیز ذرّہ، خاکسار، حقیر فقیر، تقصیر ہوں۔ تو اس طرح لوگ کہتے ہیں۔ اب میں منع کر رہا ہوں کہ دوسروں کو گریڈ نہ دیں، بلکہ آپ اپنے آپ کو دیکھیں۔ کیا یہ بات کافی نہیں ہے کہ آپ کا اپنی ذات کے ساتھ تعاون، ساتھ اور ہم سفری چند دنوں کی ہے۔ اگر یہ بھی نہ سمجھ آیا کہ میں کون ہوں تو پھر دوسروں کو سمجھ کے آپ نے کیا کرنا ہے۔ اصل تو جس کو جاننا تھا وہ تو آپ نے اپنے آپ کو جاننا تھا کہ میں کون ہوں۔ اب اگر آپ ”میں“ کے علاوہ ساری دنیا کو سمجھنے لگ جاؤ تو کیا فائدہ ہوا۔ عام انسان کام کرتا ہے، پیسہ کماتا ہے تو خوش تو اُس نے خود ہونا ہے۔ پیسے کا نام تو خوشی نہیں ہے، پیسے کا نام مصیبت بھی ہو سکتا ہے، پیسے کا نام چوری بھی ہو سکتا ہے، ڈاکہ بھی ہو سکتا ہے، عذاب بھی ہو

سکتا ہے۔۔۔ پیسے کا کوئی نام رکھ لو خوشی تو انسان کا نام ہے یہ آپ کے دل کا نام ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ آپ کے اعمال میں باقی دنیا سے Relation ہے۔ نتیجہ تو آپ خود ہی ہیں۔ کھانا جیسے مرضی پکا ہو ذائقہ تو آپ کی زبان کے اندر ہے۔ اگر زبان کا ذائقہ مجروح ہو گیا ہو ختم ہو چکا ہو تو جیسا کھانا پکا لو وہ کیا کرے گا۔ تو اپنی زبان کے ذائقہ کو دریافت کرو کہ یہ کہاں سے ملا دینے والے والے نے یہ کیا دیا۔ اور اپنے کانوں کی سماعت دیکھو باہر سے نعمات آرہے ہیں بلبل گانا گاتا ہے چڑیا گانا گاتی ہے سب بجائے لیکن اگر کان بند ہونے شروع ہو جائیں تو اس لیے آپ کے کان جب تک سننے والے ہیں ان سے کوئی نیک کام لے لو۔ یہ کان بند ہونے والے ہیں آنکھیں بھی کمزور ہونے والی ہیں حتیٰ کہ دل جو کہ محسوس کرنے والا ہے یہ بھی کسی وقت خاموش ہو جائے گا۔ پھر وہ کہے گا کہ اب میں محسوس نہیں کرتا۔ محبت ہو یا نفرت ہو یہ بڑے جذبے ہیں لیکن کچھ عرصے کے بعد یہ بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اب محبت کا ٹائم کدھر سے لاؤں نفرت کی بھی گنجائش نہیں۔ کہتا ہے کہ آج کل ای۔سی۔ جی کرار ہا ہوں۔ ای۔سی۔ جی کرانے والا دل بڑی نفرتوں اور بڑی محبتوں کا قائل نہیں رہتا۔ تو جب ای۔سی۔ جی ہو جاتی ہے تو انسان بڑی نفرتوں اور بڑی محبتوں کے قابل ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح زندگی کے اندر گنتی کے سارے ایام ہیں طلسماتی دن بہت تھوڑے ہیں۔ یہ دن آپ فضل میں گزار لو باقی زندگی تو Routine میں چلتی جائے گی۔ آپ کو اپنے آپ سے دنیا نے الگ نہیں کرنا بلکہ آپ کی اولاد نے کرنا ہے۔ یہ نہیں کہ اولاد کہے گی کہ گھر سے نکل جاؤ بلکہ اولاد اپنے کام پر چلی

جائے گی اور آپ کا کوئی کام نہیں رہ جائے گا۔ تو آپ خود بخود ہی الگ Feel کرو گے، محروم Feel کرو گے۔ مثلاً اولاد کسی شادی پہ جا رہی ہے، آپ شادی پہ جا نہیں سکتے کیوں کہ آپ بیمار ہیں۔ اس طرح آپ خود بخود ہی سماج سے علیحدہ ہونا شروع ہو گئے۔ مثلاً آج لوگ مچھلیوں کا شکار کرنے کے لیے جا رہے ہیں، آپ کہاں جا سکتے ہیں۔ آپ جا نہیں سکتے۔ آہستہ آہستہ آپ Disconnect ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے کہ آپ دنیا سے لا تعلق ہو جائیں، اپنے آپ کو تعلق کے ان زمانوں میں دریافت کر لو۔ جس کو آپ دریافت کر رہے ہیں کہ وہ اتنا جاننے والا یا کس نفسی کر رہا ہے یا مبالغہ کر رہا ہے، اس سے یہ نہ پوچھو کہ تو کیا کر رہا ہے، اس سے جا کے پوچھو کہ بھائی، میں کیا کر رہا ہوں؟ میرے بارے میں کچھ بتا کہ میں کیا ہوں؟ Will you please tell me about my self? تو میرے بارے میں بتاؤ۔ اچھا پیر یا اچھا درویش یا اچھا مرشد یہ کہتا ہے کہ اگر ہم تمہارے سامنے آئینہ بن کے رونمائی کرائیں تو یہ ہے تمہارا مقصد حیات۔ اچھا پیر وہ ہے جو اپنی ذات سے تعارف نہ کرائیں بلکہ تمہیں تمہاری ذات سے تعارف کرائے۔ مدعا یہ ہے کہ تمہیں تمہاری ذات کے ساتھ تعارف کرائے بشرطیکہ تم اپنی ذات کو زور و رکھو۔ تم تو کسی اور ذات کے حوالے سے گلوبہ گلوبہ رہ رہے ہو کہ اس کو جا کے دیکھو کہ اس کی پٹاری میں کیا ہے، دوسرے کی پٹاری میں کیا ہے، یہ فقیر ہے، پرلے درجے کا فقیر ہے یا کہ اچھے درجے کا فقیر ہے۔ اس سے آپ کو کیا ملے گا۔ اگر آپ کو نقلی فقیر مل گیا تو اصلی بات کیسے مل جائے گی۔ کسی کی خامی آپ کی خوبی نہیں بن جاتی اور کسی کی خوبی کا اگر آپ کو حصہ نہ



ملا تو پھر آپ کو کیا حاصل۔ کہتا ہے کہ میں نے معلوم کیا ہے کہ وہ بڑا گریٹ آدمی ہے۔ کیا تجھے کچھ ملا ہے؟ کہتا ہے کہ ملا تو کچھ نہیں، لیکن وہ گریٹ آدمی ہے۔ تو وہ بھی فنا ہو گیا اور آپ بھی گئے۔ اصل میں واقعہ آپ کا اپنا ہے آپ کے ہونے کا نام دنیا ہے، دنیا آپ کے نہ ہونے کا نام نہیں ہے۔ اب آپ کی دشمن بھی دنیا ہے، دوست بھی دنیا ہے، آپ کا سفر بھی دنیا ہے، آپ کا حضر بھی دنیا ہے، آپ کا گھر بھی دنیا ہے، آپ کے ہونے سے آپ کی کائنات ہے اور آپ کے نہ ہونے کے بعد پتہ نہیں یہ کس کی کائنات ہے۔ اس لیے اپنے ہونے تک اس کے ہونے کو استعمال کرو۔ پھر جب آپ نہیں ہوں گے تو یہ کائنات ہوگی یا نہیں اس سے آپ کو کیا غرض۔ آپ اپنے ہونے کی قدر کرو۔ یہ یاد رکھو کہ آپ کا ہونا نہ ہونے تک ہے۔ اپنی ذات کے ساتھ جھوٹ نہ بولنا، آپ اپنے آپ کو خود دھوکا دیتے ہیں اور کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔ مجھے تو کان میں جو کہہ جاؤ گے میں وہ مان لوں گا مگر آپ نے اپنی ذات کے ساتھ وفا کرنی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جس نے چھپکلی بنائی، چمگاڈ بنایا، چوہا بنایا، بندر بنایا، لنگور بنائے، اژدہا بنائے، کیا کیا چیزیں نہیں بنائیں، اُس نے تمام مخلوقات میں سے آپ کو انسان بنایا۔ کیا آپ اس کا شکر ادا کرتے ہو؟ جس نے یہودی بنائے، عیسائی بنائے، سکھ بنائے، پارسی بنائے، اُس نے آپ کو مسلمان بنایا۔ اس کا بھی شکر ادا کرو۔ شکر کرو کہ آپ اس اُمت میں پیدا ہو گئے، آپ اچھے دور میں آئے، آپ کو اچھی شکلیں عطا ہوئیں۔ تو اس کا شکر ادا کرو۔ آپ تو یہودیوں کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہو، عیسائیوں کی تقلید کرنا شروع کر دیتے ہو، یہاں سے آپ کا واقعہ خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ نے احسان

کیا اور آپ اس کو خراب کر دیتے ہو۔ اس کا شکر یہ ادا کرو کہ تمہیں اُس نے کیا بنایا۔ یہ جو بنایا ہے یہ چند دنوں کے لیے ہے۔ جب تک آپ ہیں تب تک یہ کھیل ہے۔ یہ ہونا کچھ عرصہ کے بعد نہ ہونا ہو جائے گا۔ اس لیے اس پر بحث نہ کرو بلکہ یہ دیکھو کہ آپ کیا ہو۔ آپ اس بات پہ قائم ہو جاؤ کہ آپ انسان ہو۔ پس انسانیت کرو۔ انسانیت کیا ہوتی ہے؟ لوگوں کے ساتھ انسان کے حوالے سے اچھا سلوک کرنا ہوتا ہے۔ انسانیت سے مراد ایسا عمل ہے جو جمیع انسانیت کو پسند آئے، جو لوگوں کو پسند آئے، جو اجتماع کو پسند ہو، جو عام انسانوں کو پسندیدہ ہو اور جو عام انسانوں کے فائدے کا ہو۔ اللہ نے آپ کو انسان بنایا تو آپ انسانیت کرو آپ کو مسلمان بنایا تو آپ مسلمانیت کرو۔ اب یہ بتانے والی بات تو نہیں کہ نماز پڑھو نماز تو مسلمانوں میں ہوتی ہے، نماز فرض ہے، لہذا پڑھو۔ اب یہ بھی بتانے والی کیا بات ہے کہ آپ زکوٰۃ دو۔ بینک والے خود ہی کاٹ لیتے ہیں۔ تو یہ کہنا کہ اسلام کیا ہے یہ تو آپ کو پتہ ہونا چاہیے کہ اسلام کیا ہے۔ جب آپ مسلمان ہیں تو آپ اسلام پہ چلتے جاؤ۔ پھر آپ پوچھتے ہو تصوف کے بارے میں، غور کے بارے میں، تو یہ شکر کا ایک علیحدہ راستہ ہے، غور کا راستہ ہے، اللہ کی زمین کے اندر جو لگا ہوا میلہ ہے اُسے دیکھنے کا راستہ ہے۔ اس میلے کو دیکھو اور غور سے دیکھو لیکن کھو نہیں جانا، گم نہیں ہو جانا اور جھوٹ نہ بولنا۔ جھوٹ کس کے ساتھ؟ اپنی ذات کے ساتھ۔ جس کو اللہ نے درویش نہیں بنایا وہ درویشی کا اعلان مت کرے۔ جتنا اللہ نے بنایا وہ آپ دیکھتے جاؤ، اور جب آپ نہیں رہو گے تو یہ سمجھ لو کہ آپ کی قیامت آگئی۔ تو قیامت کیا ہے؟ آپ کا نہ ہونا۔

حیات کیا ہے؟ آپ کا ہونا۔ آپ کی قیامت اس دن آ جاتی ہے جب آپ نہیں ہوتے۔ اس لیے اپنی ذات کا حوالہ رکھو اپنے آپ کو پہچانتے چلے جاؤ پھر اس کے ساتھ آپ اللہ کی محبت میں چلتے جاؤ۔ جدھر جانا ہے جب تک اس کا پتہ نہ ہو تو وقت ضائع ہو جائے گا۔ تو جانا وہاں ہے، میت بن کے اتنے لمبے سفر پہ جانا ہے پہلے ہی خود کو وہاں پہنچا دو۔ جس طرف کو جانا ہے اُدھر کارِ جوع رکھو۔ جانا ضرور ہے۔ دریا اگر پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دے تو یہ پاگل ہی ہوگا، دریا کا کام ہے کہ سمندر کا رخ کرے اور انسان کا کام ہے کہ اپنی موت کی طرف رجوع کرے کہ ہم اُدھر جا رہے ہیں یہ دریا سمندر میں ملنے کے لیے جا رہا ہے خیر سے چلتا جائے چاہے پاؤں میں گھٹنگھر و باندھ کے جائے کہ ہم آرہے ہیں ملنے کے لیے فی الحال میدانوں میں سے گزر رہے ہیں۔ چلو پھر چلتے جاؤ۔ یہ جو دریا ہے یہ ابھی پہاڑ سے اُتر ہی ہے، بچہ ہے، نوجوان ہے ابھی سفر شروع ہوگا پھر میدانوں کا سفر ہوگا، فلڈ بنیں گے، سیلاب ہوں گے۔ آپ لوگ کرتے یہ ہیں کہ دریا سے نہر نکالتے ہیں اور پھر نہر کو دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ یہ کام ہے آپ کا۔ جو کچھ آپ نے حاصل کیا وہ یہیں دے کے جانا ہے۔ یہ نعمت خانہ ہے۔ اس کنوئیں سے جو مٹی نکلی ہے وہ اسی پہ لگے گی، کھوہ کی مٹی کھوہ میں لگے گی۔ یہاں سے حاصل ہونے والی چیزیں یہیں استعمال ہوں گی، صرف استعمال ہوں گی، اور اسے اُٹھا کے نہیں جاسکتے۔ تو اس کا استعمال ہی تمہارا کام ہے۔ اس علم کو استعمال کرو، اس دنیا کو استعمال کرو، ان رشتوں کا استعمال دیکھو، اس استعمال کے دم سے تم نیک ہو جاؤ گے یا بد ہو جاؤ گے۔ یہ Important بات ہے۔ تم یہاں



سے کچھ Smuggle out نہیں کر سکتے کہ دو چار چیزیں دنیا سے باہر نکالو یہ  
 میں وہاں جا کے لے لوں گا۔ نہیں آپ یہ نہیں کر سکتے۔ ایسا ہوتا تو پھر تو آپ کو  
 اجازت مل جاتی مگر ایسی بات نہیں۔ وہ آخری وقت بڑا ظالم ہوتا ہے نام بھی  
 چھین لیتے ہیں میت رہ جاتی ہے۔ کہتا ہے کہ یہ Resolution پاس ہونی  
 چاہیے کہ یہ کہا جائے کہ یہ فلاں ابن فلاں کا جنازہ ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اس  
 میت کا جنازہ ہے۔ نہ نام رہتا ہے اور نہ مرتبہ رہتا ہے۔ پھر رہ کیا گیا۔ نام نام  
 میں جا کے مل گیا دنیا کا مال دنیا میں جا کے مل گیا آخرت کا مال آخرت میں چلا  
 گیا اور درمیان میں آپ دیکھتے رہ گئے کہ تماشا ہوا کیا ہے۔ یہی تماشا ہوتا ہے۔  
 آپ ساری عمر بیگانہ سفر کرتے رہتے ہو میرا مشورہ یہ ہے کہ اپنا سفر کرو بیگانہ سفر نہ  
 کرو۔ تو دوسروں کا سفر نہ کرو اپنا سفر کرو۔ اور اگر سمجھ جاؤ تو یہی سفر ہے اور پھر  
 آپ نے آخری دم ختم ہو جانا ہے۔ دوسری چیز کا استعمال صرف دنیا کا استعمال  
 یہی نیکی ہے اور یہی بدی ہے۔ تو یہاں کے وسائل کا استعمال نیکی ہے اور بدی  
 ہے۔ پیسہ نہ برا ہے اور نہ اچھا ہے پیسے کے حاصل کرنے کا ذریعہ برا ہوتا ہے یا  
 استعمال کرنے کا انداز برا ہو جاتا ہے۔ ورنہ پیسے نے حرام کیا ہونا ہے پیسہ تو ہے  
 ہی حلال بلکہ پیسے میں حلال حرام تو ہوتا نہیں ہے۔ حرام کا مال کب ہوتا ہے؟  
 جب حاصل کرنے کا ذریعہ غلط ہو جائے۔ تو پھر پیسہ حرام ہو گیا۔ اور اگر استعمال  
 کرنے کا انداز غلط ہو جائے تو پیسہ حرام ہو جاتا ہے۔ ورنہ پیسہ تو حرام حلال نہیں  
 ہے یہ تو پیسہ ہے سکتے ہیں Coins ہیں کاغذ ہے انہوں نے کیا حرام ہونا ہے۔ تو  
 نیت حرام ہوتی ہے یا مزاج حرام ہوتا ہے۔ اس لیے اپنے مزاج کی اصلاح کرنی

چاہیے۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیسہ کیسے آیا، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ پیسہ کیسے گیا، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ تعلق کیسے بنا، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ تعلق کیسے ٹوٹا، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں نے لوگوں سے کیا سچ بولا، آپ نے یہ دیکھنا ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ کیا دھوکا کیا۔ آپ اپنی تقدیر آپ ہی ہیں، فیصلہ آپ نے خود تحریر کرنا ہے، لکھ کے جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے کہے گا کہ تمہاری زندگی تمہارے سامنے ہے، جو کچھ کیا تھا تیرے اوپر آشکار ہے، سچی بات بتا کہ تو نے زندگی کیسے گزاری ہے، توفیل ہو گیا کہ پاس ہو گیا، کردار میں ناکام ہوا کہ کامیاب ہوا، کیا تو دوزخ کا حق دار ہے کہ جنت کا حق دار ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کہے گا کہ آج ایمان داری سے سچ بول۔ تو وہ وقت ہو گا سچ بولنے والا، تو تمہیں پتہ ہونا چاہیے کہ تم کیا بولو گے۔ جو کچھ آخری وقت میں ہونا ہے وہ اگر تم آج ہی سے کرنا شروع کر دو تو تمہیں پتہ چل جائے گا۔ اپنی زندگی کو اپنے سامنے رکھ کے اپنی آنکھوں سے اسے دیکھ کر اپنے دل کے ساتھ صداقت سے جائزہ لے کر اپنا کوئی اچھا سا نام رکھو۔ اگر تو کوئی برا نام سامنے آتا ہے تو پھر توبہ کر کے نکل جاؤ۔

اپنے عمل کا آپ ہی اچھا سا نام رکھ  
تو آپ اپنے کوتاہی عمل کو کچھ نیا ہی نام دو۔ یعنی کہ اگر عمل کوتاہ ہو گیا ہے تو کچھ اور ہی سوچو۔ یہ نام کسی اور نے نہیں رکھنا بلکہ آپ نے رکھنا ہے۔ عاقبت اپنی جگہ پر بجا ہے لیکن تم پر یہاں ہی آشکار ہو جائے گی۔ کب؟ جب نیا

عمل کرنے کی جسم میں گنجائش نہ رہے، طاقت نہ رہ جائے تو سمجھو کہ تمہارا فیصلہ ہو گیا۔ تو فیصلہ کب ہوگا؟ جب تمہارا نیا عمل ہونے کی طاقت نہ رہے۔ پھر تو کہے گا کہ آج تو کام کرنے کی صلاحیت نہیں رہی، طاقت سلب سی ہو گئی ہے۔ سمجھو کہ یہ فیصلے کی گھڑی آگئی ہے۔ طاقتیں سلب ہو جائیں تو پھر فیصلے ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو تمہاری طاقتیں سلب ہونے تک ہیں، لہذا تمہارا عمل نتیجے تک ہے۔ نتیجہ کب ہوگا؟ جب طاقت سلب ہوگی۔ اور یہ واقعہ یہیں ہوگا۔ کہتے ہیں کہ کیا تم نے میت کی شکل دیکھی، سبحان اللہ، سبحان اللہ، نور علی نور تھا۔ وہ واقعی نور تھا۔ کیونکہ مرنے والے نے محسوس کر لیا کہ میرا نتیجہ اچھا نکل آیا ہے اور جب اس کا کردار سامنے آیا، اپنی زندگی سامنے آئے تو میت خوش گوار ہو گئی۔ اور جس مرنے والے کو خوف ہو گیا، لوگ کہتے ہیں کہ اس کی شکل ہی نہیں دیکھی گئی، بس چُپ ہی کر جاؤ۔ تو یہ ہیں سارے واقعات۔ تمہارے عمل سے ہی تمہارا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس لیے اپنی زندگی کو فضول ضائع نہ کرنا۔ زندگی کیا ہے؟ اپنے گرد و پیش کے ساتھ آپ کی Dealing یعنی کہ لوگوں کے ساتھ کیا کیا۔ پیر، فقیر، استاد، بزرگ، ماں باپ، چچا ماموں وغیرہ یہ سب بڑے رشتے کہلائیں گے۔ ان لوگوں کا حکم ماننا ہے۔ بہن بھائی اور چچا کے بچے برابر کے رشتے ہیں، ان میں انصاف کرنا ہے۔ چھوٹے بچے، بیٹے، بھانجا، بھتیجا وغیرہ کے ساتھ احسان کرنا ہے۔ تو یہ ہے کل بات کہ بڑوں کی اطاعت، برابر والوں کے ساتھ انصاف اور چھوٹوں کے ساتھ احسان کرنا ہے، معاف کرنا ہے۔ اللہ کے راستے پر دھڑکتے ہوئے دل کے ساتھ چل پڑنا ہے کیونکہ چلانا اللہ تعالیٰ نے ہے۔ اس راستے پر اگر



غیر مخلص ہو کے چلے تو مشکل ہو جائے گی۔ یہ خلوص کا راستہ ہے، یہاں پر ہر آدمی کو مخلص ہونا ہے۔ اس گروہ میں اگر کوئی غیر مخلص ہو جائے گا تو مار کھا جائے گا۔ لہذا اس راستے پر کبھی غیر مخلص ہو کے نہ چلنا۔ جو آدمی مسجد میں بے ایمانی کرے گا اس کے لیے سزا زیادہ ہے۔ بے ایمانی کے لیے بڑے کلب بنے پڑے ہیں وہاں جایا کرو۔ لیکن اگر مسجد میں آ ہی گئے ہو تو یہاں بے ایمانی نہ کرنا۔ اس لیے وزن برابر رکھنا، دھیان کرنا، ملاوٹ نہیں کرنی۔ فقیری میں ملاوٹ نہیں کرنی، درویشی میں ملاوٹ نہیں کرنی، فقیر لوگوں سے ملنے میں ملاوٹ نہیں کرنی، داتا صاحبؒ جا کے جیب نہ کاٹنا، وہاں جا کے رشوت کے مال کی دیگ نہیں پکانی۔ تو بے ایمانی سے بچو۔ یہ واقعات ہیں، ان کا آپ ذرا خیال رکھو۔ تو بزرگوں کے راستے پر چلنے کا یہ مطلب ہے۔ اگر آپ میں بزرگی آ جائے تو اسے Sale نہ کرنا۔ ایسا نہ کرنا کہ Sale لگ گئی ہے، بزرگی فی یونٹ لگ گئی، پک گئی۔ ایسا نہ کرنا۔ بزرگی کا معنی یہ ہے کہ اپنی زندگی کے عمل کو اصلاح کی طرف لے جانا۔ کب تک؟ جب تک آخری سانس نہیں آتا۔ آخری سانس نتیجے کا سانس ہوتا ہے اور اس میں ہر وقت اندیشہ رہتا ہے۔ کسی امکانی اندیشے کو نظر انداز نہ کرنا، کیا پتہ کل کیا ہو جائے۔ اس لیے بڑے دھڑکتے دل کے ساتھ خاموشی سے چلتے جاؤ، اللہ تعالیٰ مہربانی کرے گا۔ زندگی کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ کوئی کیرئیر بناؤ، ڈاکٹر بن جاؤ، انجینئر بن جاؤ، بننا تو آپ نے انسان ہی ہے۔ ڈاکٹر کیا کرے گا اور انجینئر کیا کرے گا، کھانا تو وہی کھائے گا، سارے مرتبے جو ہیں یہ سماج ہی سماج ہے، اصل مرتبہ نہیں ہے۔ اصل مرتبہ یہ ہے کہ نگاہ خدا میں تمہارا مقام کیا ہے۔ پھر

یہ کہ آپ اپنی تنہا ذات میں کیا ہیں What you are in your own eyes؟ یہ کہ آپ اپنی آنکھ میں کیا ہیں، اپنی تنہائیوں میں آپ کی کیا حالت ہوتی ہے؟ کیا آپ تنہائیوں میں مطمئن ہوتے ہیں، راضی ہوتے ہیں، خوش ہوتے ہیں؟ خدا کا شکر ادا کرتے ہیں؟ پھر آپ کو یہ پتہ ہو کہ آپ کا مقام آپ کے گرد و پیش کے سماج میں کیا ہے یعنی کہ لوگ آپ کو کیا کہتے ہیں۔ اگر جو کچھ لوگ کہتے ہیں اور یہ آپ کی تنہا ذات کے مقام سے مختلف ہے تو پھر بے ایمانی شروع ہوگئی۔ یعنی جو آپ اپنی تنہا نگاہ میں ہیں اگر لوگوں کے اندر آپ نے اس کے علاوہ Impression ڈالا ہو ہے تو یہ بے ایمانی ہے۔ اپنے آپ میں غور کریں تو وہ کہے گا کہ یا اللہ میں گنہگار ہوں اور سماج میں بڑا مشہور گا کہ پرہیزگار ہے۔ اب گنہگار نے پرہیزگار ہونے کا جو شہرہ حاصل کر لیا ہے یہاں پہ بے ایمانی ہوگئی۔ لہذا نتیجہ کیا نکلا؟ سماج میں اپنا تعارف اس حقیقت کے سائے میں کراؤ جو تمہاری نگاہ میں تمہاری تنہائیوں میں تمہاری حقیقت ہے۔ پھر تمہیں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ کے سامنے تمہاری کیا حقیقت ہے۔ کیا تم اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہو؟ کیا اللہ کے دین پر چلتے ہو؟ کیا اللہ کے سامنے اس کے کسی حکم کی عدولی تو نہیں کی؟ کسی حکم کی Violation تو نہیں کی؟ حدود اللہ کو Cross تو نہیں کیا۔ اللہ نے جب فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اللہ نے حدیں مقرر کر دی ہیں تو ان کو Cross نہ کرنا، گناہ نہ کرنا، وجود کا گناہ نہ کرنا، خیال کا گناہ نہ کرنا، نیت کا گناہ نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے صاف صاف منع کر دیا ہے کہ یہ نہیں کرنا، وہ نہیں کرنا۔ اگر اللہ کے ہاں مقام نہیں ہے تو سماج کا سارا مقام بھی



غلط ہو گیا؛ ذات کا مقام بھی غلط ہو گیا۔ لہذا اپنا مقام اپنی نگاہ میں تنہائی کے وقت اور اپنا مقام سماج میں لوگوں کے اندر اور پھر اپنا وہ مقام کہ اللہ کے سامنے تم کیا ہو ان کو دریافت کرتے رہا کرو۔ یہی زندگی ہے جو کہ ختم ہو جائے گی پھر تم چلے جاؤ گے۔ اپنے آپ کو دریافت کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں کتنا فرق ہے ظاہر سماج ہوتا ہے اور باطن ذات ہوتی ہے۔ اور پھر مقدر میں کتنا فرق ہے یہ اللہ کا کام ہے۔ تو ذات ظاہر باطن اور پھر مقدر۔ اگر ظاہر اور باطن کا فرق کم کرتے جاؤ تو مقدر بہتر ہوتا جائے گا۔ ظاہر اور باطن کا فرق تم کم کر سکتے ہو۔ ظاہر جو ہے یہ سماج ہے اور یہ لوگوں کو دکھاوے کی بات ہے۔ اپنے آپ کو اپنی ہستی سے زیادہ پیش کرنے والا دھوکا کھا جاتا ہے۔ جنہوں نے اپنے آپ کو رب کہلوایا وہ دھوکا کھا گئے اور مارے گئے۔ جنہوں نے جنت بنائی وہ دھوکا کھا گئے۔ جو جھوٹے نبی بنے وہ دھوکا کھا گئے۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جھوٹ بولنے والے دھوکا کھا گئے۔ وہ بڑا دھوکا کھا گئے۔ دھوکا دینے کی جن کی نیت تھی وہ ڈبل دھوکا کھا گئے دونوں جہاں میں خوار ہو کے چلے گئے۔ اس لیے بڑی احتیاط چاہیے۔ کبھی جوش جوانی میں مبالغہ نہ کر لینا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے میں اب اس قوم کی رہنمائی کروں گا۔ مت مبالغہ کرو! مت مبالغہ کرو! شیروں کی بستی میں کوئی گیدڑ یہ اعلان نہ کرے کہ میں اب راہنما بن گیا ہوں۔ شیر کسی وقت جاگ کے خوار کر دے گا۔ یہ دھیان کرنا چاہیے۔ تو اپنے آپ کو دریافت کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اس قوم کو گمراہ نہ کرو۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے۔ اپنے آپ کو ضائع نہ کرو قوم کو گمراہ نہ کرو مبالغہ سے کام



نہ لو اور اپنی ذات کے ظاہر اور باطن کا فرق مٹا دو اور اللہ کی طرف رجوع رکھو کہ وہ تمہاری کشتی پار لگا دے۔ باقی سارے وقت گزارنے کے طریقے ہیں کہ ڈاکٹر بن جاؤ، انجینئر بن جاؤ، کچھ بن جاؤ، روٹی کھانی ہے، وہ تمہیں ملتی رہے گی۔ ساج کی کوئی لمبی چوڑی بات نہیں ہے۔ داتا صاحب اور دوسرے بزرگ سب بہت اچھا وقت گزار گئے ہیں۔ لاہور میں مال روڈ پر کسی کی دوکان نہیں تھی، نہ بینک تھا، نہ فیکٹری تھی اور نہ کوئی پلانٹ تھا۔ وہ سارے کے سارے اپنا وقت اچھا گزار گئے۔ آج تم جیسے لوگ فیکٹریوں کے مالک ہیں، تمہاری ملیں لگی پڑی ہیں، اور داتا صاحب جا کے جھکتے چلے جا رہے ہو۔ یہ کون سی مل ہے، یہ کون سا مقام ہے؟ یہ مقام صرف مخلصین کا مقام ہے۔ تم لوگ مخلصین نہیں اور چاہتے یہ ہو کہ ہمیں یہ مقام ملنا چاہیے اور جیب بھی پیسے کے ساتھ بھرنی چاہیے، یعنی یہودیوں کی طرح مال ہونا چاہیے اور مسلمانوں کی طرح خلوص ہونا چاہیے، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمہارے مکان، چھت سونے کے بن گئے تو تم تو مکمل گمراہ ہو جاؤ گے۔ وہ شخص جس کے دل میں پیسے کی محبت ہے اس کے دل میں اللہ کی یاد نہیں آ سکتی۔ اللہ کی یاد اس کے فضل سے آتی ہے۔ فضل آ جائے تو پیسے کی محبت نکل جاتی ہے۔ اس لیے یہ بڑا خیال کرنا چاہیے۔ آپ اپنے آپ کو گمراہی سے بچاؤ۔ اللہ ذرا مہربانی کرنے لگ جائے تو اپنا حق سمجھ کے بیٹھ جاتے ہو، اکڑ جاتے ہو۔ جس کا ذکر جاری ہو جائے وہ ذکر میں مست ہو جاتا ہے، اب وہ کہتا ہے کہ میں ذکر ہو گیا، میں ذکر کا مالک ہو گیا۔ پھر جب ذکر سلب ہو گیا تو یہ ختم ہو گیا۔ اصل میں یہ مہربانیوں کی بات ہی اللہ والے یہ عطا کرتے رہتے ہیں، کبھی یہ خیال



سوال:

اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہونے کے لیے  
کیا عمل زیادہ کریں؟

جواب:

اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کے لیے نسخہ تجویز  
کرانے کی بجائے اس تقرب کے لیے پہلے Sincerely خواہش کریں۔ یہ  
خواہش Sincere ہونی چاہیے۔ اگر ساری زندگی اس Sincere خواہش میں  
لگ جائے تب بھی کرو۔ جس دن تمہاری خواہش Sincere ہوگئی اندر سے  
ملاوٹ ختم ہوگئی تو خود بخود راستہ تجویز ہو جائے گا۔ راستہ کسی عمل سے نہیں ملنا بلکہ  
یہ خلوص سے ملنا ہے۔ گھر بیٹھے ہی یہ سارا تصور ہونا ہے آپ نے جانا تو کہیں نہیں  
ہے۔ اگر انسان گھر بیٹھے ہوئے مخلص ہو جائے تو یہ ایسا عشق ہے جس میں محبوب  
کے گھر کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے کیونکہ وہ ہمہ حال قریب ہے۔  
اس میں صدق اور صداقت ضروری ہونی چاہیے۔ یہ پیدا ہو جائے تو یہی تو عطا  
ہے اُن کی۔ تو یہ عشق ان کی اپنی عطا ہے۔ جس کو انہوں نے عطا کیا وہ تو ضرور  
پہنچے گا۔ اللہ تو فعال لَمَّا یَرِیدْ جو وہ کہتا ہے وہ تو کر کے رہتا ہے۔ اگر  
اپنے طور پر نقلی عاشق بنو گے تو پھر مار کھا جاؤ گے۔ پہلے یہ دیکھو کہ کیا جذبہ صحیح اور  
طلب صحیح ہے۔ اگر طلب صحیح ہے تو وہ مطلوب تک پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ طلب ہے  
جو مطلوب تک پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ طلب ہے جو مطلوب عطا کرتا ہے۔ اس کے  
راستے کا طریقہ تو عشق کا ہے۔ اور جس میں عشق موجود ہوتا ہے وہ انسان یہ مانگتا



ہے۔ یہ وہ بات ہے کہ جس نے تلاش کیا اس نے پایا۔ بلکہ راز یہ ہے کہ جس نے پایا اُس نے تلاش کیا۔ تو اس میں پانا پہلے ہے اور تلاش بعد میں ہے۔ اس میں Sincerity ضروری ہے خلوص ہو۔ اگر خالص عشق پیدا ہو گیا تو محبوب حاصل ہو گیا۔ عشق میں محبوب کی تلاش کیا ہے محبوب کی خواہش کیا ہے وہ تو موجود ہے عشق ہوتا ہی محبوب کی خواہش ہے۔ اب تلاش کس بات کی؟ اگر تُو محبوب کو نہیں جانتا تو عشق کہاں؟ عشق حقیقی تو محبوب کی عطا ہے۔ جب محبوب کی عطا تمہارے پاس ہے تو محبوب تمہارے پاس ہے۔ پھر کیا حاصل کرنا ہے؟ اگر دنیا کو دکھانے کے لیے کچھ کرنا چاہتے ہو تو وہ چھوڑ دو۔ اگر ایک آدمی کہتا ہے کہ میرے پاس اللہ کی یاد میں صرف آنسو ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ اللہ کے قریب ہو جاؤں تو جب آنسو مل گئے ہیں تو اس نے اور کیا قریب ہو نا ہے۔ یہی کچھ تو ملتا ہے۔ اللہ کی راہ فرق کی راہ ہے۔ اللہ اور اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال تو فراق ہے۔ تو یہ فراق ہی وصال ہے۔ تو اس طرح قریب ہونا ہی قریب ہونا ہے یہ آنسو ہی قریب ہیں یہ فراق ہی قریب ہے اور یہ خلوص ہی قریب ہے۔ اگر خلوص ہے تو پھر قریب ہے۔ جانا آنا کہیں بھی نہیں بلکہ اپنے عشق کو دریافت کرنا ہے چل پڑے تو چل پڑے خیر سے۔ نہ وہ تمہارا زمانہ ہے اور نہ تمہارا حال ہے اور گزرے ہوئے زمانے کے کسی انسان سے آج کا انسان محبت کر لے تو یہ عجب بات ہے۔ تو اگر یہ محبت ہو جائے تو یہ عجب بات ہے۔ یہ ہے بن دیکھے کی محبت اور یہ اُسی کا فیض ہوتا ہے جو یہ بن دیکھے کی محبت عطا کرتا ہے۔ آپ تو دیکھے کی محبت بھی نہیں کرتے اور اگر بن دیکھے سے محبت ہو جائے تو بڑی بات

ہے اور جب یہ بات عطا ہوتی ہے تو پھر محبت ہوتی ہے۔ ورنہ تمہیں کیا پتہ کہ کس طرح محبت کرنی ہے جس کو دیکھا نہیں اس سے محبت کیا ہے۔ جب اُسے دیکھا نہیں ہے اور محبت ہے تو یہ اس کی اپنی توجہ ہے جو محبت پیدا کر رہی ہے۔ اس لیے اس کا کوئی نسخہ مانگنا کیونکہ اس کا یہی نسخہ ہے کہ یہ ان کی اپنی عطا ہے۔  
اور کوئی بات \_\_\_\_\_ ڈاکٹر طلعت بولے \_\_\_\_\_

سوال:

جو ہمارا تجربہ ہے وہ واردات نہیں بنتا جو باتیں آپ سے سنتے ہیں وہ عمل میں نہیں آتیں \_\_\_\_\_  
جواب:

آپ نے اگر مجھ سے یہ بات سُن لی کہ دولہا گھوڑے پہ چڑھتا ہے اور سہرا باندھتا ہے تو جب شادی ہوگی تب پتہ چلے گا۔ اگر آپ بچپن میں ایک بات سن رہے ہیں تو جب جوان ہوں گے تو بات سمجھ آئے گی۔ ابھی تو سمجھ نہیں آئے گی۔ تو ابھی تو علم ہی حاصل کرو۔ جب وہ وقت آئے گا تو تمہیں وہ بات یاد آئے گی۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ دریا کے اندر جب ڈوبنے لگ جاؤ تو اللہ کو یاد کرو۔ اب اگر دریا نہ ملے اور ڈوبنے کا تجربہ نہ ہو تو کیسے پتہ چلے گا کہ اللہ کو کب یاد کرنا ہے۔ جب دریا کے اندر ڈوبنے کا وقت آتا ہے تو وہاں بات یاد آتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ

ڈوب جانے کے جب آثار نظر آتے ہیں  
کالی کملی میں ہر کار نظر آتے ہیں



اس سے پہلے کناروں پہ کھڑے ہو کے تم طوفان کا نظارہ کیسے کرو گے۔ جب گردن پر عزرائیل کا ہاتھ ہوگا، وہ اپنے بھائی ہیں، پھر ہم کہیں گے کہ حساب کرو۔ پھر تمہیں یاد آئے گا کہ ہم نے تو تمہیں یہ بات بتائی تھی کہ جب عزرائیل کا ہاتھ گردن پہ ہو تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کرو۔ پھر بچت ہو جائے گی۔ اگر تمہیں آج ہی اس واردات کا تجربہ چاہیے تو پھر تو تم گھر سے اجازت لے کے آؤ۔ ہم یہ باتیں موت کی بتا رہے ہیں، اللہ کے راستے کی بتا رہے ہیں اور جب راستے پہ چلو گے تو پھر یہ بات سمجھ آئے گی کہ یہ کیا باتیں ہیں۔ تم تو ڈاکٹر بن کے بھی پریشان ہو، انجینئر سے پوچھو تو وہ انجینئر بن کے پریشان ہے، اور ان کے ماں باپ سے پوچھو تو وہ دونوں سے پریشان ہیں، ان کی بیویوں سے پوچھو تو وہ بھی پریشان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ پریشانی کی وجہ شعبہ نہیں ہے، پریشانی نہیں ہے، بلکہ پریشانی کوئی بھی ہوا اچھا بندہ جو ہے وہ اچھا ہی رہتا ہے اور برا آدمی برا ہی ہوتا ہے۔ اچھے پریشانی میں بھی برا آدمی ہوتا ہے، مسجد میں بھی جھگڑا لو آدمی ہوتا ہے اور خانہ کعبہ میں بھی جیب کتر اچلا جاتا ہے اور جیب کاٹ کے آتا ہے۔ کچھ لوگ غلاف کعبہ کاٹ کے آ جاتے ہیں۔ ہر جگہ بڑے بڑے فن کار ہیں، بڑے کھیل کرتے ہیں۔ برا آدمی جہاں جائے گا وہ برا ہوگا اور اچھا آدمی جہاں جائے گا وہ اچھا ہوگا۔ اب یہ بات تمہیں کیسے سمجھ آئے گی؟ یہ بات تمہیں زندگی کے اندر جا کے سمجھ آئے گی کہ برا آدمی کون ہوتا ہے، اچھا آدمی کون ہوتا ہے، دھوکا دینے والا کیسے ہوتا ہے۔ ابھی تو تم بچے ہو، جب آگے چلو گے تو پتہ چلے گا کہ زندگی میں کیسے واقعات آتے ہیں۔ یہ واقعات بعد میں سمجھ آئیں گے



جب زندگی آگے چلے گی۔ ابھی تو کتابوں سے فارغ ہوئے ہو، ڈگری لی ہے، ہسپتال میں چلے گئے، ہسپتال سے نکل کے پھر کتابوں میں \_\_\_\_\_ لیکن جب زندگی میں داخل ہو گے تو پھر بات سمجھ آئے گی کہ زندگی کیا ہے۔ اس لیے ابھی یہ تجربہ نہیں ہوگا، یہ باتیں ادھر کی ہیں اور ادھر جا کے سمجھ آئے گی، وقت کی بات وقت کے ساتھ سمجھ آئے گی، بڑھاپے کی بات بڑھاپے میں سمجھ آئے گی۔ آج اگر میں بتاتا ہوں کہ جب بڑھاپے کے دن آجائیں تو آپ اس طرح زندگی گزارنا۔ اب جس پہ بڑھاپا آئے گا وہ بتائے گا کہ کیسے زندگی گزارنی ہے۔ جوانی والا کیسے سمجھے گا کہ بڑھاپا کیا ہوتا ہے۔ بچہ اگر پوچھے کہ یہ کیا باتیں کرتے رہتے ہو تو اس سے کہو کہ بیٹا بات یہ ہے کہ تم نے ابھی یادیں پیدا کرنی ہیں اور ہم نے یادوں میں زندہ رہنا ہے۔ تو یہ بڑا فرق ہے۔ تو بچے نے ابھی یادیں پیدا کرنی ہیں کہ یادیں ہوتی کیا ہیں، پھر انہیں یاد کیا کیوں جاتا ہے اور ہم یادیں پیدا کر کے آگئے اور یہ سارا سرمایہ لے کے ہم بیٹھے ہیں اور یادوں کو یاد کر رہے ہیں۔ تم یہ کیسے جانو؟ تو بوڑھے آدمی کی زندگی کیا ہوتی ہے، جوان کی زندگی کیا ہوتی ہے اور بچے کی زندگی کیا ہوتی ہے \_\_\_\_\_ تم اپنے دور کو دیکھو کہ تم کیا ہو۔ تمہارے لیے واردات کا ابھی بہت وقت پڑا ہے۔ یہ بات کب سمجھ آئے گی؟ جب سمجھ آنے کا وقت آئے گا۔ وہ آدمی خوش نصیب ہے جو دوسرے کی غلطی سے سبق سیکھ جائے اور دوسرے کی دانائی سے فیض پا جائے اور سفر سے پہلے سفر کے حالات جان لے۔ تو وہ خوش نصیب ہوتا ہے۔ تو ایسے آدمی کو کہتے ہیں کہ اس سفر میں صحرا ہے، کوئی نخلستان نہیں ہے، تو کچھ کھانے پینے کا سامان لے

جانا، پانی کا مشکیزہ بھر کے لے جانا۔ تو لے جاؤ کیونکہ راستے میں جب دھوپ چمکے گی تو پھر پانی کا مشکیزہ کام آئے گا۔ ایسے نہ ہو کہ بے دھیان ہی چل پڑو اور آگے جا کے بندہ تڑپ تڑپ کے مر جائے۔ تو اس لیے سفر کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ جب یہ باتیں سنی ہوتی ہیں تو پھر کان میں دوبارہ یہ باتیں گونجتی ہیں کہ یہ واقعہ تو یوں ہے، وہ واقعہ تو یوں ہے۔ میں نے بتایا تھا کہ جوان آدمی کی کچھ یادیں ہوتی ہیں اور کچھ پروگرام ہوتے ہیں۔ انسان کب جوان ہوتا ہے؟ جب وہ مستقبل کا پروگرام بنائے کہ یہ کریں گے، وہ کریں گے۔ تو یہ جوانی کے دن ہیں۔ بڑھاپا کب ہوتا ہے؟ جب انسان کا صرف ماضی ہوتا ہے کہ یہ کیا تھا اور وہ کیا تھا! That's All! پھر یہ واقعہ اور ہو جاتا ہے۔ بوڑھے آدمی کا صرف ماضی اور ماضی ہوتا ہے اس کے پروگرام نہیں ہوتے۔ اب یہ فتویٰ نہیں دے سکتے کہ انسان زندگی میں کس طرح وقت گزارے۔ زندگی اللہ کے فضل سے گزرتی ہے۔ اگر وہ چاہے تو آنکھیں کھل جاتی ہیں اور نہ چاہے تو انسان کا وقت ضائع ہو جاتا ہے اور گزر جاتا ہے۔

اور کوئی بات \_\_\_\_\_ چغتائی صاحب بولیں گے؟ حسن صاحب بولیں! حافظ صاحب آپ پوچھیں

سوال:

تصور شیخ کیسے ہوتا ہے اور کیا یہ جائز ہے؟

جواب:

تصور شیخ بالکل جائز ہے۔ تصور کوئی علیحدہ Exercise نہیں ہے



ورزش نہیں ہے۔ اگر آپ کے ذہن پر آپ کی محبت چھا جائے تو یہ تصویر شیخ بن جاتا ہے۔ یہ محبت کی بات ہے۔ کسی آدمی سے محبت ہو تو محبت کہاں ہوتی ہے؟ آپ کے دل میں ہوتی ہے۔ اگر کسی کا چہرہ دل میں قائم ہو جائے تو اسے تصور کہتے ہیں۔ تصور جو ہے یہ سائنٹیفک نہیں ہے کہ غور کرو تصور جمادِ شیخ کا فوٹو سامنے رکھو۔ جو چیز دل کو بھاگتی ہے وہ تصور بن گیا۔ تصور شیخ ہمہ حال چلتا ہے۔ اگر راستہ دنیا کا ہو تو تصور شیخ باطل ہے اور اگر راستہ دین کا چل رہا ہے تو تصور شیخ جائز ہے۔ تو یہ مسافر کی حالت پر ہے کہ تصور شیخ کب جائز ہے۔ کب ہوگا؟ جب تمہارا عمل جائز ہو۔ یوں سمجھ لو کہ جب بچہ امتحان دے رہا ہو تو وہ کہتا ہے کہ میرا یہ سوال غلط ہو گیا تھا مجھے وہاں استاد کا تصور آیا تو میں نے سوال ٹھیک کر لیا تھا۔ تو استاد کا تصور غلط سوال کو ٹھیک کر دیتا ہے۔ باپ کا تصور جو ہے وہ گناہ سے بچا دیتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ جب یہ خبر ابا جان کو پہنچے گی تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور ان کا ہارٹ فیل ہو جائے گا، میرے عمل کی خبر یا میری بد عملی کی خبر جب میری ماں کو پہنچے گی تو ہم تو برباد ہو جائیں گے اور خدا نخواستہ میرے بہن بھائیوں کو یہ خبر مل گئی تو پھر کیا بنے گا۔ گویا کہ آپ کا عمل بدل گیا۔ تو یہ ماں کا تصور ہے باپ کا تصور ہے یا د کا تصور ہے۔ شیخ کے تصور کا مطلب یہ ہے کہ یہ ہمارا شیخ ہے اس راستے کا شیخ ہے اگر اسے اس راستے کا شیخ ماننے کے بعد میں نے دودھ میں کچھ پانی ملا نا شروع کر دیا تو پھر تو وہ ناراض ہو جائے گا وہ تو جاننے والا ہے دلوں کا حال جاننے والا ہے۔ شیخ جو ہے وہ محرم راز ہوتا ہے اور یہ بتا دیتا ہے کہ تم کس راستے سے آرہے ہو کیا کر رہے ہو۔ اس طرح ساری باتیں بتا دیں۔ اگر دودھ



میں پانی ڈال دیا تو شیخ کا تصور ختم ہو جائے گا۔ اس طرح سب ضائع ہو گیا، ایک خزانہ چلا گیا کیونکہ شیخ نے اپنا تصور نکال لیا۔ بات سمجھ آئی؟ کیونکہ تم نے یہ کیا کہ دودھ میں پانی ملا دیا۔ اس لیے آپ خیال کرو۔ تصور شیخ آپ کی نیکی کو محفوظ کرتا ہے، آپ کے عمل کی اصلاح کرتا ہے، گائیڈ کرتا ہے، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اندھیرے میں روشنی کا کام دیتا ہے۔ یہ نیکی کا تصور ہے، آپ کے عمل کے ساتھ ہے۔ محبت کا کیا طریقہ ہوتا ہے؟ محبت کا کوئی طریقہ نہیں ہوتا بلکہ محبت عطا ہی ہوتی ہے، شیخ خود یہ دیتے ہیں، آپ نہیں لے سکتے۔ کہتا ہے کہ ہم بہت تصور شیخ کرتے ہیں، وہاں جب گئے تو شیخ کو ہم نے نمٹکی باندھ گئے دیکھا، باہر نکل گئے پھر تصور ضائع ہو گیا۔ باہر نکل کے اُس نے جب دنیا کا لالچ دیکھا تو تصور کدھر سے آئے گا۔

اور کوئی بات ہے؟ نہیں؟ تو اب دعا کرو۔ وہ تمام دعائیں جو آپ کرنا چاہتے ہیں، وہ دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری زندگی کے اندر اصلاح فرمائے تاکہ ہم اپنے آپ پر راضی رہیں، دنیا بھی ہم پر ناراض نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بھی ہم سے راضی رہے۔ یا اللہ ایسی زندگی عطا فرما کہ ہم راضی، ہمارا سماج راضی اور تُو راضی۔ یا اللہ ہمارے حالات بہتر ہونے چاہئیں، کہیں یہ نہ ہو کہ ہماری حسرتیں رہ جائیں۔ یا رب العالمین! یہ میلہ ہے اور ہمیں اچھی طرح میلہ دیکھنے کا موقع عطا فرما! آپ کے اس میلے کے اندر ہمارے ساتھ بہتر سلوک ہونا چاہیے تاکہ ہم آسانی سے گزر جائیں۔ یا رب العالمین! توفیق عطا فرما، مہربانی عطا فرما اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ عطا فرما، ان سے محبت عطا فرما۔

سوال:

بیماروں کے لیے بھی دعا فرمادیں۔

جواب:

یا رب العالمین! بیماروں کو شفا عطا فرما۔ تو نے جب زندگی عطا فرمائی ہے تو اس کے اندر آسانی عطا فرما۔ یا رب العالمین! بیماری Withdraw کر لوگوں کو آسانی دے شفا دے۔ یا رب العالمین! سب کو شفا دے مہربانی کر۔  
صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ افضل الانبیاء و المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین \_\_\_\_\_ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(ترتیب: ڈاکٹر مخدوم محمد حسین)

# توبہ

اگر اپنا گھراپے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا وقت ہے۔  
اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کر لینا مناسب ہے۔

اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔  
توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔  
جب گناہ معاف ہو جائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔  
گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔  
توبہ کا خیال خوش بخشی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بد قسمت ہے۔

نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے دور ہو جاتا ہے۔

اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔

اگر انسان کو یاد آ جائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کر لینی چاہیے۔

﴿واصف علی واصف﴾



# دعا

- ✽ جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا۔
- ✽ دعا دراصل ندا ہے، فریاد ہے، مالک کے سامنے۔
- ✽ دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے۔
- ✽ دعا کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے، جہاں دعا مانگنے والا ہے وہیں دعا منظور کرنے والا ہے۔
- ✽ ہاتھ اٹھانا بھی دعا ہے، بلتی نگاہ کا اٹھنا بھی دعا ہے۔
- ✽ ہم اللہ سے وہ چیز مانگتے ہیں جسے ہم خود نہ حاصل کر سکیں۔
- ✽ دعا پر اعتماد ایمان کا اعلیٰ درجہ ہے۔
- ✽ گناہ اور ظلم انسان سے دعا کا حق چھین لیتے ہیں۔
- ✽ دعا مانگنا شرط ہے منظوری شرط نہیں۔
- ✽ دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔
- ✽ ماں کی دعا دشتِ ہستی میں سایہ ابر ہے۔
- ✽ پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔
- ✽ نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

واصف علی واصفؒ

# خاموشی

ہم اگر زبان کی پھیلائی ہوئی مصیبتوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ خاموشی میں کتنی راحت ہے۔

زپادہ بولنے والا مجبور ہوتا ہے کہ وہ سچ اور جھوٹ کو ملا کر بولے۔

آواز انسان کو دوسروں سے متعلق کرتی ہے اور خاموشی انسان کو دوسروں سے تعارف کراتی ہے۔

زندگی سراپا اور سر بستہ راز ہے اور راز ہمیشہ خاموش ہوتا ہے اور اگر خاموش نہ ہو تو راز نہیں رہتا۔

باطن کا سفر اندرونِ بینی کا سفر، من کی دنیا کا سفر، دل کی گہرائیوں کا سفر، راز، ہستی کا سفر، دیدہ وری کا سفر، چشمِ بینا کا سفر، حقِ بینی کا سفر اور حقِ یابی کا سفر خاموشی کا سفر ہے۔

خاموش انسان خاموش پانی کی طرح گہرے ہوتے ہیں۔

انسان بولتا رہتا ہے اور خاموش نہیں ہوتا کیونکہ خاموشی میں اسے

اپنے زور و ہونا پڑتا ہے اور وہ اپنے زور و نہیں ہونا چاہتا۔

انسان کے قبل از پیدائش زمانے خاموشی کے زمانے ہیں اور مابعد

بھی خاموشی ہے۔

﴿واصف علی واصف﴾



## خوش نصیب

- خوش نصیب انسان وہ ہے جو اپنے نصیب پر خوش رہے۔
- آج کا انسان صرف دولت کو خوش نصیبی سمجھتا ہے اور یہی اس کی بد نصیبی کا ثبوت ہے۔
- خوش نصیبی ایک متوازن زندگی کا نام ہے نہ زندگی سے فرار ہو اور نہ بندگی سے فرار ہو۔
- حضور پاک اتنے خوش نصیب ہیں کہ جو آپ کا غلام ہو گیا وہ بھی خوش نصیب کر دیا گیا۔
- خوش نصیب اپنے آپ پر راضی، اپنی زندگی پر راضی، اپنے حال پر راضی، اپنے حالات پر راضی، اپنے خیالات پر راضی اور اپنے خدا پر راضی رہتا ہے۔

﴿واصف علی و اصف﴾





# علم

اپنی لاعلمی کے احساس کا نام علم ہے۔  
ہم معلوم کو علم کہتے ہیں حالانکہ نامعلوم اور لامعلوم بھی علم ہے۔  
علم بامصح گا ہی اور آہ سحر گا ہی سے ملتا ہے۔  
کتاب کا علم فیضِ نظر تک نہیں پہنچا سکتا، تزکیہ کے بغیر کتاب کا علم خطرے سے  
خالی نہیں۔

ہر عارف عالم ہوتا ہے اور ضروری نہیں کہ ہر عالم عارف بھی ہو۔  
ضرورت کا علم اور شے ہے اور علم کی ضرورت اور شے ہے۔  
علم کا مخرج نگاہ ہے اور اس کا مدفن کتاب ہے۔  
لاعلمی سے بے علمی بہتر ہے۔

آج کی تعلیم کا المیہ یہ ہے کہ تلاشِ روزگار کے لیے ہے اور تقربِ پروردگار  
کے لیے نہیں۔

وہ علم نور ہے جس سے اللہ کی پہچان ہو اور جس علم سے غرور پیدا ہو وہ حجاب  
اکبر ہے۔

زیادہ علم جاننے کا غرور اگر نہ جاننے کی عاجزی میں بدل جائے تو حجاب  
اٹھ جاتا ہے۔

علم اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک کوئی عطا کرنے والا نہ ہو  
کیونکہ اصل علم اللہ والے کی نگاہ سے ملتا ہے کتاب سے نہیں۔

﴿واصف علی واصف﴾

## تصانیف حضرت واصف علی واصفؒ

کرن کرن سورج	1	(نثر پارے)
کرن کرن سورج (ڈیکس ایڈیشن)	2	(نثر پارے)
دل دریا سمندر	3	(مضامین)
قطرہ قطرہ قلزم	4	(مضامین)
شب چراغ	5	(شاعری)
The Beaming Soul	6	(Aphorisms)
Ocean in a Drop	7	(Essays)
بھرے بھڑولے	8	(شاعری)
شب راز	9	(شاعری)
بات ہے بات	10	(نثر پارے)
گمنام ادیب	11	(خطوط)
حرف حرف حقیقت	12	(مضامین)

(مذاکرے، مقالات، انٹرویوز)	مکالمہ	13
(نثر پارے)	درتچے	14
	ذکر حبیب	15
(مضامین)	واصفیات	16
(مضامین)	واصفیات	17
(سوال جواب)	گفتگو-1	18
(سوال جواب)	گفتگو-2	19
(سوال جواب)	گفتگو-3	20
(سوال جواب)	گفتگو-4	21
(سوال جواب)	گفتگو-6	22
(سوال جواب)	گفتگو-7	23
(سوال جواب)	گفتگو-8	24
(سوال جواب)	گفتگو-9	25
(سوال جواب)	گفتگو-10	26
(سوال جواب)	گفتگو-11	27
(سوال جواب)	گفتگو-12	28
(سوال جواب)	گفتگو-13	29
(سوال جواب)	گفتگو-14	30



(سوال جواب)	گفتگو-15	31
(سوال جواب)	گفتگو-16	32
(سوال جواب)	گفتگو-17	33
(سوال جواب)	گفتگو-18	34
(سوال جواب)	گفتگو-19	35
(سوال جواب)	گفتگو-20	36
(سوال جواب)	گفتگو-21	37
(سوال جواب)	گفتگو-22	38
(سوال جواب)	گفتگو-23	39
(سوال جواب)	گفتگو-24	40
(سوال جواب)	گفتگو-25	41

کاشفِ سبلی کیشنر

301-A جوہر ٹاؤن - لاہور

<http://www.wasifaliwasif.or>

